السماء

ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا

جس کو خدا کی طرف سے سائنس عطا کی جاتی ہے اُسے فلاح انسانی کے بیشمار وسائل یقیناً بخشے جاتے ہیں

النور

علمِ فطرت
از
کتابِ فطرت

ذالک الکتاب لاریب فیه

المیزان

Marfat.com

Marfat.com

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

ذخیرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Science of Holy Quraan

حکمۃ القرآن

مجلد اول

مصنفہ:- عزیز احمد عزیز قاضی

ناظم ادارۂ تحقیقات حکمۃ القرآن خوشاب ضلع سرگودھا

Marfat.com

86051

حکمۃ القرآن

68554

یعنی

قرآنِ حکیم سے حکمت و سائنس کے کلیات نظریات

اور اشارات

کی

نشان دہی

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ اُو لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تقویمِ حیات
بے ثبات از قوتش گیرد ثبات

(اقبالؒ)

ایڈیشن اوّل ۱۹۷۰ء

قیمت :- پانچ روپے پچاس پیسے

(باہتمام خواجہ نصر اللہ ناصر انصار آرٹ پریس سرگودھا میں طبع ہوئی)

Marfat.com

اسلامی دور کے
چند
عظیم الشّان علمائے فطرت

علّامہ ابو موسیٰ جابر المتوفی ۷۷۶ء
کیمسٹری کے کُلّیات کے بانی اور عناصر کی
چھان بین کے عظیم ماہر و محقق۔

علّامہ ابوالقاسم المتوفی ۱۰۱۳ء
عظیم سرجن، میڈیکل انسائیکلو پیڈیا کی تیس
جلدوں کے مُصنّف، جدید طبّی اوزارات کے مُوجد

علّامہ الرّازی المتوفی ۹۲۵ء
عظیم فزیشن، علمِ طبیعات کے ماہر،
مرض چیچک اور خسرہ کی ابتدائی تشخیص
کے اوّلین ماہر

علّامہ البیرونی ۳۶۲ ہجری
دُنیا کا عظیم ترین سائنسدان اور ایسٹرالوجی یعنی
علم کائنات، علم اراضی و طبیعات، فلاسفی،
تاریخ جغرافیہ پر یک صد کتابیں قلم بند کیں اور علم
و فن میں اپنا نام سرِ فہرست قائم کیا۔

علّامہ ابن النّفیس المتوفی
۱۲۸۸ء
علمِ حکمت و سائنس پر کئی کتابوں کے مُصنّف
علم الامراض و معالجات کے نامور ماہر اور
کئی امراض کی تشخیص کے اوّلین مجوز

امام بو علی سینا
۹۸۰ء سے ۱۰۳۷ء

Marfat.com

وللہ المشرق

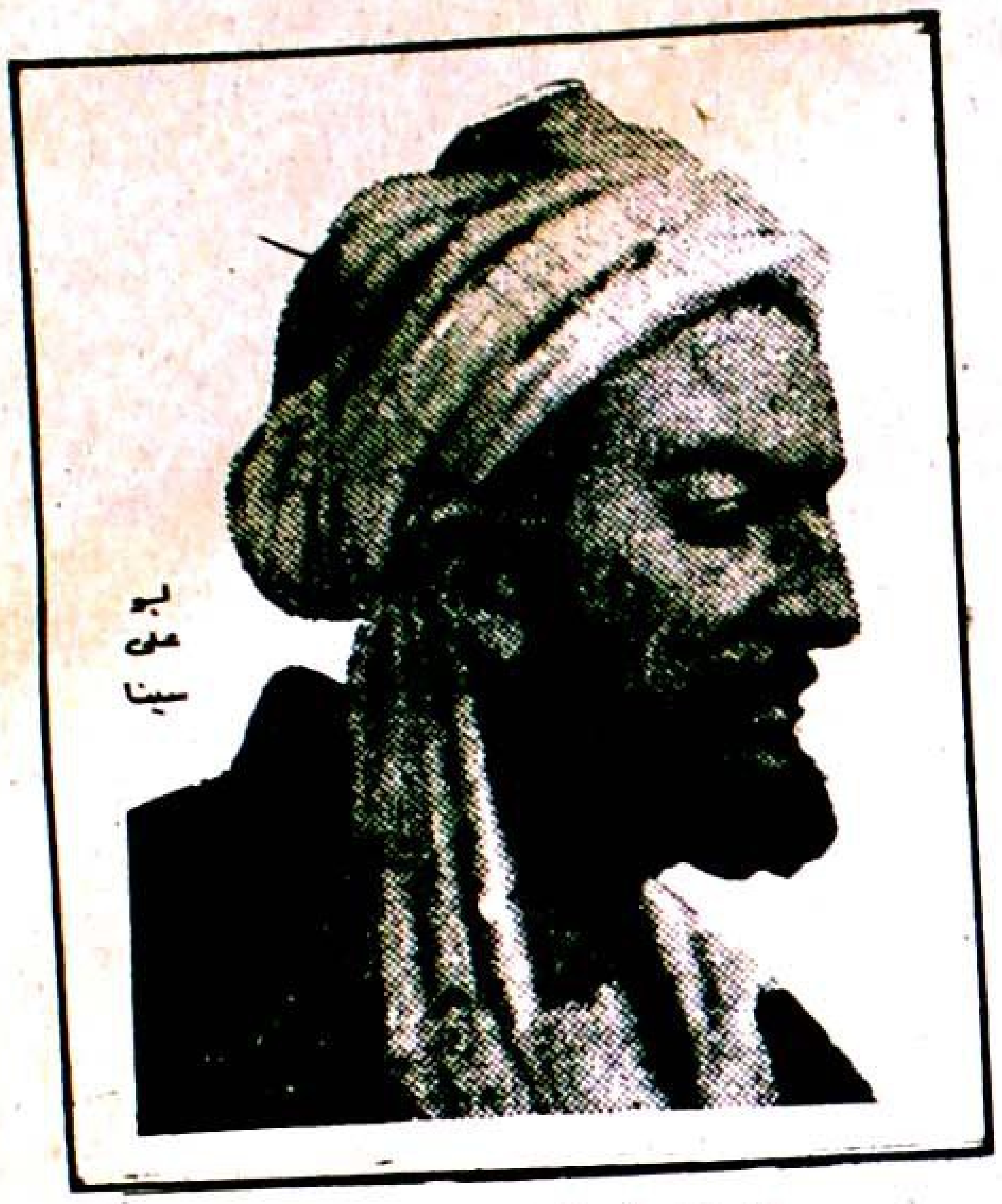

امام بوعلی سینا

پیدائش ۹۸۰ء ◉ ۱۰۳۷ء وفات

عظیم سائنسدان وحکیم
دُنیائے مشرق میں فلسفۂ حیات کو
پیش کرنے والے
عناصر اور قانونِ طبیعات کے اوّلین مُصنّف۔

علّامہ البرٹ آئین سٹائین

پیدائش ۱۸۷۹ء ◉ ۱۸ اپریل ۱۹۵۵ء وفات

جرمن سائنس دان،
جنھوں نے عناصر اور ان کے ایٹمی جوہروں کے
محاکمات انشا کیے اور دُنیا میں ایٹمی سائنس کا دَور رواں کیا۔

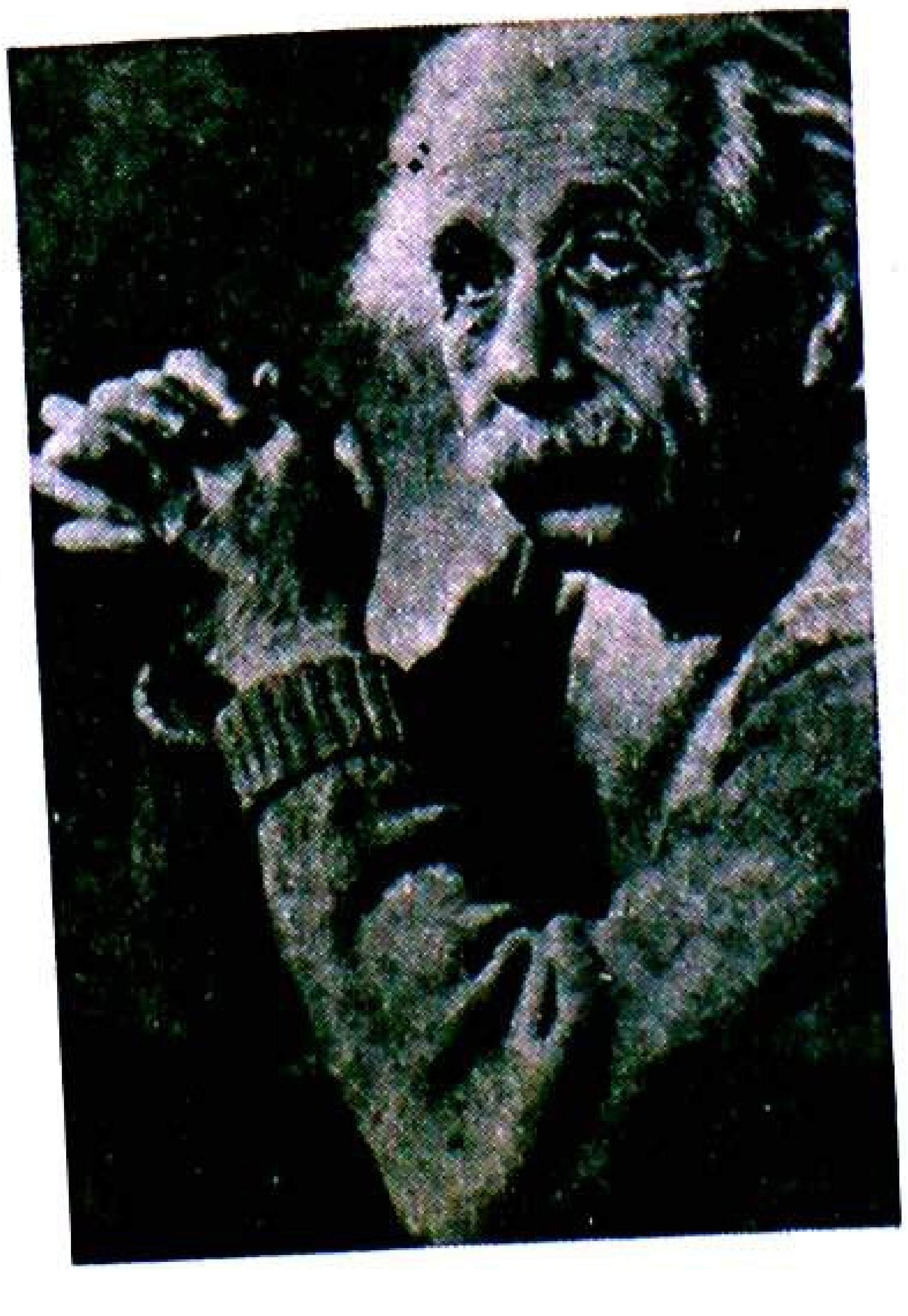

والمغرب

Marfat.com

المشرق
صغیر

پھر کئی صدیوں کے بعد علم حکمت و فطرت سے بغلگیر ہو رہا ہے

پیدائش:
۲۵ اگست سنہ ۱۸۸۸ء

وفات
۲۷ اگست سنہ ۱۹۶۳ء

علامہ عنایت اللہ خان المشرقی علیہ رحمۃ اللہ

ایم اے (کینٹب) بی-ایس-سی، بی-ای-او-ایل، ایف-آر-ایس (آرٹس) آئی-ای-ایس (ریٹائرڈ)

ایف-اے-ایس (پیرس)، ایف-جی-ایس (پیرس)، رینگلر و سکالر (کرائسٹ کالج کیمبرج) ممبر انٹرنیشنل کانگرس آف

اورینٹلس سابق انڈر سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا

جنھوں نے علم ریاضی، سائنس، انجینیری اور علوم شرقیہ میں بین الاقوامی مقابلہ کیا اور رینگلر کا خطاب حاصل کیا

نیز

زمانۂ طالب علمی میں اور پھر سنہ ۱۹۲۶ء میں محترم البرٹ آئین سٹائن کو قرآن حکیم کی حکمتوں سے روشناس فرمایا۔ (حدیث القرآن)

Marfat.com

مشرق ایٹمی سائنس کے کئی محاکمات میں مغرب سے سبقت حاصل کر رہا ہے

پروفیسر عبد السلام، المتوطن جھنگ

پیدائش: ۱۹۲۶ء

پروفیسر نظری طبیعات وصدر نشین امپیریل کالج لندن یونیورسٹی۔ ناظم بین الاقوامی مرکز نظری طبیعات اٹلی۔ فیلو آف رائل سوسائٹی۔ انگلینڈ۔

جنھوں نے

"کوانٹم برقی حرکیات" پر بڑے اساسی نظریات پیش کیے اور دنیائے طبیعات میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ نیز دو موقعوں پر انھوں نے بنیادی ذرات کے نظریات میں انتہائی اعلیٰ درجے کے اضافے کئے۔ "نیوٹرینو کی صفر ساکن کمیت اور کمزور تعاملات میں مساوات کے غیر بقائی اثرات" پر ایک گہرے اور قریبی تعلق کی موجودگی کا نظریہ پیش کیا۔ اور اس کے طرز عمل اور خصوصیات سے متعلق بہت سی پیش گوئیاں کیں جو انجام کار صحیح ثابت ہوئیں۔ مزید ایک بنیادی نظریہ پیش کیا کہ بنیادی ذرّات کے قوی تعامل سے واحدانی تشاکل کو مکمل ہونا چاہیئے۔ چنانچہ تحقیقات کے بعد سارے میسون ذرّات دریافت ہوگئے اور نظریے کی تصدیق ہوگئی۔

کتابِ مبین

۵

مصنّف کتاب

احقر العبا[redacted]

خاکسار

عزیز احمد عزیز قاضی

المتوطن — خوشاب

ضلع سرگودھا

مغربی پاکستان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

تخلیق انسان کا مقصد !

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ــــــــ ۝ ۱۱۵:۲۳

ترجمہ: کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمھیں بے فائدہ پیدا کیا ہے ؟ (حالانکہ ہم نے تمھیں سمع و بصر اور افئدہ کے حیرت انگیز اعجاز بخش کر کتاب بھی عطا فرمائی اور حکمت بھی بخشی تاکہ اس کائناتِ ارضی میں حکمران خلیفہ بنے رہو۔ نیز اپنے حُسنِ عمل سے میدانِ خلّاقی میں حیرت انگیز کارنامے دکھا کر جزا و سزا کے دن اپنا بہترین نامۂ اعمال پیش کر سکو۔ تو کیا اس مقصدِ عظیم کے بعد بھی) تُم یہ خیال کرتے ہو کہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے ــــــــ ہاں تو وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا لٰعِبِیْنَ ط (۱۶:۲۱) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو مخلوق اُن دونوں کے اندر موجود ہے۔ کُل کو لہو و لعب کے لیے قطعاً پیدا نہیں کیا۔ اگر ہم چاہتے کہ اسے کھیل ہی بنا دیا جاتا تو ایسا بھی کر سکتے تھے۔ لیکن ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ حق سے جھوٹ کا سر کُچل دیا جائے۔ اور جھوٹ تو نابود ہو ہی جاتا ہے۔ لہٰذا (یہ سمجھتے ہوئے کہ کائناتِ سماوی و ارضی کی ہر نوع اور جنس فی الحقیقت کھیل اور تماشہ نہیں بلکہ اُن کے اندر خلّاقِ عظیم تعالیٰ کی لاتعداد حکمتوں، معرفتوں اور برکتوں کے اعجاز یقیناً مستور ہیں۔ تو پھر اے بنی نوع انسان اگر تُم اِن سے فائدہ اٹھانے کی کوئی تگ و دو نہیں کرتے) تو اس بدکاری کے بدلے یقیناً تمھارے لیے خرابی ہے۔ وَلَکُمُ الْوَیْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝ ۱۸:۲۱ ــــــــ لہٰذا اس واضح اعلان کے بعد بھی اگر انسان یہ گمان کرتا ہے کہ خدا دُنیا اور آخرت میں اُس کی مدد نہیں کریگا تو اسے چاہیئے کہ اوپر کی طرف چھت سے ایک رسّی باندھ کر اُس سے اپنا گلا گھونٹ لے۔ (قرآن حکیم ۱۵:۲۲)

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ

Marfat.com

پیش لفظ

علم فطرت کے چار استفسارات

اوّل

کیا یہ سامنے نظر آنے والی تمام کائنات بے حقیقت بلا حکمت اور باطل ہے ؟

دوم

کیا حکمت و سائنس عین علم فطرت ہے اور ارتقائے انسانی کے لیے ازبس ضروری ہے ؟

سوم

کیا قرآنِ حکیم کی آیات سب کی سب آیاتِ بیّنات ہیں اور اُن کی مکمّل تفسیر قرنِ اوّل میں ممکن تھی۔ اگر نہیں تو کیا آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات کی کوئی فہرست آج تک مُرتّب کی گئی ؟ نیز اُن میں حکمتِ خداوندی کے کیا کیا اعجاز مستور رہیں ؟

چہارم

کیا قرآنِ عظیم میں کِتٰبُ اللہ اور حکمت کی دو مستعملہ اصطلاحات مترادف الفاظ ہیں ؟ دینِ فطرت کے جوابات اور ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ! یہی چار سوالات اس کتاب کے محور پر گھوم رہے ہیں

احقر العباد

عزیز طٰہ عزمی ۱۲ عفی عنہ

Marfat.com

اوّل

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(۳ : ۱۹۱)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلافات میں علم و دانش رکھنے والے لوگوں کے لیے ضرور بالضرور کئی اعجاز اور نشانات مستور ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (تسخیر کائنات اور اپنے حفظ و دوام کے لیے) اُٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے لیٹے فطرتِ خُدا کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی مخلوقات اور پیدائش کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ اور بالآخر جب کسی معاملہ میں وہ تلاش و تفتیش کے کسی مرحلے پر پہنچ جاتے ہیں۔ تو حیرت سے پُکار اُٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے اِن تمام پیدائشوں کو بے فائدہ اور باطل ہرگز نہیں بنایا۔ (ہم ان معجزات کو دیکھکر تسخیر کائنات کی منزلوں کو طے کریں گے اور اپنی سلامتی اور اپنے حفظ و دوام کے لیے ہر ایک سے کام لے کر تیری ملاقات کے لیے ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے رہیں گے۔) تیری ذات پاک ہے۔ (اس لیے ہم بھی پاک رہنے کی تمنّا رکھتے ہیں۔ یہی پاکیزگی ہر قسم کی آگ سے خواہ وہ ایٹمی آگ ہی کیوں نہ ہو اور جس کا عذاب مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔ یعنی عناصر سے پہنچنے والا عذاب مُراد لیا جاسکتا ہے۔ بچا سکتی ہے۔) پس ہمیں ہر قسم کی آگ کے عذاب سے بچا۔

غور فرمائیے کہ آج وہ کون سی اُمّت ہے جو زمین و آسمان کی پیدائش اور رات دن میں تبدیلیوں سے پیدا ہونیوالے اثرات نیز تمام انواع و اقسام کی مخلوق پر غور و فکر کر رہی ہے۔ اور اس کائنات کی ہر چیز کو باطل نہ سمجھتے ہوئے نہ صرف اپنے روزمرّہ کے کام کاج سنوار رہی ہے بلکہ تسخیر کائنات کے ضمن میں ہر آن حیرت انگیز ارتقائی منزلیں طے کر کے بہترین مخلوق بننے کی دُھن میں سرشار ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِي الْأَبْصَارِ

Marfat.com

دُوئَم

حکمت عربی لفظ ہے جس کے بالمقابل انگریزی لفظ سائنس ہے۔ (SCIENCE)
ہمارا خُدا عَزِیزُ الْحَکِیم یعنی بہت بڑا سائنس دان ہے۔ ہمارا قُرآن بھی وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیم ہے
یعنی یہ شہادت اور قسم سے دعوٰی ہے کہ قرآنِ عظیم بھی حکمت و سائنس سے پُر ہے۔
ہمارے پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق بھی کتابِ خدا کا یہ دعوٰی ہے کہ ---------
یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ گویا جنابِ رسالت مآب
بھی تمھیں پاک کرنے کے بعد کتابِ خُدا کے علمِ فطرت اور حکمت و سائنس کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسا علم بھی
سکھاتے ہیں جو تم پہلے ہرگز نہ جانتے تھے۔
ادھر انسانی ارتقا کے لیے خدا کی عظیم الشّان بخشش بھی حکمت و سائنس تبلائی گئی ہے۔ یعنے
وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ۝ جس کو ہم حکمت و سائنس کا علم بخشتے ہیں اسے حقیقت
میں انسانی فلاح وبہبود کے لیے بے شمار انعامات اور خیر وبرکت کے خزانے بخش دیے جاتے ہیں۔

گویا خدا کی نگاہ میں انسانیت کے لیے

سب سے بڑا انعام حکمت و سائنس کا علم ھے جس سے نہ صرف تسخیرِ کائنات
ممکن ھے بلکہ بنی نوع انسان کی سلامتی، فلاح وبہبود اور حفظ و بقا بھی
وابستہ ھے ———— **غور فرمائیے کہ آج**

اس کائنات میں وہ کون سی اُمّت بستی ہے جس کا اوڑھنا اور بچھونا فقط علمِ حکمت و سائنس ہے۔ اور اس
کے طفیل اقوامِ عالم کو خیرِ کثیر سے نہال کر رہی ہے۔ اپنی حکمت و سائنس سے نہ صرف ایک معمولی سوئی سے
لے کر بڑی بڑی ملوں کی ایجاد کر رہی ہے بلکہ تسخیرِ کائنات کے لیے ارتقائی منزلوں کو طے کرکے زمین سے
پھاند جانے اور آسمانی کُرّوں تک پہنچ کر وہاں کی مخلوقِ خُدا کو اپنے تسلّط میں لانے کی دُھن میں سرشار
ہے ———— نہیں بلکہ دیا سلائی کے مسالے سے لے کر انسانی صحت کی ہر دوائی کو اکنافِ عالم تک
پہنچا رہی ہے۔ اور دُنیا میں فیضِ عام کا سرچشمہ بن رہی ہے۔

Marfat.com

سُوئم

هُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَ اُخَرُ
مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ
الۡفِتۡنَةِ وَ ابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ وَ مَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؕۘ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی
الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝

ترجمہ: وُہی خدا تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی جس کی بعض آیتیں بے حد حکمت آموز (محکمات) ہیں وہی اُمّ الکتاب یعنی کائنات کا اصل راز افشا کرتی ہیں۔ اور بعض دوسری متشابہ ہیں۔ (جن سے شبہ گزرتا ہے کہ اِن میں بظاہر کوئی حکمت نہیں۔) اور جن لوگوں کے دلوں میں کمیٔ علم و عمل کے باعث کجی ہے وہ آیاتِ متشابہات کا اتباع محض اس لیے کرتے ہیں کہ اپنی باطل تاویل سے بنی نوعِ انسان میں فتنہ و شر برپا کر دیں۔ حالانکہ وہ اِن آیات کی اصل تاویل کو قطعاً نہیں جانتے، مگر اللہ۔ البتہ جو لوگ علم فطرت و حکمت میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم تو اِن سے امن و سلامتی بحال کیا کرتے ہیں۔ یہ سب کی سب آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور عبرت و ذکر تو عقلمندوں کے لیے ہی کارگر ہوتا ہے۔ (۳:۷)

فرمائیے! کیا

مسلمانانِ عالم نے آج تک قرآنِ حکیم و عظیم کی آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات کی کوئی فہرست مُرتّب کی ہے؟ اور اُن کی تاویل معلوم کرنے کے لیے کسی مقام پر فقہا اور "رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ" کا کوئی بورڈ قائم کیا ہے؟ تاکہ اُن مخصوص آیات پر غور و فکر کے بعد امن و سلامتی اور قومی غلبہ کی کوئی سبیل پیدا کی جا سکے۔ کیا ہمارے مفسّروں اور عُلما نے کتابُ اللہ کی تمام آیات کی تشریحات اور تفسیریں نہیں کیں؟ اور وہ اپنے زعمِ باطل میں یہی نہیں سمجھتے کہ قرآن عظیم کے تمام علوم کو تشریح اور تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے؟

اگر یہ حقیقت ہے تو بتلائیے

کہ آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات کہاں کہاں ہیں؟ ہر ایک کتنی تعداد میں ہیں؟ اور اُن کی علیحدہ علیحدہ فہرست فُلاں انسانی کتاب میں موجود ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے علما نے تمام آیاتِ قرآنی کو یکساں سمجھ کر یہ اعلان کر رکھا ہے کہ قرآن سمجھا گیا۔ اُس کی تشریح مکمل ہو چکی اور قرآن پر مزید غور و فکر کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ۔

Marfat.com

چہارم

قرآن حکیم وعظیم سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے بلند کردار بندوں کو یا الکتٰب عطا فرمائی یا الکتٰب اور حکمت یا پھر محض حکمت کی نعمت عطا فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (۲:۱۲۹) (۲:۶۴) یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (۲:۱۵۱) وَمَآ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ وَالْحِکْمَۃِ (۲:۲۳۰) وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ (۲:۲۶۹) یُعَلِّمُہُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ (۳:۴۸) مِنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ (۳:۸۱) الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا (۴:۵۴) اَلْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ (۴:۱۱۳) (۵:۱۱۰) بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (۱۶:۱۲۵) مِنَ الْحِکْمَۃِ (۱۷:۳۹) لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ (۳۱:۱۲) مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ (۳۳:۳۴) مُلْکَہٗ وَحِکْمَۃً (۳۸:۲۰) بِالْحِکْمَۃِ (۴۳:۶۳)

اِن تمام خُدائی فرامین سے ثابت ہوتا ہے کہ الکتاب اپنے مخصوص مطلب کے لیے نازل فرمائی گئی۔ اور حکمت اپنی جُداگانہ صفات لے کر نازل ہوئی۔ نیز الکتاب اور حکمت کی عطائیگی کے بعد خدا کا یہ ارشاد کہ توراۃ اور انجیل بھی عطا فرمائی۔ (۳:۴۸) مزید ایک عظیمُ الشّان راز افشا کرتا ہے۔ یعنی کتاب کے دو مختلف معانی ہیں۔ ایک کتاب کائناتِ فطرت پر مشتمل ہے۔ اور دوسری کتاب وہ ہے جو محض حروف و الفاظ میں نازل ہوتی رہی۔ اِن دو عطیّوں کے بعد حکمت کا تیسرا اور مُلکِ عظیم کا چوتھا نیز مَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ کا پانچواں عطیّہ بھی نوعِ اِنسانی کے برگزیدہ افراد پر نازل ہوا۔

اِن تمام عطیّات کے فرداً فرداً بیان ہونے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اِن سب کے معانی جُدا جُدا ہیں اور اِن کے اعمال و کردار بھی مختلف ہیں

غور فرمائیے!

موجودہ دَور کے مسلمانوں نے کتاب اور حکمت کے دو مختلف الفاظ کو ہم معانی اور ہم مطلب سمجھ کر صرف لفظی یا حرفی کتاب کو تو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے۔ لیکن حکمت کے عظیم الشّان علم سے بالکل کنارہ کشی کر رکھی ہے۔ اگر یہ واقعہ نہیں تو بتلائیے کہ اس دور کے مسلمانوں نے حکمت و سائنس کے وہ کون سے معجزات اقوامِ عالم کے سامنے پیش کیے ہیں جن کے ثبوت میں وہ فی الحقیقت حکمت شناس کا لقب پانے کے مستحق ہیں۔ اگر آج اُن سب کے پاس علمِ حکمت سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ تو سمجھ لیجئے کہ نہ تو وہ نوعِ انسانی کے لیے باعثِ خیر و برکت بن سکتے ہیں۔ اور نہ خود ہی مکافاتِ عالم کی سزا و جزا سے بچ سکتے ہیں۔ وہ فی الحقیقت ایک نااہل اور ناکارہ قوم بن کر رہ گئے ہیں۔ جن کی وقعت اس جلیل القدر اور عزیز الحکیم تعالیٰ خدا کے نزدیک کچھ باقی نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آج اس دُنیا میں یہی مُسلمان قوم تنگ دست ذلیل و خوار اور بھک منگی نظر آ رہی ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ۔

Marfat.com

بے علم، بے حکمت اور بے ہنر قوم کے چار الزامی سوالات اور ان کے جوابات

اوّل حکمت کے لفظ کے معانی ایسے علم کے نہیں جو فلاحِ انسانی کے لیے ٹھوس اسباب اور جملہ وسائل مہیّا کرتا ہو۔ زرعی، اقتصادی، معاشرتی، معالجاتی، اخلاقی اور ارتقائی افزائش کے لیے تحقیقاتی ذرایع سے مشینری اور آلات کی ایجادات حکمت کے مترادف نہیں۔ طبقاتُ الارض کی تحقیقات اور خلاؤں اور فضاؤں کی چھان بین کوئی حکمت نہیں اسلامی حکمت محض نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور کلمۂ شہادت تک محدود ہے یا زیادہ سے زیادہ استنجا کے تین ڈھیلوں میں مستور ہے۔

دوئم اگر عناصر کی حکمت کا نام ہی فی الحقیقت الحکمۃ ہوتا۔ تو عنصر کا لفظ قرآنِ حکیم میں ضرور موجود ہوتا۔ عناصر اور اُن کے مادوں کی حکمت فی الحقیقت مغربی سائنس کی پیروی ہے۔ یا محض مادہ پرستی ہے۔ نیز اگر عناصر اور اُن کے ایٹموں کی حکمت و سائنس ہی الحکمۃ کے مصداق تھی۔ تو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اِن کے متعلق کسی تجرباتی مکتب کسی لیبارٹری، ایٹمی بھٹّی یا دیگر کسی تحقیقاتی ادارے کی داغ بیل کیوں نہ رکھی؟

سوئم جبریل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل عقل و خرد میں نہ آنے والی مخلوق ہے۔ یا یہ ملائکہ میں سے بہت بڑے اور سردار ملک ہیں۔ ان کی مزید ماہیت کا علم نہ تو قرآنِ حکیم میں موجود ہے۔ اور نہ انسانی ذہن میں آسکتا ہے۔

چہارم ملائکہ بذاتِ خود کس نوع سے تعلق رکھتے ہیں ان کی ماہیت کا علم انسانی عقل سے بعید ہے۔ یا امکان میں نہیں ہے؟

ہم حتی الامکان قرآنِ حکیم کی روشنی میں اور اپنی کم تر علمی فراست سے ان سوالات کے جوابات فرداً فرداً حسب ذیل پیش کرتے ہیں اور مزید علمی استعداد رکھنے والوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔

Marfat.com

جوابات

اوّل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا" ترجمہ۔ جسے حکمت یا سائنس کا علم عطا کیا جاتا ہے اُسے فلاحِ انسانی کے بے شمار وسائل یقیناً بخشے جاتے ہیں۔"

خیر کے عظیم الشّان لفظ میں نوعِ انسانی اور کائنات کی امن و سلامتی کے تمام فلاحی اور ارتقائی وسائل شامل ہیں جن کی مدد سے کسی بھی شخص کے لیے بھلائی اور احسان کا ٹھوس لائحہ عمل تیار کیا جا سکتا ہے۔ قرآنِ حکیم سے حکمت کا عطیّہ مخصوص انداز میں اجتماعی طور پر اور براہِ راست انبیا علیہم السّلام پر ثابت ہوتا ہے۔ گویا یہ علم فی الحقیقت علمِ انبیاءؑ ہے۔ جسے اُمتیں حاصل کر کے کائنات میں نہ صرف اپنی سلامتی و حفاظت اور بقا و ارتقا کے جملہ اسباب پیدا کرتی ہیں بلکہ اپنے حکمتی اعمال سے کائنات کی سلامتی کے اسباب بھی ہر آن پیدا کرنے میں منہمک رہتی ہیں۔ قرآنِ عظیم سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکمت حضرت سلیمانؑ (۳۸ : ۲۰) حضرت داؤد علیہ السّلام (۲ : ۲۵۱) حضرت لقمانؑ (۳۱ : ۱۲) حضرت موسیٰ علیہ السّلام (۳ : ۸۱) و (۷ : ۱۴۵) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام (۳ : ۴۸) اور دیگر تمام انبیاءؑ کے علاوہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (۴ : ۱۱۳) کے حق میں نمایاں طور پر نازل ہوئی۔ اور جب ہم اِن اولوالعزم اور صاحبِ کردار انسانوں کے حالات، کمالات اور معجزات کو جو انھوں نے اپنے خداداد علم کے طفیل مخصوص حکمتی اعمال سے سرانجام دیے، نگاہوں کے سامنے لاتے ہیں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے نہ صرف خود بلکہ انجام کار اُن کی اُمّتوں نے بھی اُن کے حکمتی علم سے فیض پا کر عروج و فلاح کی منزلوں کو طے کرنے کے حیرت انگیز اعمال سرانجام دیے۔ پہاڑوں اور اُن کے عناصر یعنی پتھروں اور دھاتوں کو عظیم الشان ایجادات کے لیے موم بنا دینے کے حیرت انگیز نسخے پیش کیے۔ رُوئے زمین اور فضائے آسمانی کی مخلوقات جن میں جانور اور پرندے بھی شامل ہیں۔ سب کو زیرِ فرمان بنا لیا۔ (۳۸ : ۲۰) شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا کر دکھا دیا۔ ہواؤں اور کائنات کی دیگر طاقتوں اور توانائیوں کو زیرِ اثر کر کے اُن سے حیرت انگیز حکمتی کام لیے۔ مہینوں کے سفر مختصر وقتوں میں طے کر لینے کے کمالات پیدا کر لیے۔ (۳۸ : ۳۶) لکڑی سے اژدہا اور اندھوں کو بینا کر دکھایا۔

Marfat.com

خدا نے کرّوں کے انشقاق کو عبرت اور حکمتِ بالغہ سے تعبیر فرمایا۔(۶:۵۴) قرآنِ حکیم کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حکمت کے اجرا اور اس کی نشو و نما کے لیے بنیادی ضرورت ایک عظیم مملکت کے قیام کی ہے۔(۴:۵۴)،(۲:۲۵۱)، (۳۸:۳۵) گویا وسیع تر مالی ذرایع کے بعد ہی حکمت میں تحقیقات کی داغ بیل پڑتی ہے۔ خیراً کثیراً کے خدائی الفاظ میں انسانی زندگی کے وہ تمام ارتقائی اور فلاحی پہلو جن پر انسانی فلاح و سلامتی کا عظیم الشّان قصر تعمیر ہوتا ہے۔ شامل ہیں۔ محض نماز اور تسبیح ادا کرنے میں قطعاً کوئی مسلمانی نہیں کیوں کہ نماز اور تسبیح تو کائنات کی ہر چیز ادا کر رہی ہے۔ کُلٌّ مَنْ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ اس لیے باور کیا جائے کہ خنزیر ایسا ناپاک جانور بھی نماز اور تسبیح میں ہر آن مشغول ہے۔ نیز زمین کے پتھر اور دھاتیں جو بظاہر کچھ کھاتی پیتی نہیں۔ ابدالآباد تک طویل روزہ داری میں سرمست ہیں۔ زمین کے ثمردار اشجار اور اس کی اجناس زمین کی ابدی زکوٰۃ ثابت کرتی ہیں۔ اور بیت اللہ اور صفا و مروا کے پہاڑ اور پتھریلی اینٹیں اور وہاں کی فضاؤں میں اڑتی پھرتی نامحسوس مخلوق ہر سال فریضۂ حج سے سرشار ہو رہی ہے۔ لہٰذا اگر محض اِنہی امور سے حکمت مختص تھی تو پھر نوعِ انسانی پر حکمت کا بالخصوص نزول کیا معنی رکھتا ہے؟

ہاں! خدا کی نگاہ میں حکمت کا مطلب صرف وہی سائنس ہے۔ جو کائنات میں امن و سلامتی کی ضامن ہو۔ تخریبی سائنس کا نام خدا نے سحر رکھا ہے۔ مزید تشریح کے لیے کتاب کا مطالعہ فرمائیے۔

دوئم

یہ سوال فی الحقیقت تین مختلف شقوں پر مشتمل ہے۔

اوّل: عناصر کا قرآن حکیم میں ذکر

دُوم: عناصر اور اُن کے مادوں کی حکمت مادہ پرستی کے مترادف ہے۔

سُوم: عناصر اور اُن کے ایٹموں کی سائنسی تحقیقات خود حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ فرمائی؟

اوّل: اگرچہ عنصر بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی انسانی لغت میں "جڑ، اصل، مادہ، مصیبت، ارادہ، حاجت اور ضرورت کے ہیں"۔ گویا یہ لفظ زبانِ عربی میں کئی طرح استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اِن معانی میں چونکہ ایک معنی جڑ، اصل اور مادہ کے بھی ہیں۔ اس لیے اُردو زبان میں اس لفظ کا استعمال اُن مخصوص اشیاء پر بھی کیا گیا ہے جن سے کائنات کی ہر چیز تقویم میں آئی ہے۔ قرآن میں عنصر کے مترادف شئ کے لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ جس کی تشریح خدا کی اِن آیات سے بخوبی ہو سکتی ہے۔

(۱) اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ (۳۵:۵۲)

Marfat.com

کیا وہ بغیر کسی عنصر کے پیدا کیے گئے ہیں یا یہ خود (اس عنصر کو) پیدا کرنے والے ہیں؟

(۲) اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ وَھُمْ دٰخِرُوْنَ ○

کیا انہوں نے اس گوناں گوں مخلوق کو نہیں دیکھا جو خدا نے عناصر سے ہی پیدا کر دکھائی جن کے سائے دائیں سے بائیں کو اور بائیں سے دائیں کو لوٹتے رہتے ہیں۔ گویا خدا کے حضور میں عاجز ہو کر سجدہ ریز رہتے ہیں۔

(۳) اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ (۳۲: ۹)

جس نے تمام عناصر کو بہترین کردار اور اسلوب میں بنا دیا۔ اور انسان کی پیدائش بھی مٹی (کے عناصر) سے شروع کی۔

(۴) وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ ○

اور جن کو خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کوئی عنصر از خود بنا ہی نہیں سکتے۔ اور وہ خود بھی تو اُن عناصر سے ہی بنائے جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ خدا نے قرآن حکیم وعظیم میں عنصر کے بالمقابل صحیح حکمتی لفظ شَیْءٍ استعمال فرمایا ہے۔ اس لیے اشیاء کی ماہیت سمجھنے کے لیے حکمتی علم میں کمال درکار ہے۔ کیونکہ کائنات کی ہر چیز اشیا سے تقویم میں آئی۔ اشیا خالصتاً خدا کی عظیم الشّان صنعت ہیں اور انسان اشیا کو از خود بنانے سے کلّیتاً عاجز ہے۔ میز، کرسی، درخت، چارپائی اور حیوان وانسان فی الحقیقت خصوصی طور پر اشیا میں شمار نہیں ہوتے کیونکہ یہ سب بذاتِ خود بہت سی اشیا کے مُرکّب ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شَیْءٍ کے صحیح اور حکمتی معانی فی الحقیقت جڑ اصل یا جن سے مادہ ترکیب میں آتا ہے کے ہیں۔ اُردو زبان میں اصطلاحاً عناصر کو اشیا کے مترادف مقام دیا گیا ہے۔ ورنہ عربی قرآن کی نگاہ میں عناصر کے بالمقابل صحیح لفظ اشیا ہی ہے۔

دوم: اگر اشیا کا علم اور ان کے خواص کی تشخیص مادہ پرستی کے مترادف ہے۔ تو خدا کی حکمتوں سے ناواقف انسانوں کو نہ تو کوئی دوائی استعمال میں لانی چاہیئے جو عناصر سے ہی بنتی ہے۔ نہ گاڑی پر سوار ہونا چاہیئے جو مختلف عناصر یعنی پانی یا آکسیجن اور ہائیڈروجن کے دو عناصر کے علاوہ لوہا، تانبا، جست وغیرہ وغیرہ سے تیار ہوئی ہے اور جس میں دو گیسوں (پانی) کے ایٹموں کے انشقاق سے بھاپ کی صورت میں ایک ایسی طاقت پیدا کی جاری ہے۔ جو نوعِ انسانی وحیوانی کو ایک مقام سے دوسرے ایسے مقام تک لمحوں میں پہنچا رہی ہے۔ جہاں نہ تو گھوڑوں کی برق رفتاری اور نہ کسی اور جانور کی ذاتی طاقت پہنچانے کی استطاعت رکھتی ہے۔ مزید براں مٹی کے تیل سے

Marfat.com

پٹرول کی ایجاد اور اس سے لاریوں موٹروں اور ہوائی جہازوں کی برق رفتاری پیدا کرکے دنیا کے کام کاج سنوارنا بھی ترک کر دینا چاہیئے۔

اس لحاظ سے عناصر کی ماہیت اور خواص کے علم کو مادہ پرستی پر محمول کرنا اتنا ہی گناہ ہے جتنا کہ خدا کی قدرتوں سے انکار۔ اس لیے عناصر کے حکمتی اعمال سے ہی انسانی ارتقا و فلاح اور امن و سلامتی کے جملہ وسائل وابستہ نظر آتے ہیں۔ جن سے پہلو تہی رکھنا، نوعِ انسانی کے لیے فی الحقیقت گناہِ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ (۳۲: ۹)

خدا نے تمام عناصر کو بہترین کردار عجیب تر خواص اور حیرت انگیز اسلوب میں بنایا یا خلق کیا۔ حضور رسالت مآب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں:-

رَبَّنَا اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ هِيَ ——— اے ہمارے رب! ہمیں عناصر کے حقایق سے آشنا فرما کہ وہ کیا کیا اور کس کس خواص و کردار سے ترکیب پذیر ہیں۔

لہٰذا قرآنی نگاہ میں اشیاء یا عناصر کی تشخیص ان کے حکمتی اعمال کی چھان بین عین دین فطرت اور ان سے امن و سلامتی اور تسخیر کائنات کے اسباب اور وسائل پیدا کرنا عین دین اسلام ہے۔ جب خلّاق عظیم تعالیٰ خود اپنی حکمت و صنعت عناصر اور ان کے ایٹموں یا اشیا اور ان کے نفسوں پر مرکوز رکھتا ہے تو انسانی حکمت کیوں نہ عناصر اور ان کے ایٹموں پر مشتمل ہو۔

سوئم: ہم سب شب و روز عناصر سے تیار شدہ صحت بخش ادویات استعمال کرتے ہیں۔ عناصر پر حکمتی اعمال سے روزانہ بجلی کی روشنی سے لطف اٹھاتے اور اس کی طاقت سے بڑی بڑی ملیں اور کارخانے چلاتے ہیں یہ عناصر کا اعجاز ہے کہ انسان آئے دن حیرت انگیز طاقتوں اور قوتوں کا موجد بن رہا ہے۔ کھانے پینے کی اشیا سے لے کر پہننے چلنے اور پھرنے کی چیزوں کو تیار کر رہا ہے۔ اگر عناصر میں حکمتِ خدا مستور نہ ہوتی تو یہ تمام نعمتیں اور فوائد کیونکر میسّر آ سکتے۔ یہ حیرت انگیز مشینیں یہ فائدہ بخش ملیں اور خیر کثیر بخشنے والے کارخانے یہ شفا بخش ادویات اور ان کی حکمت آموز لیبارٹریاں کیوں کر وجود میں آتیں۔ آج عناصر کے ایٹموں سے ایٹمی توانائی نور اور قوت سے بھرپور قدرت حیات بخش اشعاع اور شافی علاجات عمل میں لائے جا رہے ہیں۔ اگر یہ حکمت و سائنس نہ ہوتی تو فیضِ عام کا یہ چشمہ کیونکر پھوٹ سکتا تھا۔ آج فصلوں کی افزایش اور اجناس میں حیرت انگیز قوت ایٹمی توانائی سے پیدا کی جا رہی ہے۔ انسانی بود و باش کے وسائل اور ارتقائے انسانی کے کئی ذرایع اسی ایٹمی توانائی کے مرہون احسان بن رہے ہیں۔

یہی عناصری حکمت علم الاشیا سے وابستہ ہے۔ اگر فی الحقیقت یہ حکمت نہیں تو محض استنجوں اور ڈھیلوں کی

Marfat.com

حکمت کو ہی حکمت کے عظیم ترنام تک محدود رکھنا کون سی دانائی ہے۔

یہ سوال کہ اس حکمت کی ابتدا خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حینِ حیات میں کیوں نہ فرمائی فی الحقیقت ایک اہم سوال ہے۔ ہم قرآنی نظریات کے تحت یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حکمت کی تحقیقات کے لیے بنیادی ضرورت ایک وسیع اور عظیم تر سلطنت کے قیام کی ہے۔ فی سبیل اللہ کی حدود میں وہ تمام اخراجات شامل ہیں جن سے انسانی فلاح و بہبود کے ٹھوس نتائج اخذ کیے جائیں۔ ایسے وسائل کو بروئے کار لایا جائے جس سے ملّتِ اسلامیہ کو نہ صرف استحکام حاصل ہو بلکہ اس کی سلطنت میں دوام بھی قائم رہے۔ قوم میں صحیح علمی شعور اور تجرباتی ارتقا کے وسائل قائم رہیں۔ اس لیے ان وسائل کو بروئے کار لانے کے لیے گراں قدر اخراجات کی ضرورت ہے۔ جو محض ایک عظیم مملکت کے قیام سے ہی ممکن ہے۔ حکمت کو ایک مستقل نظام کے تحت رواں دواں رکھنے کے لیے سرمائے کا انتظام اسی سے ممکن ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی جناب سے الکتاب اور الحکمۃ کا علم بخشا گیا۔ (یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ) کتاب سے علم کا بحفاظت قائم رکھنا مُراد تھا۔ فوری ضرورت اس امر کی تھی کہ اس عظیم الشان علم کو بحفاظت اُمّت تک پہنچا دیا جاتا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس علم کی پرورش اور افزائش کے لیے ایک مستحکم مملکت کی بنیاد رکھی جاتی۔ چنانچہ یہ دونوں اہم کام خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیّبہ میں سرانجام دے دیے۔ اُن کے فرائض ختم ہو گئے۔ جو کچھ ان پر نازل کیا گیا تھا انھوں نے اُسے باتمام و کمال اُمّت کے حوالے کر دیا اور اس فریضہ میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ اس کے بعد یہ کام اُمّت کے ذی شعور علما کا تھا کہ حکمت کے معجزات کو اُجاگر کرنے کے لیے اپنی سلطنت کے سرمائے کو اور علم الاشیا کی تحقیقات میں اپنے تمام ذہنی اور شعوری قوا کو کام میں لاتے۔ اور نسلِ انسانی کے لیے خیرات کے لاتعداد وسائل اور اسباب پُوری سرگرمی سے مہیّا کرتے۔ آج اگر اُمّتِ مرحومہ کئی صدیوں کے بعد حضرت علّامہ محمد الفارابی، علّامہ المسعودی، امام ابنِ ماجہ، امام بو علی سینا، علّامہ ابو موسیٰ جابر، علّامہ ابوالقاسم، علّامہ رازی، علّامہ البیرونی اور علّامہ ابن النّفیس ایسی شخصیتوں اور حکمت شناس ناموران کے بعد حکمت و سائنس سے کلّیتہً نابلد و ناآشنا ہو چکی ہے۔ تو اس میں قصور الکتاب اور الحکمۃ کا نہیں بلکہ موجودہ ناہنجار اور کم فہم اُمّتِ مسلمہ کا ہے۔ جو حکمت کے عظیم علم کو اپنے لیئے دینی جزو سمجھنے سے بھی قاصر رہی ہے اگر یہ جواب صحیح تصوّر نہیں کیا جاسکتا تو خدارا خدائے عظیم و برتر کی اس آیت پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کیجئے اور اپنے سوال کا جواب اسی میں تلاش فرمائیے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَاؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ

Marfat.com

قَبۡلِكُمۡ ثُمَّ اَصۡبَحُوۡا بِهَا كٰفِرِيۡنَ ○ (۵:۱۰۱)

مومنو! ابھی عناصر کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر (ان کے حقایق) تم پر (ابھی) ظاہر کر دیے جائیں۔ (تو ممکن ہے) کہ تمھیں (ان کے اچھے اور بُرے اعمال کے ڈر سے) بُرے محسوس ہوں (اور آیندہ جا کر عناصر کے حیات انگیز حقایق سے بھی انکار کر جاؤ) اور اگر دورانِ نزولِ قرآن (عناصر) کے متعلق استفسار پر اصرار کرو گے تو ان کی ماہیت بتلائی بھی جا سکتی ہے۔ (یا انھیں تم پر ظاہر بھی کر دیا جائے گا) مگر فی الحال) خدا نے ان کے بتلانے سے درگزر ہی فرمایا ہے۔ اور خدا تو بہت بڑا پردہ پوش اور حقایق اشیا کو بڑی بردباری سے بہت دیر بعد ہی افشا کرنے والا ہے۔ (غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ) یقیناً تم سے پہلے بھی (ایک جلد باز) قوم نے عناصر کے متعلق اسی قسم کا سوال کیا تھا۔ پھر جب (ان کو عناصر کے اچھے بُرے حقایق و اسرار بتلائے گئے) تو (عناصر کے ہیبت ناک ایٹمی اعمال کی وجہ سے) اُن سے انکار کر گئے۔ اور (اچھے اور حیات انگیز حقایق سے بھی) کافر بن گئے۔"

اب فرمائیے کہ قرآن عظیم کا نزول تو جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحاتِ حیات تک ہوتا رہا۔ اسی دور میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کے لیے قرآن کی نعمتِ عظمیٰ اور ایک عظیم الشّان سلطنت اور قوم کے حفظ و قیام کی تگ و دو میں مصروف رہے۔ اس لیے لازم تھا کہ خدا کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ علم الاشیا ملّتِ اسلامیہ کو ایک دن ضرور عطا فرمائے گا۔ فی الحقیقت آنے والی نسلوں کے لیے ایک عظیم الشان خبر تھی۔ جسے کم فہم اور قرآن سے مسلمان گزشتہ تین چار صدیوں سے قطعاً بھول چکا ہے۔ اور آج اپنی بے علمی کے طفیل یا عدم تحقیقات کی وجہ سے مغرب کی دہلیز پر کھڑے ایک گداگر کی صورت میں زندگی کے دن کاٹنے پر مجبور ہے۔

فَاعۡتَبِرُوۡا يٰۤاُولِي الۡاَبۡصَارِ۔

سوئم

جبریل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل کی ماہیّت اور ملائکہ کی تشخیص

مُفسّرینِ اسلام نے ان چار ناموں کو بھی ملائکہ پر مشتمل قرار دیا ہے۔ لیکن جیسا کہ اس کتاب میں دوسرے مقام پر مفصّل تشریح کے ساتھ پیش کیا جائے گا کہ یہ چار حقیقتیں ملائکہ سے بہت بلند شخصیت رکھتی ہیں۔ اور یہ چاروں

Marfat.com

خُدا کی براہِ راست قدسیہؔ قدرتیں ہیں جن کے اعمال ایک دوسرے سے حیرت انگیز طور پر مختلف ہیں ۔ ہماری تحقیقات میں ان کے نام بھی فی الحقیقت صفاتی انداز کے حامل ہیں ۔ یعنی ان قدرتوں کے نام سے ہی ان کی صفات مترشح ہوتی ہیں ۔ انسانی لغت بھی اس سلسلے میں ہماری بہت حد تک رہبری کرتی ہے ۔ اس لیے سب سے پہلے ہم انھیں معنوی لحاظ سے پیش کرتے ہیں :۔

۱ ۔ جبریل اس قدسیہ قدرت کے نام مختلف انواع سے آئے ہیں مثلاً :۔

(۱) جَبْرَئِل (۲) جِبْرَئِیْل (۳) جِبْرِیْل (۴) جِبْرَائِیْل (۵) جِبْرَائِل ہم اس نام کو دو لفظوں کا مشتق سمجھتے ہیں یعنی جَبَرَ اور اِیْلُ ——— جَبَرَ کے معنی غالب ۔ زبردست ۔ طاقتور ۔ باندھنے اور جمع رکھنے والی طاقت ۔ مال و دولت سے بھرپُور ۔

اِیْلُ کے معنی خدا کی ایک خصوصی قدرتِ قدسیہ ۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے ۔ جو عربی میں استعمال ہوا ۔ لہٰذا اس نام کا صحیح مطلب خدائے قدوس کی وہ قدسیہ قدرت ہے جو بے حد زبردست طاقتور اور علمی اور غیبی مال و دولت سے بھرپُور ہے جس کی عام صفت جمع کے نشان + پر مشتمل ہے ۔ افئدہ یعنی دل و دماغ کی تمام طاقتوں کو اجاگر کرتی ہے ۔ ایسے امور کا دروازہ کھولتی ہے ۔ جن کا علم کسی کو پہلے نہیں ہوتا ۔

۲ ۔ میکائیل اس قدسیہ قدرت کے نام مختلف انداز میں یوں آئے ہیں :۔

(۱) مِیْکَالَ (۲) مِیْکَائِیْل (۳) میکائِل (۴) مَکَائِل

یہ لفظ مندرجہ ذیل الفاظ سے مشتق نظر آتا ہے :۔

اوّل ——— مِکْیَالَ بمعنی پیالہ نما برتن اس سے مِکْیَال + ایل بنے گا جو میکائل ہوگا ۔

دوم ——— مِکْیَال بمعنی تقسیم کا پیمانہ اس سے مکیال + ایل بنے گا جو مَکَائِل ہوگا ۔

سوم ——— مَکَّ بمعنی کم کرنا ، نفی کرنا ۔ اس سے مَکَّ + ایل بنے گا جو مَکَّائیل ہوگا ۔ یا مِیْکَالَ اور میکائیل ہوگا ۔

غرضکہ ایل یعنی خدا کی خصوصی قدرتِ قدسیہ کے ساتھ ان میں سے کوئی لفظ بھی ملانے کے بعد تقریباً یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی یہ مخصوص قدرتِ قدسیہ جو قدرتِ جبریل کو تقسیم کرتی ہے یا اسے اپنے پیمانۂ تقسیم سے باہر خارج کرتی ہے یا وہ قدرت جو جبریل کی قُدرت کو تقسیم ÷ کر کے ایک مقررہ حساب اور انداز سے آگے پہنچا کر توانائی اور روشنی کا باعث بنتی ہے ۔ اس لیے اس حیرت انگیز نام سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ جبریل اور میکائیل کا وجود ایک ہی مقام پر ہے ۔ ان میں چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ جبریل ایک قدرت ہے ۔ جو دوسری پیالہ نما قدرت میں محفوظ ہے ۔ خدا نے قرآن میں اکثر مقامات پر ان دونوں کے نام یکجا لیے ہیں ۔ یعنے

Marfat.com

جِبْرِیلَ و مِیکَالَ۔ گویا یہ دونوں قُدرتیں فطرت کے ایک ہی مقام پر اپنا وجود قائم رکھتی ہیں۔ بہرحال میکائیل کا لفظ بے حد قابلِ غور اور مزید تحقیقات طلب ہے۔

۳۔ اسرافیل یہ نام بھی دو لفظوں سے مشتق ہے۔

(۱) اسراف + ایل

اسراف کے معنی گھٹانا۔ خرچ کرتے رہنا۔ منفی کرنا اور ایل کے معنی خدا کی مخصوص قدرتِ قدسیہ ہیں۔ گویا اس کے صفاتی معنی منفی کرنے والی مخصوص قُدرتِ قدسیہ کے ہیں۔ جو قدرتِ قدسیہ جبریل سے تقسیم ہو جانے والی قدرت کو منفی کر کے اپنے عمل کو روشن کرتی ہے۔ اور یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کے عین مرکز میں ایک عظیم طاقتور اور زبردست قدرت فلاں مقدار میں جمع ہے۔ اور اسے تقسیم کرنے کے لیے ایک اور طاقت اسی کے پاس موجود ہے۔ جس کے طفیل اس عظیم قدرت کی توانائی تقسیم ہو کر اور انسانی نگاہوں کے سامنے روشن ہو کر محض نفی کو پیش کرتی ہے۔ (-) لہٰذا علمِ ریاضی کی حکمت سے یہ قدرت منفی کا اعجاز رکھتی ہے۔

۴۔ عزرائیل یہ لفظ مندرجہ ذیل الفاظ کا مشتق نظر آتا ہے:

(۱) عِزْرَئِیل (۲) عِزْرَایل (۳) عِزْرَ ئِل

یہ نام عَزَرَ اور ایل سے بنا ہے۔

عَزَرَ کے معنی مدد کرنا۔ روکنا۔ کسی طاقت کو زبردستی سے کسی کام پر ایک نظام کے تحت متعین کیے رکھنا۔ فرائض اور احکام کو بحفاظت چلائے رکھنا۔ اور ایل خدا کی مخصوص قدرتِ قدسیہ کا نام ہے۔ اس لیے یہ لفظ اصل میں عَزَرَایل ہے۔ جس کا مطلب حفاظت اور دفاع کی دو مختلف قدرتوں کی ایک مخصوص اجتماعی قدرتِ قدسیہ ہے۔ اس میں چونکہ زبردستی بھی ہے، اس لیے علمِ ریاضی کے حکمتی اشارات کے تحت اسے ضرب (×) کی خاصیت حاصل ہے۔

غرضیکہ جہاں تک تلاش و تجسّس مدد کرتے ہیں یہ چاروں نام عبرانی اور عربی الفاظ سے مشتق ہیں۔ عین ممکن ہے۔ عبرانی زبان میں یہ لفظ عربی زبان سے استعمال ہوا ہو اور فی الحقیقت اصل میں عربی لفظ ہی ہو۔ اکثر علمائے فطرت اور اولیائے کرام نے اِن کے دائرہ ہائے اعمال کو چار عالموں پر منقسم کر رکھا ہے۔ یعنی:

۱۔ عالَمِ جبروت

۲۔ عالَمِ ناسُوت

۳۔ عالَمِ الشہادۃ اور

۴۔ عالَمِ لاہوت

Marfat.com

بہرحال معاملہ خواہ کچھ ہی ہو یہ نام حیرت انگیز طور پر معنی خیز ہیں ـــــ مزید تشریح کتاب کے باب اوّل چہارم میں ملاحظہ فرمائیں۔

چہارم

مَلٰئِکۃ کیا ہیں؟

اس سوال کا سلسلہ سوال نمبر ۳ سے وابستہ ہے۔ اور ان دونوں سوالوں کے سمجھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ قدسیہ قدرتیں یعنی جبریل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل فی الحقیقت مخصوص توانائیوں کے منبع ہیں۔ اور ان سے جو صفاتی کردار و اعمال سرزد ہوتے ہیں ان کا نام مَلٰئِکۃ ہے۔ اصطلاحی معانی میں فرشتوں سے منسوب ہیں جو دراصل فارسی لفظ فرستادن سے بگڑ کر بنا ہے۔ گویا اس کے عام معنی بھیجی ہوئی طاقتیں ہیں۔ مَلَک کے معنی بذاتِ خود طاقت اور قوّت کے ہیں۔ ایک طرف قُدسیّہ قدرتوں کی ترتیب موجود ہے تو دوسری طرف ان کے ملائکہ کی صفیں کارفرما ہیں یوں سمجھئے جیسے ایک ہاتھ کسی چیز کو پکڑتا ہے، لیکن اس میں جو قدرت اس چیز کو پکڑنے کے لیے فی الفور آموجود ہوتی ہے۔ وہ بذاتِ خود ہاتھ نہیں بلکہ ہاتھ کو حرکت اور طاقت بخشنے والی ایک قدرت ہے۔ اس لیے اس مثال سے یوں سمجھنا چاہئے کہ قدرت بذاتِ خود ایک علیحدہ نوع ہے۔ اور جس عضو یا جسم میں وہ طاقت و حرکت پیدا کرتی ہے وہ ایک علیحدہ نوع ہے۔

خدا کی چار قدسیہ قدرتیں اجسامِ عالم میں اپنی موجوں، روؤں، اشعاع اور کششوں سے حیرت انگیز حرکت حرارت اور طاقت بہم پہنچا رہی ہیں۔ یہی موجیں، روئیں، اشعاع اور کششیں حیرت انگیز ملائکہ ہیں۔ یہی وہ طاقتیں ہیں جن سے ہمارے نامہ ہائے اعمال اور ہماری شکل و صورت معہ کلام و حرکت قلم بند ہو کر لوحِ محفوظ کے دفاتر علّیین اور سجّین میں محفوظ ہو رہی ہے۔ یہی وہ طاقتیں ہیں جن کو انسان نے اپنے سامنے سجدہ ریز کر رکھا ہے۔ اور آج ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے حیرت انگیز آلات میں کارفرما کر رکھا ہے۔ اپنے ہر کام کاج میں ان سے ایک طاقت حاصل کی جا رہی ہے۔ اور ہم سب ایک زندہ مخلوق تصوّر کیے جا رہے ہیں۔ روزِ ازل سے ملائکہ کی سجدہ ریزی اسی غرض و غایت کے لیے عمل میں لائی گئی تھی۔

غور و فکر کے بعد یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات کی سلامتی کے لیے خدا کی ذات والا صفات نے کہیں

Marfat.com

جبریلی ملائکہ، کہیں میکائیلی ملائکہ، کہیں اسرافیلی ملائکہ اور کہیں عزرائیلی ملائکہ کے لشکر کے لشکر پھیلا رکھے ہیں جو اس کائنات کی ہر نوع میں حرکت خیز ہیں - ایک ایٹم سے لے کر کائنات کے بڑے سے بڑے کرّے میں ان کا عمل و دخل موجود ہے -

مُردہ اجسام ملائکہ کی طاقت سے گفتگو یا بُول چال کر سکتے ہیں - اور عناصر میں اپنے اعجاز پیش کرنے میں یہی ملائکہ پیش پیش ہیں (۶ : ۱۱۱) ملائکہ ہمارے اعمال و کردار اور ہماری گفتگو اور حرکات وغیرہ محفوظ کر رہے ہیں (۸۳ : ۱۲) اور (۸۲ : ۱۹) و (۴۱ : ۲۰) فرشتوں کی پہچان اور ان کو دیکھ اور سمجھ لینا انسان کے بس میں ہے - (۲۵ : ۲۱) فرشتے زیوروں میں پرورش پاتے ہیں (ہر چمکنے والی چیز کو جسے انسان اپنی خوبصورتی کے لیے پسند کرتا ہے زیور کہا جاتا ہے - نیز یہ زیور اکثر دھات پتھر موتی سے تیار ہوتے ہیں - اس لیے ملائکہ کی اکثریت ان اشیاء میں موجود ثابت ہوتی ہے -) (۴۳ : ۱۹) کائنات میں ایسے ملائکہ بھی ہیں جو ہمیں اس وقت تک فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک کہ خدا کی طرف سے کسی مخصوص شخصیّت پر ان کے لیے تجلّیات کا حکم نہ ہو جائے - (۵۳ : ۲۶) جبریل و میکائیل بذاتِ خود ملائکہ نہیں بلکہ ملائکہ اپنی مخصوص اور علیحدہ انواع میں ان کے ساتھ وابستہ ہیں (۶۶ : ۴) (۲ : ۹۸) ملائکہ کا کوئی وزن نہیں لیکن اس کے باوجود وہ زمین پر دباؤ ڈال سکتے ہیں - نیز زمین پر دباؤ ڈالنے والے باقی ارضی اجسام بھی ہیں جو زمین پر ہر لحظہ دباؤ ڈال رہے ہیں - (۱۶ : ۴۹) قرآنِ حکیم میں ملائکہ کے مندرجہ ذیل نام صفاتی لکھے ہیں اور ان سب سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ان کی ہیئیت اور تشخیص فی الحقیقت موجوں، رووں، اشعاع اور مختلف کششوں سے مماثل ہے - مثلاً :-

(۱) مُعَقِّبٰتٌ (۲) مُقَسِّمٰتٌ (۳) مُفَصَّلٰتٌ (۴) مُمسِکٰتٌ (۵) مُوْرِیٰتٌ (۶) نٰازِعٰتٌ
(۷) نٰاشِطٰتٌ (۸) نٰاشِرٰتٌ (۹) فٰارِقٰتٌ (۱۰) اَقْوٰاتٌ (۱۱) مُرْسَلٰتٌ (۱۲) مُتَّخِذٰاتٌ -
(۱۳) مُتَصَلِّتٰاتٌ (۱۴) مُسَخَّرٰاتٌ (۱۵) مُصَدِّقٰاتٌ (۱۶) مُطَوِّیٰاتٌ (۱۷) مُعصِرٰاتٌ -
(۱۸) مُدَبِّرٰاتٌ (۱۹) مُلقِیٰاتٌ (۲۰) صٰافّٰاتٌ (۲۱) سٰابِحٰاتٌ (۲۲) سٰابِقٰاتٌ
(۲۳) مُبَشِّرٰاتٌ (۲۴) نَفَقٰاتٌ وغیرہ وغیرہ

ان کی تشریح اور ان کے عام معانی باب چہارم میں ملاحظہ فرمائیں - اگر ہم ان سب الفاظ کے حکمتی معانی کو سمجھ سکیں تو ملائکہ کی صحیح ماہیت کا بخوبی علم ہو سکتا ہے - اجتماعی طور پر یہ امر بالکل صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ ملائکہ فی الحقیقت حیرت انگیز موجوں، رووں، اشعاعی لہروں اور کائناتی کششوں پر مشتمل ہیں - جن میں عظیم الشّان قوت اور طاقت موجود ہے - اور اسی قوت اور طاقت سے کائنات کا نظام و قیام اجسام کی معیشت اور بقا اور ان میں پیغام رسانی اور تخلیق و پیدائش وغیرہ کا حیرت انگیز سلسلہ قائم ہے - ان کے علاوہ اگر ملائکہ کی کوئی

86051 ~~68551~~

Marfat.com

اور بھی حکمتی اور فطرتی تشریح ممکن ہے تو ہم اس کے قائل ہیں۔

کتاب و حکمت کے متعلق دورِ حاضرہ کے چند عظیم الشّان انسانوں کے بیانات

حضرت علّامہ عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

قرآنِ حکیم ! مجھے یقین ہو چکا ہے کہ قانونِ خُدا اور امرِ ربّ العالمین کی حقیقت تک بہ تمام و کمال پہنچنے کے لیے قرآنِ حکیم سے بہتر، کامل تر اور صحیح تر آسمانی کتاب اس دُنیا میں کہیں موجود نہیں۔ سب آسمانی صحیفے اپنے اپنے وقتِ نزول سے آج تک کم و بیش لفظی تحریف کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے الفاظِ وحی رُوئے زمین سے کلّیتہً نابید ہیں۔ اکثر مرورِ وقت کے مطابق ردّ و بدل وارد ہو چکا ہے۔ حتّٰی کہ خود حاملانِ وحی کو اس حقیقت کا اعتراف ہے لیکن لفظی تحریف کا گناہِ عظیم انسان نے کم از کم اس کتاب کے بارے میں حتماً نہیں کیا۔ قرآنِ کریم کے مطالب اور مقاصد میں اگرچہ معنوی تحریف ہو چکی ہے۔ اس کا اصل اور نبوّی منشا جہلا اور علما کی متفقہ تاویل کے باعث اکثر خبط ہو گیا ہے۔ اس کے معانی پر بے حد شرعی اور فقہی غلاف پڑ چکے ہیں۔ اس کے کسی ایک امر ِمہم کا الٰہی مفہوم صحیح طور پر مسلمانانِ عالم کے ذہنوں میں باقی نہیں رہا۔ اس کے اوامر و نواہی پر اعتقاد آج صرف اقوال و افواہ تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کو لوگ جو کچھ مان رہے ہیں صرف زبانوں لفظوں پھونکوں اور استخاروں سے مان رہے ہیں، لیکن اس کے الفاظ بعینہٖ اور بالاصلہ موجود ہیں۔ انسان کا بڑے سے بڑا فریب بھی اب اِن کو بدل نہیں سکتا۔

مجھے یہ بھی یقین ہو چکا ہے کہ قرآنِ حکیم اپنی جامعیّت اور مانعیّت میں اپنی **حُجّت اور حکمت** میں اپنے علم اور خبر میں وہ فقید المثال کتاب ہے کہ اس کا علم انسانی دانست کے ہر ممکن معراج سے بالاتر ہے۔ سب آسمانی کتابیں قانونِ خُدا اور دینِ فطرت کے صرف بعض یا اکثر حصّوں کو پیش کرتی ہیں۔ مگر یہ نادرالوجود صحیفہ اُس کو بہ تمام و کمال

Marfat.com

پیش کر رہا ہے۔ انسانی معاشرت تمدّن، دنیاوی بہجت اور امن، علمی تقدم اور عمران، علمی فوقیت اور اقدام کا کوئی شعبہ نہیں جس کو حاصل کرنے اور برقرار رکھنے کے لیے اس کے اندر مکمل معنی خیز اشارات موجود نہ ہوں۔ تہذیب کے ہر مرحلے میں، عمران کی ہر منزل میں تقدم کے ہر قدم پر یہ کتاب انسان کے لیے سچی رہنما ہے۔ اس کی انگشت لامحالہ اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جس طرف بالآخر نقصان ہے۔ اجتماعی ضعف ہے۔ مجموعی موت ہے۔ اس کا بے خوف و خطر حکم اسی صراط مستقیم کی طرف ہے جس پر چل کر امن ہے خُلد و بقا ہے۔ نعمت اور عزّت ہے۔ اس کا ہر اہم ترین مطمح نظر امتوں کی اجتماعی حالت کی اصلاح ہے۔ لیکن اس مجموعی بست وکشاد کے ضمن میں اُس نے افراد کی شخصی فلاح کا دستور العمل بھی پیش کر دیا ہے۔ (جس کا نام حکمت ہے) اس کو روئے زمین پر بھیجنے والا وہ صاحبِ علم و خبر اور مالکِ سمع و بصر اور وہ عالم الغیب والشہادہ ہے کہ بنی نوع انسان کے انتہائی ارتقا کو ہزاروں بلکہ لاکھوں برس پہلے دیکھ رہا ہے۔ صدہا برس کے گزشتہ واقعات کی سند پیش کر رہا ہے۔ امن کے لوازمات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ خوف کے مقامات سے ڈرا رہا ہے۔ الغرض جو کچھ کہہ رہا ہے قوّت اور زور سے کہہ رہا ہے۔ یقین اور وثوق سے کہہ رہا ہے۔

فیلڈ مارشل محمدؐ ایوب خاں صدر مملکت پاکستان

سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم کیوں ضروری ہے؟

ایچی سن کالج لاہور کی عمارت کے افتتاح پر مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۶۴ء کو فرمایا:

اِس وقت پاکستان کو دو اہم مسائل کا سامنا ہے۔ اِن میں سے ایک مسئلہ عوام میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنا ہے۔ دوسرا سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کرنا ہے۔ ہمارے ہاں صنعتی تہذیب کو کوسنا ایک عام روایت بن گئی ہے۔ اور ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ انسانی ترقی میں یہ ناگزیر ہے۔ دنیا کے دوسرے حصّوں میں جو واقعات رُونما ہو رہے ہیں۔ ہم نہ تو اُن سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں اور نہ اُن سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکتے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ تمام افراد کو بنیادی طور پر مساوی مواقع فراہم ہوں۔ ہمیں نئی نسل کو خدمتِ خلق کے قابل بنانا ہے۔ فکری نکتۂ نظر اس لیے ضروری ہے کہ انسان فطرتی طور پر روایت پرست ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں ذہنی جمود ختم کرنا ہے، کیونکہ جو ہمارے بزرگوں کے لیے مفید تھا وہ

ہمارے لیے نہیں ہوگا۔ ہمیں اپنی اور دوسری تہذیبوں کی اچھی باتوں کو اپنانا چاہئیے۔ حکومت نے جو اصلاحات نافذ کی ہیں اُن میں سے اہم تعلیمی اصلاحات نافذ کی ہیں کیونکہ قابل افراد کے بغیر معیشت اس منزل تک نہیں پہنچ سکتی جہاں ترقی خود بخود ہوتی ہے۔ ہمیں دس بیس سال میں اتنی ترقی کرنی ہے جتنی دوسرے ملکوں نے کئی نسلوں میں کی ہے۔ بعض لوگوں میں صنعت کاری پر نکتہ چینی کرنا فیشن کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ لیکن ہم تبدیلیوں اور نئے حالات کے تقاضوں سے گریز نہیں کر سکتے۔ اس لیے وقت کی سب سے اہم ضرورت کہنہ روایات کی زنجیروں کو توڑنا ہے۔

ڈاکٹر نذیر احمد چیئرمین اٹامی کمیٹی

سائنس مذہبی عقاید کے منافی نہیں بلکہ قدرتی طاقتوں سے آگاہی اسی سے ممکن ہے۔

پاکستان میں سائنسی تعلیم اور ترقی کے ذرایع پیدا نہ کئے گئے تو یہ ایک قسم کی قومی خودکشی ہوگی۔ میں طلبا سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جب یونیورسٹی سے نکل کر عملی زندگی میں قدم رکھیں تو ملک کی خدمت کریں۔ اور سائنسی سرگرمیوں کو ترقی دیں۔ جدید معاشرے میں تعلیم صحت زراعت اور ملکی دفاع اور دوسرے کسی شعبے میں بھی سائنس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا سائنسی ایجادات کو بنی نوعِ انسان کے فائدے کے لیے استعمال کیا جانا ضروری ہے۔ اگر ان ایجادات کو نوعِ انسانی کی تباہی کے لیے استعمال کیا گیا تو یہ کوئی خدمت نہیں ہوگی۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس ملک میں بعض خود غرض پارٹیاں سائنس کی تعلیم کے خلاف مہم چلا رہی ہیں جس سے سائنس کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ مخالفوں کے دو اعتراض ہیں۔ اوّل یہ کہ سائنس مذہبی عقاید کے منافی ہے۔ دوسرے یہ کہ سائنس ثقافت اور تہذیب کی تباہی کا ذریعہ ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ سائنس قدرتی طاقتوں سے آگاہی حاصل کرنے کے سوا کچھ نہیں اور اصولاً سائنس کا مقصد نوعِ انسانی کی خدمت ہے۔ قرآن کی آیات جابجا یہ پیش کرتی ہیں۔ کہ مظاہرِ قدرت پر غور و فکر کرو۔ ثقافت اور تہذیب سے متعلق اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سائنس ثقافت کے خزانے میں اضافہ اور زندگی اور کائنات سے متعلق انسانی نقطۂ نگاہ میں وسعت پیدا کرتی ہے۔ طلبا کو چاہئیے کہ وہ سائنس کی تعلیم کا شرف حاصل کریں۔

Marfat.com

محترم عبدالصمد الازہری

ہم نے قرآنِ حکیم پر بروقت غور و فکر نہیں کیا آج ہم مغربی محاکماتِ سائنس کو

قرآنی خبروں پر منطبق ضرور کرتے ہیں مگر اُس کے مزید اشارات کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے

○

مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ سائنس کے جدید نظریات وغیرہ کو قرآن پر منطبق کیا جائے۔ اس کے باوجود بھی میں ایک بات عرصے سے محسوس کر رہا ہوں۔ لہٰذا جی نے چاہا کہ اس عنوان پر اپنے کچھ محسوسات قلم بند کر دوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کلام پاک ایک روحانی نسخہ ہے اُس نے فلسفیانہ مباحث میں کچھ زیادہ دلچسپی کا اظہار نہیں کیا مگر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس قبیل سے بھی کچھ نہ کچھ اشارات ہیں مگر ہم مسلمان اُن پر مطلع نہ ہو سکے۔ اور جب سائنس کسی چیز کو دریافت کر لیتی ہے۔ اور ہم کوئی ایسا اشارہ قرآن میں بھی پا لیتے ہیں تو کوئی مضایقہ نہیں کہ ہم یہ کہدیں کہ کلام پاک میں بھی اس کا ذکر ہے۔

میں مُعتزلہ یا نیچریوں کی طرح سے آیاتِ قرآنی کے توڑنے مروڑنے کا بھی قائل نہیں ہوں، لیکن اگر اسی پُرانے مفہوم کے مطابق جو ہمیشہ سے مسلمان سمجھتے چلے آ رہے ہیں۔ اور ظاہری الفاظ سے بھی کوئی نئی بات سمجھ میں آ جائے تو اس کے اظہار میں کیا نقصان ہے۔ یہ نہ تو تفسیر بالرّائے ہے اور نہ تاویل ہے۔ نہ اپنی طرف سے خوامخواہ مطالبِ قرآنی میں دخل اندازی ہے۔

یہ تو ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتوں آسمانوں سے پار تشریف لے گئے تھے۔ اور اس بارے میں جو مشاہدات آپ نے بیان فرمائے وہ بڑے عجیب سے ہیں۔ کوئی انہیں مانے یا نہ مانے یا معراج کو بھی نہ مانے پھر بھی اس واقعہ سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اور قرآن اس امر کا قائل ہے کہ کوئی خاکی انسان آسمانی دنیا میں پہنچ سکتا ہے اور واپس بھی آ سکتا ہے۔ لہٰذا اگر یہ میں کہدوں کہ اسپٹنک اور میزائیل کی کلام پاک سے تائید ہوتی ہے۔ اور احادیث اور مذہبِ اسلام اس کے جواز کے حق میں ہیں تو کچھ بے جا نہ ہو گا۔

○

ہمارے خیال میں محترم الازہری نے علم حکمت و سائنس کو اگرچہ سچّے علم کا درجہ دیا ہے لیکن اُن کا یہ کہنا کہ "قرآن نے فلسفیانہ مباحث میں کچھ زیادہ دلچسپی کا اظہار نہیں کیا" ——— فی الحقیقت عزیز الحکیم

Marfat.com

خدا کے بھیجے ہوئے پُراز حکمت وسائنس (وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ) نسخے سے عدم توجّہی کا باعث ہے۔ ورنہ اس قرآن حکیم میں انسانی بھلائی اور فلاح کا ہر نسخہ یقیناً موجود ہے ——— فَہَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ○

(مؤلف)

میاں فضلِ حسین سابق چانسلر پنجاب یونیورسٹی

ہمیں جدید سائنس کو مدّنظر رکھ کر قرآنِ پاک کا مطالعہ کرنا چاہیئے

قرآن انسان کو کائنات کے سربستہ رازوں پر غور کی دعوت دیتا ہے۔ جدید سائنس کو مدّنظر رکھ کر کلامِ پاک کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔ (نوائے وقت ۹ اپریل ۶۶ء)

◉

جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ
(اقبالؒ)

◉

قرآنی فیصلہ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا بَاطِلًا ط
ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ج فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ○

ترجمہ

اور ہم نے آسمان و زمین اور ان دونوں میں جو کچھ موجود ہے باطل ہرگز پیدا نہیں کیا۔ یہ ظن تو محض کافروں کا ہی ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی افراد کے لیے جو اس حقیقت سے کفر کر رہے ہیں، آگ کا جہنّم مخصوص کر دیا گیا ہے۔

(قرآنِ حکیم)

Marfat.com

کاسۂ گدائی میں ایک نایاب

عطیہ

دینِ فطرت از نبی آموختیم
در رہِ حق مشعلی افروختیم

این گہر از بحرِ بے پایانِ اوست
ما کہ یک پایان از احسانِ اوست

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ و آلہٖ

میں ایک بے علم اور کم فہم شخص تھا لیکن اپنی قوم کی علمی جہالت پر میری آنکھ سے نکلے ہوئے آنسو اور دلِ حزیں سے نکلی ہوئی چند آہیں کائنات کے اندھیروں کو پار کر کے خدا تعالیٰ کے حضور تک جا پہنچیں اور میرے سمع و بصر اور افئدہ میں خدا کی طرف سے ایک نئی روح پھونکی گئی جو مجھے قرآنِ حکیم کے میدانوں، صحراؤں، پہاڑوں، اور سمندروں اور خلاؤں میں کشاں کشاں لیے پھرتی ہے۔

عزیز احمد عزیز عفی عنہ

تعارف

آج لے دے کر کائنات میں ایک ہی ایسی کتاب اللہ موجود ہے جو لفظی تحریف سے محفوظ ہے۔ اس کا نام قرآنِ عظیم ہے۔ جس کے متعلق مسلمانوں کے ایک عظیم رہنما اور مفکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ ——— یعنی اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے بہت سی اقوام کو رفعت و عُروج بخشیں گے اور کئی دوسری اقوام کے لیے اسے پستی کا سبب بنا دیں گے۔"

اس پیش گوئی کا مطلب صاف یہی تھا کہ جو قومیں اس کتاب کو حکمت و سائنس کا ماخذ تصور نہ کریں گی اور بے عمل اور غیر صالح رہیں گی۔ خواہ وہ زبانی اور لفظی طور پر اسے صحیح کیوں نہ سمجھتی ہوں۔ وہ سب پستی کی طرف یقیناً لوٹ جائیں گی جس طرح کہ آج اقوامِ مشرق کئی صدیوں سے پستی سے ہم کنار چلی آ رہی ہیں۔

ہم جب دیکھتے ہیں کہ ایک خس کا تنکہ ہوا کے معمولی جھونکے سے اُڑ کر اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔ حیوان اپنی بقا کے لیے نہ صرف اپنے خورد و نوش کی تلاش کرتا ہے بلکہ اپنے وجود کے قیام کے لیے ایک مسلسل جدوجہد میں مصروف رہتا ہے۔ ایک درخت کو اگر پانی نہ ملے اور اسے طوفانوں سے بچایا نہ جائے تو وہ اپنی ہستی کھو بیٹھتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس انسان جس کے ورثۂ حیات میں تسخیرِ کائنات کا عطیہ لکھا گیا ہے۔ اور جس کے مدِ مقابل حوادثاتِ عالم ہی نہیں بلکہ خدا کی پیدا کردہ ایک خفیہ شیطانی قدرت بھی ہر لحظہ اسے سلامتی کی راہوں سے بھٹکانے اور ہر آن گمراہ کر دینے پر تلی ہے۔ کیا اس کی اس پُرخطر لیکن اُمید افزا حیات کے لیے حفظ و امن اور سلامتی کی راہوں کی تلاش ضروری نہ ہوگی۔ انسان اس زمین کی تمام مخلوق میں سے ایک بہتر اور افضل نوع ہے۔ اس لیے اُس کے لیے یہ امر اور بھی اہم ہے کہ وہ ہر آن اس کائنات میں افضل اور بلند ترین مخلوق ہی بن کر رہے۔

اندریں حالات انسان کے لیے اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کی خاطر ہر لحظہ دو اہم کردار کو زندہ رکھنا نہایت ضروری نظر آتا ہے۔ یعنی سلامتی کی راہوں پر گامزن رہنا اور امن و استحکام کے وسائل کو صبرِ پیہم سے برقرار رکھنے کی جد

Marfat.com

وجہ دین لگے رہنا۔ ان دو راہوں کے نام کتابِ خدا میں یوں لکھے ہیں:

اوّل: اسلام۔

دُوم: ایمان۔

اسلام کے معنی سلامتی کی تمام راہوں کو تسلیم کر لینے کے ہیں۔ اور ایمان کے معنی امن و استحکام کے تمام وسائل کو ہر آن قائم رکھنے کے ہیں۔ اور یہ دونوں کردار نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لیے چولی دامن کا ساتھ رکھتے ہیں۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ

ترجمہ: "یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف حیرت انگیز نورانی توانائیاں اور کائناتِ فطرت آچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دو عظیم الشّان عطیّات سے سلامتی اور حفظ چاہنے والوں اور امن و استحکام کی راہوں کو تلاش کرنے والوں کے لیے رشد و ھدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔"

یہ نُور اور صحیفۂ فطرت فی الحقیقت معنی خیز نام ہیں۔ نُور صرف روشنی یا اجالے کا نام قطعاً نہیں اس میں وہ حیرت انگیز قوتیں اور توانائیاں سب شامل ہیں جن سے کسی نوع میں کوئی عظیم الشّان حرارت، حرکت اور قوت موجود ہے اور کتابٌ مُّبین کسی لفظی اور حرفی مسطور کتاب کا نام نہیں بلکہ خدا نے اس لفظ کو صحیفۂ فطرت سے منسوب فرمایا ہے جو محض کائنات ہے۔

صحیفۂ فطرت یعنی کائنات کے متعلق قرآنِ حکیم پھر یہ اطلاع بہم پہنچاتا ہے:

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ (۴۳: ۵)

ترجمہ: "یہ روشن کتاب یعنی صحیفۂ فطرت اس امر پر شاہد ہے۔ (یا اس صحیفہ فطرت کی قسم) ہم نے (اس کائنات کو واضح کرنے کے لیے) عربی زبان کے قرآن کو (عربی لباس پہنا کر) اس لیے بنایا ہے تاکہ تم (اس کے طفیل صحیفۂ فطرت میں غور و فکر کے بعد) عقلمند بن جاؤ اور بلاشک و شبہ یہ سارے کا سارا قرآن ایک اُمُّ الکتاب (یعنی تمام کائنات کی مخصوص کتاب) میں موجود ہے۔ جو ہمارے سامنے ہے۔ اور جو بے شک نہایت بُلند پایہ اور پُر از حکمت و سائنس کتاب ہے۔ تو کیا اگر تم اس سے غفلت برت کر حد سے نکل جاؤ تو یہ ممکن ہے کہ ہم بھی تم کو نصیحت کرنے سے باز رہیں گے؟"

گویا خدا نے کائنات کو گواہ بنا کر اور اس کی قسم اٹھا کر قرآنِ عظیم کی حکمتوں کو بھی اس اُمّ الکتاب کی حکمتوں میں سمو دیا ہے اور انکشاف فرمایا کہ وہ اُمّ الکتاب یعنی تمام کائنات کی کتاب تو فی الحقیقت بے حد بُلند پایہ اور حکمت و سائنس سے پُر ہے۔ یہ اعلان فرما کر نوعِ انسانی کو اُس پر غور و فکر اور اس کی حکمتوں سے کچھ سبق اور نصیحت حاصل کرنے

(ذکر) کی دعوت بھی حیرت انگیز طور پر دی ہے۔

ایک اور مقام پر کتاب مبین کی تشریح خدا نے یُوں فرمائی ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

یعنی یہ قرآنِ حکیم جس اُمُّ الکتاب یا صحیفۂ فطرت کا دیباچہ ہے۔ اس میں تو ہر خشک وتر وجود قطعی طور پر موجود ہے۔

گویا کتاب مبین فی الحقیقت یہی صحیفۂ فطرت ہے جس میں کہیں سمندر موجیں مار رہے ہیں تو کہیں لاتعداد خشک وتر کرّے اور اُن کی مختلف مخلوقات جا بجا پھیلی ہوئی ہے۔ اُس میں لاتعداد موجیں، روئیں، اشعاع اور کششیں نورِ خدا کو پیش کر رہی ہیں۔ جن سے ہر جسم میں توانائی اور طاقت پہنچ رہی ہے۔ اسی نُور اور اس کی حیرت انگیز توانائیوں سے امن واستحکام کے وسائل کا حصول آسان تر ہے۔ اسی نور سے سمع وبصر اور افئدہ کی گرہیں کھُلتی ہیں۔ اور اسی نُور کے طفیل انسانی عقل ودانش حیرت انگیز ایجادات اور مصنوعات کی طرف لپکتی ہے۔ مزید برآں پتہ چلتا ہے۔ کہ انسانی ارتقا کے لیے صرف یہی راستے مختص ہیں کہ قرآنِ حکیم میں غور وفکر کے بعد نور کی جلوتوں اور تجلّیوں میں کائنات کا کھوج لگایا جائے۔ اُس کی عظیم صنعتوں کو بچشم خود دیکھا جائے اور پھر اُسی نور کے طفیل نوعِ انسانی حیرت انگیز ایجادات تخلیق میں لا کر اپنی سلامتی اور حفظ وامن کے اسباب پیدا کرے۔ گویا قرآنِ حکیم صرف اسلام کے راستے دکھلاتا ہے۔ نورِ انسانی عقل وفکر میں جِلا پیدا کرتا ہے۔ اور کائنات انسان کو ایمان کے راستوں پر کشاں کشاں لے جا رہی ہے۔

قرآنِ حکیم میں پھر یہ ارشاد یہی ثابت کرتا ہے:

۳/۲ — آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں علم ودانش والوں کے لیے ضرور بالضرور کئی اعجاز اور نشانات مستور ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اُٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے لیٹے نطرتِ خدا کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی مخلوقات اور پیدائش کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ اور بالآخر جب کسی معاملہ میں وہ تلاش وتفتیش کے کسی مرحلے پر پہنچ جاتے ہیں تو حیرت سے پُکار اُٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے اِن تمام پیدائشوں کو بے فائدہ اور باطل ہرگز نہیں بنایا پاک ہے تیری ذات۔ پس ہمیں ہر قسم کی آگ کے عذاب سے بچائے رکھ۔ (۳ : ۱۹۱)

قرآنِ حکیم کے ان واضح حقائق سے یہ اشارہ صاف ملتا ہے کہ حق کا طلب گار اور سلامتی کی راہوں کا مُسافر جب تک زمین وآسمان کی تخلیق اور ان کی مختلفُ النّوع خلقتوں کی پیدائش کی تہ تک نہ پہنچ جائے گا۔ اپنی منزل کو طے نہ کر سکے گا۔ یہ پیغام صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوعِ انسان کے لیے ہے۔ کیونکہ ہمارے رسولِ اکرم صلّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم (کَافَّۃً لِّلنَّاس) یعنی تمام انسانوں کے پیغمبر ہیں۔ اور اسی نہج سے وہ رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡن بھی ہیں۔

Marfat.com

اس عظیم منزل کو طے کرنے کے لیے محض نوعِ انسانی ہی مامور ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک تنکا دُہرا کرنے کے لیے سلیقہ، طاقت اور فن درکار ہے۔ ایک پہاڑ کو تہ و بالا کرنے کے لیے بڑے بڑے اوزار اور بے اندازہ طاقت و ہمّت درکار ہے۔ تو پھر کائنات کے نور و ظلمت میں تیرنے والے لاتعداد کرّوں اور ان کی خلقتوں کو بچشمِ خود دیکھنے کے لیے کسی اوزار، کسی طاقت، کسی ہُنر اور کسی فن کی ضرورت لاحق نہ ہوگی۔ بتلائیے یہ پُرخطر اور دُشوار گزار منزل کیونکر طے ہوگی۔ نیز خلّاقِ عظیم تعالیٰ کی قدرتوں تک پہنچنے کے لیے کس قسم کے وسائل کی ضرورت ہوگی۔ ذرا بھی توجہ دی جائے تو معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے ہمیں کائنات کے عناصر کا علم حاصل کرنا ہوگا۔ کیونکہ خدا نے کائنات کی ہر چیز کو عناصر کی حیرت انگیز ترتیب و ترکیب سے بنایا ہے۔ پھر خدائے عظیم تعالیٰ کی ذاتی قدسیّہ قدرتوں کی تحقیقات کرنا ہوگی۔ کائنات میں اُن کا عمل و دخل دیکھنا ہوگا۔ اس کے بعد کائنات کی ماہیت اور اس کے علل و اسباب کو زیرِ نظر رکھنا ہوگا۔ عناصر سے مختلف مادوں نیز اُن کے جوہروں اور خلیوں کو دیکھنا ہوگا۔ پھر کہیں لاتعداد فلکی کرّوں، شمس و قمر اور الارض کی تخلیق کے نظریات سامنے آئیں گے۔ اور انسانی تخلیق حیوانات، جمادات اور نباتات کی تخلیق کے مسئلے ذہن رسا کے سامنے پیش ہوں گے۔ اور انسان کو اپنی ذاتی طاقتوں، اہلیتوں اور صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کا وقت آئے گا۔ یہی وقت انسان کے لیے ارتقائی منزلیں طے کرنے حفظ و امن کے راستوں کو واشگاف کرنے اور حکمت و سائنس کے محاکمات اور نظریات سے دوچار ہونے کا وقت ہوگا۔

ہم نے حتی الوسع اس کتاب کی ترتیب اِن مخصوص نظریات کی درجہ بندی پر رکھی ہے۔ قارئین جابجا دیکھیں گے کہ ہم نے اپنی علمی بساط کے مطابق حتی الامکان اِن محاکمات پر روشنی ڈالی ہے۔ کتابِ فطرت اور قرآنِ حکیم کی روشنی میں کئی ایسے مسائل کا حل پیش کیا ہے جو آج تک آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات کی وجوہ سے انسانی نگاہوں سے اوجھل رہے ہیں یا جن پر علمائے فطرت (خواہ وہ مغربی ہوں یا مشرقی) کی تحقیقات بے دم ہو کر رہ گئی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور دیگر انسانوں کے لیے بالعموم یہ کتاب نہ صرف مشعلِ راہ کا کام دے گی بلکہ قرآنِ حکیم اور صحیفۂ فطرت پر نئے انداز سے غور و فکر کے لیے مسلمانوں میں ایک جدید علمِ فقہ کی بنیاد قائم کرنے میں بنیاد کا کام دے گی۔ یہ تگ و دَو نہ صرف عمل و کردار کے راستے ہموار اور روشن کرے گی بلکہ قرآنی علوم و فنون کے چشموں کو پھر رواں دواں کرنے میں ایک سعی پیہم ثابت ہوگی۔

ہم اس حقائق افروز کتاب میں قرآنِ عظیم کو نہ تو شاعرانہ نقطۂ نظر سے بلیغ اور نہ موجودہ دور کے مشہور علمِ ادب کے تحت پُر از ادب کتاب ثابت کرنے کا کوئی معمولی سا اشارہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ بلکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے ساتھ خدا نے خود مجید، عظیم اور حکیم کے حیرت انگیز الفاظ استعمال فرمائے ہیں تو ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اس قرآن کو مجید، عظیم اور حکیم ثابت کر کے اس کی تجلّیات کو نوعِ انسانی کے لیے عام کر دیں۔ اسی کے درس سے فلکی کرّوں کی سیر کے قابل بن کر اسے عظیم ثابت کر دیں۔ اس کے معارف کو سمجھ کر مجید اور اس کی لامتناہی

Marfat.com

حکمت و سائنس کو اپنا کر اسے الحکیم ثابت کر دیں۔

ہم نے اس کتاب میں حتی الوسع یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اس قرآنِ عظیم و حکیم میں جبکہ آیاتِ محکمات کے ساتھ ساتھ آیاتِ متشابہات بھی موجود ہیں تو ہمیں آیات متشابہات اور آیاتِ محکمات کی تلاش اور اُن کے سمجھنے کے لیے علماء اور فقہا کا ایک تحقیقاتی بورڈ قائم کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ آیات یومِ قیامت تک اپنے سربستہ راز نوعِ انسانی پر افشا کرتی رہیں گی جوں جوں غور و فکر ہوگا۔ حق کی تلاش نئی منزلیں پیش کرے گی۔ اِن آیات میں ہی حکمت اور علمِ فطرت کے عظیم الشّان راز پنہاں ہیں۔ اس لیے جب تک قرآنِ حکیم و عظیم کے سمجھنے کے لیے جدید اسلامی فقہ کی بنیاد ٹھوس نظام کے تحت نہ رکھی جائے گی۔ کائنات کی کُن فکاں اور تسخیرِ کائنات کی دشوار گزار منزل کیوں کر عبور ہوگی۔ یہی بورڈ اس جدید فقہ کی تدوین کر سکے گا۔ اور حکومت کے مالی وسائل اس کے لیے وقف ہوں گے۔ حکمت کی تحقیقات کے لیے یہ ادارہ خود مختار اور آزاد ہوگا۔

جب قرآنِ حکیم کی ہر آیت ایک اعجاز اور نشانِ منزل ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب خدا فی الحقیقت حکمت و سائنس پر اور نوعِ انسانی کے ضابطۂ حیات کے متعلق ایک مکمل اور بلاشک و شبہ معجز نما کتاب ہے۔ اس کے علوم و فنون کا دائرہ عمل فلک الافلاک کی بلندیوں اور تحت الثریٰ کی انتھاہ گہرائیوں تک وسیع ہے۔ اور جو کچھ اس کائنات میں غیب اور الشہادہ ہے۔

اسی عظیم کتاب کی وساطت سے انسانی مقدور کی رسائی وہاں تک ممکن معلوم ہوتی ہے۔ جو واضح اور لطیف اشارے اس ضمن میں کتابِ خدا سے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس قدر عظیم اور حیرت انگیز نظر آتے ہیں کہ بالآخر یقین ہو جاتا ہے کہ انسان اس کارخانۂ فطرت پر کیونکر حاوی اور معرفتِ کردگار کی تلاش کے بعد اپنے آپ کو خلیفۃ الارض ثابت کرنے میں کیونکر حق بجانب ہے۔

ہم نے حتی المقدور خداوند تعالیٰ کی براہِ راست قدسیہ قدرتوں اور اُن سے اخراج پذیر توانائیوں، کائناتی گردش پر اُن کا عمل و دخل نیز دیگر موجودات پر اُن کے حیرت انگیز اور معجز نما اعمال کی تحقیقات پر بھی اشارات پیش کر دیئے ہیں جو بالکل نئے اور قابلِ غور و فکر ہیں۔ حتی الامکان یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ کائنات کے ایک حقیر ذرّے یعنی ایٹم سے لے کر بہت بڑے کرّے تک اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ کا عظیم الشّان حکمتی محاکمہ بے مثال اور پختہ تر نظام کے ساتھ قائم ہے۔ ایک حقیر ذرّے یعنی ایٹم میں شمس و قمر کا راز اور کائنات کے ہر شمسی نظام کی گردش اور ان کے محاکمے میں اُسی نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا حیرت انگیز توانائی نظام کارفرما ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں کہیں شَیْءٍ کا لفظ آیا ہے صاف طور پر کائناتی عناصر پر دلالت کرتا ہے اور جہاں نفس کا لفظ آیا ہے وہاں ایک زندہ ذرّے یا ایٹم کو پیش کرتا ہے۔ قتلِ نفس اور انشقاقِ نفس کا مطلب بھی صاف طور پر یہی ہے کہ ایٹم

Marfat.com

کو عنصر سے ایٹمی بھٹی میں بنانا یا انشقاقِ ایٹم کا عمل کرنا مقصود ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے جب اپنی حکمت و سائنس کی اساس عناصر اور ان کے مادوں کی ترتیب و ترکیب پر قائم کی ہے تو انسان کے لیے بھی یہی صحیح طریق کار قائم ہے کہ وہ بھی اپنی حکمت و سائنس کی بنیاد خدا کے تخلیق شدہ عناصر کی ترتیب و ترکیب پر قائم کرے۔ خُدا کی قدرتوں کو ایک کے ساتھ دوسری اور پھر تیسری کے ساتھ چوتھی کو پیوست کر کے اس کائنات میں وہ بھی خالق اور موجد کا عظیم الشان لقب حاصل کرے۔ یہی وہ سرِّ عظیم ہے جس کے سربستہ راز کو واشگاف کرنے کے لیے نوعِ انسان کی تخلیق معرضِ وجود میں لائی گئی۔ ورنہ انسانی وجود سے پہلے خُدا تو ایک "کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا" کے مصداق تھا۔

جو عظیم تر حکمت ہمیں اس کتاب کے پیش کرنے میں نظر آئی محض یہی تھی کہ آج روئے زمین کے مسلمانوں میں احساسِ غور و فکر اور وہ عظیم الشان فقہ و فلسفۂ کائنات سراسر مفقود ہو چکا ہے۔ جس کے متعلق خدائے حکیم نے بار بار ہدایت فرمائی۔ آج مسلمان قوم اجتماعی طور پر جاہلِ مطلق اور علمِ خُدا سے بے نور اور کالانعام اس لیے ہے کہ کئی صدیوں سے اس کے سمع و بصر اور افسردہ زنگ آلود اور ناکارہ آلے بن چکے ہیں۔ اس کی کوئی رگ اور رگ کی کوئی حس ایسی باقی نہیں رہی جس سے اپنی فنا اور بقا کا جائزہ ہی لے سکے۔ اپنی سلامتی اور حفظ و امن اپنے روحانی کردار اور تجلّیاتی اعمال کا کوئی مظاہرہ ہی کر سکے۔ ایجادات اور فطرت و تخلیق کی جس درسگاہ میں اُس نے صدیوں پہلے زانوئے ادب تہ کیے تھے آج خالی اور بے کیف پڑی ہے۔ علم و حکمت کا جو سُورج کبھی مشرق کی جانب سے ہویدا ہوا کرتا تھا۔ آج اپنی تجلّیات اور انوار کے ساتھ مغرب کی دل فریب وادیوں سے طلوع ہو رہا ہے۔ اور غالباً رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُس اطلاع کے مطابق ہم اِن رُوح فرسا اور جگر پاش حالات کو اُمّتِ مسلمہ کی قیامت پر منطبق کرنے پر اسی لیے مجبور نظر آتے ہیں۔

کیا اس اُمّتِ مرحومہ پر یہ دل خراش منظر ہمیشہ طاری رہیگا ؟ کیا مسلمان قوم پھر زندہ نہ ہوگی ؟ اور کیا یہ جبریلی اور مرکزی اُمّت پھر اپنے آپ کو اس قابل نہ بنا سکے گی کہ از سرِ نو اپنے آپ کو تجلّیاتِ خدا کا مرکز بنا دے۔ اور علم و ہنر کی موجِ سلسبیل ایک بار پھر اکنافِ عالم میں رواں دواں کر کے اپنے آپ کو کم از کم اس قدر مامون و مصئون نہ بنا دے جس طرح کہ آج مغربی اقوام اپنے وسائل اور علمی تغلب کے ساتھ تمام اقوامِ عالم پر مسلّط ہیں۔ مسلمان قوم فی الحقیقت ایمان یعنی گہوارۂ امن و امان کا ادّعا رکھتی ہے۔ اور دنیائے جہاں کی سلامتی کا اعلان کرتی ہے۔ لیکن جب ہم مغربی اقوام کے اس بے ہنگام فرعونی تسلّط اور امن و تخریب سے آمیزش زدہ سائنسی غلغلہ کو جو آج اُن کے صریح طور پر غلط اندازِ فکر اور فی الحقیقت غیر فطرتی اقدار کی پیداوار اس لیے ہے کہ اُس میں دُنیا کے حفظ و امن کے لیے کوئی مقام نظر نہیں آتا۔ دیکھتے ہیں تو امن کے دھندلکے میں سوائے فتنہ و فساد کے کچھ نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

مغرب کے اس برعکس تخیّل کے فسادنے خُدا کی کائنات کو کپکپا رکھا ہے اور انتظار ہے کہ خُدائی طاقتیں خلّاق عظیم تعالیٰ سے کوئی حکم ایسا لے کر نہ اتر آئیں جس سے یہ دلفریب سرزمین آنِ واحد میں بھسم ہو جائے۔

اِدھر علم اور عمل و کردار میں جب مسلمان قوم ایک عضوِ معطّل اور ناکارہ برارہ ایک فساد انگیز اور فتنہ پرور، جمود زدہ منتشر اور غیر متحد عنصر بن چکی ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ایک طرف جلّاد قومیں اپنے آلاتِ ظلم و ستم کو اٹھائے آگے بڑھ رہی ہیں تو دوسری طرف چند زندہ درگور قومیں ان کے خوف سے تحت الثریٰ کا رُخ کیے نہایت تیزی سے آگے دوڑ رہی ہیں۔ اِن ناگفتہ بہ حالات میں ان خوف زدہ قوموں کے لیے ایک ایسی لگن کا سامان پیدا کر دینا جس میں ان کی بقا و حیات صاف نظر آ جائے کوئی بے کار اور ناکار برار عمل نہ ہوگا۔ ہم اس کتاب کے ذریعے نہ صرف مسلمانوں کو کتابِ خدا کے حیرت انگیز انکشافات پیش کر رہے ہیں بلکہ اُن کے لیے عمل و کردار کے لامتناہی اور وسیع و طویل میدان سامنے لا رہے ہیں جن میں ان کی جولانگاہِ عمل کی حدود اور ان کے فہم و ادراک کی منزلیں ختم نہ ہوں گی۔ حضرت لقمان علیہ السّلام کی طرف سے اپنے بیٹے کو کلمات اللہ کے نہ ختم ہونے والے درس کو پیشِ نظر رکھ کر مسلمان قوم جب تک ایک صبر آزما مجاہدے اور مسلسل اور پیہم علمی و عملی جد و جہد کے طلسم انگیز چشمے سے اپنی پیاس نہیں بجھائیگی۔ خُدا کی حکمتوں اور اس کی تجلّیات کو اپنے آپ پر نچھاور کرا لینے پر کیونکر قادر بن سکے گی؟

غرضیکہ ہمارا مُدّعا اس کتاب کو پیش کرنے سے خالصتاً یہی ہے کہ دُنیائے اسلام میں نئے انداز سے ایک حیرت انگیز عمل کی چنگاری سُلگا دی جائے۔ پھر اُسے اور ہوا دے کر ایک شعلۂ جوّالہ بنا دیا جائے جو دُنیائے کفر و شر، فتنہ و فساد اور انکارِ حق کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس شیطانی کردار کو قیامت سے پہلے پہلے بھسم کر دے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اسلام کی شرابِ ناب اور ایمان کا ولولہ انگیز حفظ و امن خوف زدہ اور بے آسرا اقوامِ عالم کو مل کر رہے اسی غرض کے لیے اس کارگاہِ سعی و عمل میں لاکھوں انبیا علیہم السلام تشریف لائے اور یہی مقصدِ وحید ہر سچّی قوم کا ہونا ضروری ہے۔

ہم نے قرآنِ عظیم کی چند آیاتِ محکمات اور چند آیاتِ متشابہات کی تفسیر جا بجا اس کتاب میں پیش کی ہے۔ مثلاً معجزۂ شق القمر کے ذریعے الارض کی تخلیق، نفس کی ماہیت، رُوح کا اعجاز، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ایجاد۔ ایٹمی توانائیوں کی ترتیب اور ان کے راز۔ مغربی ایٹمی محاکمات کا ابھی تک نامکمل ہونا۔ عناصر کے حیرت انگیز علمی اعداد و شمار اور اُن کے معجز نما کارنامے قابَ قوسین اور مقامِ محمود کی حقیقت سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِی کی حیرت انگیز تشریح اور حقیقت لَیۡلَۃٍ مُّبَارَکَۃ اور لیلۃ القدر کی مدت کی حیرت انگیز تشریح اور اس ارضی دنیا پر خدا کی پہلی وحی جو نوعِ انسانی پر نازل ہوئی اس کی میعاد۔ خدا کی دی ہوئی ارتقائی مدتوں کی تعین و تشریح۔ سُوۡرَۃُ الطَّارِق اور سُوۡرَۃ الشمس کی حکمتی تفسیر، رنگ و آہنگ کی مماثلت اور ان کی تشریح۔ الفرقان، الانسان

Marfat.com

اور الشیطان کی تین مزید حیرت انگیز توانائیاں اور ان کے دائرہ ہائے اعمال کی تشریح، ایٹمی نظریہ میں پروٹان، نیوٹران اور الیکٹران کے بالمقابل خدائی یا اسلامی نام اور ان کے ساتھ ایک چوتھی قدرت سُلطان جس کا نام انگریزی میں ــــ SOULTRON (سولٹران) موزوں ہے کی حیرت انگیز تشریح ۔ یہ ناقابل انکار محاکمہ نہ صرف علمائے فطرت کو حیرت میں ڈال سکتا ہے ۔ بلکہ یقینی امر ہے کہ قرآن حکیم کے اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد ایٹمی تحقیقات کے تمام محاکمات و نظریات پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں وغیرہ وغیرہ ۔

ہمیں یقین ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہمارے علمائے کرام اور علمائے فطرت یعنی سائنسدانوں کے لیے تحقیقات کے کئی میدان سامنے آجائیں گے ۔ جو ان کی نگاہوں کو خیرہ اور مسلمانانِ عالم کے دلوں میں ایک نیا عزم ایک حیرت انگیز سُرور اور عمل کی ایک نئی رُوح پھونکنے میں طلسماتی اثر پیدا کیے بغیر نہ رہیں گے ۔ اس کتاب کی غرض و غایت مسلمانانِ عالم کو محض عمل اور تحقیق کی نئی منزل دکھا کر ایجادات کی نئی دُنیا سے رُوشناس کرانا ہے ۔ خُدا کرے ہماری محنت ٹھکانے لگے ۔ اور خداوندِ عالم کی نوازش اور کرم نوازی سے یہ قوم اس راستے پر گامزن ہو جائے ۔

اس کتاب کی تحریر بظاہر بے ربط اور اخباری نظر آئے گی ۔ اس میں ادبی غلطیاں بھی ہوں گی ۔ لیکن اگر اس کا شروع سے لے کر آخر تک کامل غور و خوض سے مطالعہ کیا گیا تو ہمیں یقین ہے کہ اس کی ہر سطر اور اس کے ہر عنوان میں کچھ نہ کچھ معانی خیز باتیں اور قرآنِ حکیم کی حکمتیں ضرور نظر آئیں گی ۔ آفرینش سے انتہا تک فطرتِ خداوندی کی ایک حیرت انگیز ترتیب نظر آئے گی ۔ ہم اپنی علمی بے مائیگی کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں ۔ لیکن جو کچھ اپنی علمی استعداد کے مطابق اور تحقیقاتی کاوش کے صلے میں قرآنِ عظیم و حکیم سے حاصل ہو سکا اسے قلم بند کر کے یہ اُمّید وابستہ رکھی کہ مریض قوم کے لیے اس دور میں یہ پہلی خوراک (DOZE) ہے ۔ ممکن ہے کہ اس میدان میں آنے والا دور اپنے قدم جمالے اور اس اجڑی ہوئی دنیا کو اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت سے نہال کر دے ۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔

خاکسار

سرگودھا

۱۰/ اپریل سنہ ۱۹۶۴ء

کتبہ

صغیر احمد خان شروانی

لالیاں ضلع جھنگ ۔

Marfat.com

حكمة القرآن

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

باب اوّل

اللہ تعالٰی نے کیا پیش کیا اور نوعِ انسانی کو کیا حاصل ہوا

خداوند تعالٰی کا قرآنی نام اللہ ہے وہ فی الحقیقت اس لئے لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ہے کہ وہ اشیاء یعنی عناصر کا خود خالق ہے۔ اور اس کا وجود ہر عنصر کی ابتدا سے ماوراء ہے۔ لیکن کائنات اور اس کی ہر چیز خدا کی عظیم الشان عناصری صنعت سے معرضِ وجود میں آئی۔ اور چونکہ ہر ذی رُوح مخلوق عناصر سے بنی اس لئے کوئی باشعور سے باشعور نوع کسی عنصر کو از خود پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ خدا کی مثال کسی توانا سے توانا عنصر کے ساتھ نہیں دی جا سکتی کیونکہ وہ سب سے توانا اور اقتدارِ توانائی میں سب پر غالب ہے الہٰذا وہ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اسی لئے ہے کہ ہائیڈروجن کے اولیں عنصر سے لیکر یورانیم کے آخری پائیدار عنصر اور ان کے علاوہ تمام ناپائیدار عناصر تک یعنی اس کائنات کے تمام عناصر پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یہ دعویٰ اس لئے ہے کہ عناصر میں بذاتِ خود بے پناہ طاقتیں موجود ہیں۔ لیکن خدا کی طاقتیں ان سب کی طاقتوں پر بے اندازہ قوت وقدرت رکھتی ہیں

اُسی نے ہر عنصر کو ایک مقررہ اندازے کے ساتھ پیدا کیا (کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰہُ بِقَدَرٍ) نہیں بلکہ اُسی نے خود ہر عنصر کو پیدا کرکے اس میں ایک حیرت انگیز مخصوص اندازۂ قدرت بھی مقرر فرمایا۔ (وَخَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقۡدِیۡرًا) اسی نے تمام عناصر کو کمال حکمت سے مضبوط اور متحد الاصل بنا دیا (اَتۡقَنَ کُلَّ شَیۡءٍ) نہیں بلکہ اُسی نے ان عناصر کو پیدا کرکے اپنے علمی کمال کا مظاہرہ بھی کیا (اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ) اُس کے ہاں ہر عنصر کا وزن مخصوص اور مقدارِ کمیت بھی مقرر ہے۔ (کُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَہٗ بِمِقۡدَارٍ) نہیں بلکہ اُن عناصر کے توانائی اعداد اور نمبر شمار کی درجہ بندی

Marfat.com

بھی ان کی کمیت اور وزن کے مطابق کمال حکمت و سائنس سے خود اُسی نے مقرر کر رکھی ہے۔ (وَاَحصٰی کُلَّ شَیئٍ عَدَدًا)
لہٰذا اسی انداز سے وہ فی الحقیقت عَلیٰ کُلِّ شَیئٍ قَدِیرٌ ہے۔

اس حیرت انگیز کائنات کی تخلیق محض عناصر اور ان کی پُراسرار توانائیوں سے معرضِ وجود میں آئی۔ خدا کی لفظی ترتیب میں پہلے ظُلمت اور پھر نور اور پہلے موت پھر حیات ثابت ہوتی ہے۔ عناصر اور اُن کی تاریک دنیا میں نور اور توانائی کی کرنیں پھوٹ اٹھیں اور اجسام موت سے نکل کر حیات سے بغلگیر ہوتے گئے۔ غیب۔ خزائن مَقَالِید۔ میراث۔ مَلَکُوت۔ بَدِیع۔ جُنُود اور مُلک اپنے اپنے مقام پر قائم ہوتے گئے۔ یہ تمام کمالاتِ خدا عناصر اور ان کے مادوں کے طفیل معرضِ وجود میں آئے۔

وہی حقیقی معنوں میں اللہ ہے کائنات کی ہر نوع کی عبودیت نوکری چاکری اور سچّی ملازمت اُسی کے حضور میں جائز ہے کیونکہ وہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اس قدر نگرانِ اعلیٰ اس قدر بدیع اور ہمیشہ کے لئے زندہ و پائندہ اس لئے ہے کہ اُس نے اس دلفریب کائنات کو بنا کر اس کی ہر لحظہ حفاظت اس کے رزق کا انتظام اُس کی پرورش اور بقا اس کے قیام اور نگہداشت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ (اَلحَیُّ القَیُّومُ) اسی لئے نہ تو اُسے غفلت چھو سکتی ہے۔ اور نہ نیند ہی آتی ہے۔ کیونکہ اُسے کائنات کی انتہائی طور پر نگہبانی مطلوب ہے۔ (لَا تَأخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَومٌ) آسمانوں زمینوں اور اُن کی تمام مخلوق اُسی کے نظامِ قدرت کے تابع ہے۔ (لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ) مخلوق کی اس انتہائی عاجزی اور بے چارگی کی وجہ سے کسی ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ مخلوق کو یارا نہیں کہ اس کے دربارِ اعلیٰ میں اِستحقاقِ فیض کا دم مار سکے۔ ہاں جسے اُسی کے حکم سے قربت و منزلت کا حق مِل جائے تو اور بات ہے۔ (مَن ذَا الَّذِی یَشفَعُ عِندَہٗ اِلَّا بِاِذنِہٖ) اس کارگاہِ کسب و عمل میں کسی قربت و مرتبت کا علم فقط اُسی کو ہو سکتا ہے۔ جس کے حق میں ایسا فیصلہ صادر فرما دے۔ اور اس کائنات کا علم بھی جو ہمارے آگے پیچھے اور دائیں بائیں بے کنار وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ پورے طور پر محض اللہ ہی کو ہے۔ (یَعلَمُ مَا بَینَ اَیدِیھِم وَمَا خَلفَھُم) کسی کو اس قربت و منزلت کا دعویٰ اُسی صورت میں بجا تصوّر ہو سکتا ہے۔ جبکہ اُسی کی رضا کے بعد خدا داد علم کے طفیل عناصر کے حیرت انگیز اعمال کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے ان سے حیرت انگیز ایجادات و کمالات کو اپنے احاطہ میں کر لیا جائے۔ ایسی عنایات اور بخششیں اسی طالبِ حقیقت اور طلب گارِ قربت و منزلت کو حاصل ہو سکتی ہیں جسے احسن اعمال کے طفیل حقدار سمجھ لے۔ (وَلَا یُحِیطُونَ بِشَیئٍ مِن عِلمِہٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ) اللہ اس لحاظ سے کوئی معمولی ہستی نہیں۔ بلکہ اس کی حد درجہ شاہت اور احاطۂ حکومت تو آسمانوں اور زمین کی وسعتوں سے بھی وسیع تر ہے۔ (وَسِعَ کُرسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ) ہاں تو جب اُس کی حدودِ سلطنت اور احاطۂ حکومت اس قدر لامحدود ہے تو پھر اس کے لئے اس مختصر سی کائنات کی دیکھ بھال اور اس کی حفاظت کیونکر دشوار اور مشکل ہے۔ (وَلَا یَؤُدُہٗ حِفظُھُمَا) اسی لحاظ سے بلند ترین اور عظیم ترین

ہستی فی الحقیقت اُسی ذاتِ باری تعالےٰ کی ہے (وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ) (۱۳:۱) اَللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا .... لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُوْنَ) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر دیا جن کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو (گویا سات آسمان ہر نگاہ سے دیکھے جا رہے ہیں) پھر اُس کے بعد وہ تخت سلطنت پر جم گیا۔ اور سورج اور چاند کو (بحیثیت جنس) (تمہاری سر بلندی کے لئے) تمہارے لئے مسخر کر دیا یہ سب چیزیں ایک وقتِ مقررہ تک چل رہی ہیں۔ (تاکہ تم اُسی وقتِ مقررہ کے اندر انہیں مسخر کر لینے کے لئے جلد سے جلد تر ارتقائی منزلیں طے کر و اور وقت ضائع نہ ہونے دو) وہ خدا تو (قانونِ فطرت کے مطابق کسی ایجاد و تخلیق کی) تدبیر کرتا ہے۔ (اور یہ تدبیر امر یا نظام توانائی کی نمو داس کی تدریجی قدرتوں کے طفیل ایک مدت مدید میں کہیں تکمیل کو پہنچتی ہے) یہ (حکمت و سائنس کے) عظیم اعجاز اِس لئے تفصیل کے ساتھ بیان کئے جا رہے ہیں کہ شاید تمہیں بالآخر اپنے پروردگار سے دُو بدو ملاقات کا یقین ہو جائے۔

(۱:۳۰) کیا اُن لوگوں نے اپنے گریبانوں میں مُنہ ڈال کر نہیں دیکھا کہ خدا نے ہی آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ سب کو پیدا کر دیا۔ اُن کا وجود تو فی الحقیقت روشن حقائق پر مبنی ہے (اور اِن حقائق کی تلاش محض حکمت اور علمِ فطرت کے طفیل ہی ممکن ہے) اِن چیزوں کو ایک مقررہ میعاد تک قائم رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ (تاکہ تم بھی اِسی وقتِ مقررہ کے اندر ارتقائی منزلیں طے کر کے خلاقی کے میدان میں قدم رکھ لو اور اس طرح خود خالق بن کر اپنے خلّاقِ عظیم تعہ کو فی الحقیقت احسن الخالقین ثابت کر دو) لیکن اس میں شک نہیں کہ انسانوں کی ایک کثیر تعداد خدا سے ملاقات کرنے کے (نصب العین) سے منکر ہو رہی ہے۔

وہ اس قدر بے مثال مصوّر ہے کہ ایک نوع کو دوسری نوع سے اور ہر نوع کے ہر فرد کو جدا جدا شکل و صورت دے کر اپنی بے مثال مصوری کے کمال کو پیش کر رہا ہے۔ ایک بیج سے ایک درخت اور اس پر لا تعداد پتے اور پھل جدا جدا اشکال اور صورتوں میں پیدا کر کے اور ان کے رنگوں اور ذائقوں میں حیرت انگیز اختلافات اور اثر دکھا کر ورطۂ حیرت میں ڈال رہا ہے۔ نوعِ انسانی میں بھی یہی سنتِ خدا کارفرما ہے۔ ایک سے ایک فرد شکل و صورت میں جُدا ہے۔ آواز اور کردار میں مختلف ہے۔ کائنات کے شمسی اور قمری کرّوں کو دیکھ لو۔ اُن کے مداروں اور ان کی محوری گردشوں پر غور کرو۔ تو یقیناً حیرت سے کہہ دوگے کہ خدا جہاں مصوّر ہے وہاں عظیم انجنیئر اور سائنسدان بھی ہے۔

غرضیکہ وہ عظیم علیم اور حکیم بھی ہے۔ اس کے جس قدر صفاتی نام ہیں فی الحقیقت انسانی سمع و بصر اور افئدہ کیلئے لاتنا ہی محاکمات اور حکمت و فطرت کے وسیع و طویل باب اور دفتر ہیں۔ یہی وہ کلمات خدا ہیں جو ارضی سات سمندروں اور آسمانی سات سمندروں کو اگر سیاہی میں تبدیل کر لیا جائے اور تمام کائنات کے اشجار کو قلمیں بنا لیا جائے۔ اور خدا کی تمام مخلوق ان کے اعجاز رقم کرنے میں لگ جائے تو ختم نہیں ہو سکتے۔ یہ ہے وہ خدائے عظیم و برتر جو اس تمام کائنات اور ماورائے کائنات کا

Marfat.com

واحد خالق اور حکمرانِ اعلیٰ ہے۔

تدبیرِ کائنات اور خدا کی اَلْمَلَاءُ الْاَعْلٰی

خدائے حکیم و برتر نے کائنات اور اس کی ہر چیز کی تدبیر و تعمیر کے لئے ایک حیرت انگیز حکمتی نظام قائم کر رکھا ہے اس نظام میں دو چیزیں پیش پیش ہیں۔ یعنی اشیاء یا عناصر اور ادھر ان کے بعد کُن کا حکم اور پھر فَیَکُوْن میں حیرت انگیز تعمیل و تکمیل کے اعجاز سامنے آتے ہیں۔ یہ ارشاد خدائے حکیم ہی کا ہے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ یعنی ہماری اوّلین بات تو فقط شَیْءٍ یعنی عنصر سے ہوتی ہے۔ (جس کے ایٹم یا جوہر یا نفوس تخلیقی کسی ایجاد و تخلیق کے ابتدائی مراحل میں داخل ہوتے ہیں) اور جب ہم اس کا (یعنی کسی تخلیق کا) ارادہ کر لیتے ہیں تو اُس عنصر (یا اس کے جوہر یا ایٹم یا نفس) کو کہہ دیتے ہیں کہ (فلاں جنس یا فلاں تخلیق کیلئے تیار) ہو جا تو (وہی عنصر یا اس کا نفس یا ایٹم ایک حیرت انگیز خلیے یا سالمے میں بدل کر کئی کیمیائی اور طبیعاتی مراحل سے گذر کر مدتِ مدید کے بعد ایک مخصوص تخلیق میں قائم ہو جاتی ہے۔

نیز یہ بھی اُسی کے محاکماتِ فطرت سے ہے۔ کہ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (یہ محاکمہ تقریباً چار بار قرآن عظیم میں پیش ہوا ہے) یعنی جب کسی تخلیق کے لئے مخصوص قدرتوں و طاقتوں کا اظہار (امراً) کیا جاتا ہے۔ تو اُن طاقتوں یا قدرتوں کے مخصوص نظام کو کہہ دیتے ہیں کہ (فلاں تخلیق میں بطور رُوح کے داخل) ہو جاؤ تو وہ (اُس تخلیق میں زندگی اور توانائی بن کر ایک مخصوص عرصے کے لئے مکین) ہو جاتا ہے۔"

گویا یُدَبِّرُ الْاَمْرَ سے بھی یہی مراد ہے کہ اس نظامِ توانائی یا تمام قدسیہ قدرتوں کے ایک مخصوص نظام کی تدبیر بھی خدا کی طرف سے ہی ہو رہی ہے۔ اس نظام توانائی میں خدا کی کون سی قدرتیں شامل ہیں۔ اور ان کے نیوکلس کا نام خدائی زبان میں کیا ہے؟ فی الحقیقت ایک حیرت انگیز خبر ہے جسے خدا کی مندرجہ ذیل وحی نے افشا فرما دیا ہے۔

اَلْمَلَاءُ الْاَعْلٰی یعنی قدسیّہ قدرتوں کا نیوکلس (مرکز اجتماع) (NU-CLEUS)

(ایک عظیم خبر کی نشان دہی)

۳۸ : ۶۷۔ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۝ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى

(اے محمدؐ علم حکمت کے متلاشیوں کو) کہہ دیجئے کہ یہ تو ایک عظیم خبر ہے جسے تم ابھی تک غور و فکر میں نہیں لائے۔ اِس سے پہلے مجھے اُن بلند مرتبت اور غالب قدسیہ قدرتوں کی مجلس

Marfat.com

اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ۝

(یا ان کے نیوکلس) کا (اَلْمَلَاُ الْاَعْلٰی) کچھ علم نہیں تھا کہ جب وہ (کسی بیرونی تخریب سے اپنے نیوکلس کی حدود کو توڑ کر) ایک تباہ کن اور ہیبت ناک جنگ پر آمادہ ہوجاتی ہیں (اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ)

اِنْ یُّوْحٰٓی اِلَیَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

مجھے تو علم وحی سے یہی حکم ہوتا ہے کہ میں (اس الملاء الاعلیٰ کی قدسیّہ قدرتوں کے ہیبت ناک اعمال و کردار سے) آپ کو کھلم کھلا ڈراتا رہوں۔

۳۷: ۱۰-۱ = وَالصّٰٓفّٰتِ
صَفًّا ۝ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ فَالتّٰلِیٰتِ
ذِكْرًا ۝ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا
وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ
الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ِ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا
مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا یَسَّمَّعُوْنَ
اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ
كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ
وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ
فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

قسم ہے اُن توانائیوں (ملائکہ) کی جو ایک منظم اور حیرت انگیز ترتیب سے صفوں میں رواں رہتی ہیں۔ پھر اُن توانائیوں (ملائکہ) کی قسم جو ہیبت ناک انداز میں کڑکتی ہیں اور ڈانٹتی ہیں اور بادلوں میں نظام رزق پیدا کرتی ہیں۔ پھر ان (غیر ذی عقل) توانائیوں (ملائکہ) کی قسم جو ایک کے پیچھے ایک ہو کر ذکر پڑھتی ہیں۔ (سُنیئے) تمہارا معبود تو یقیناً ایک ہی ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے سب کا مالک ہے۔ اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا ان داتا ہے۔ بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزیّن فرمایا اور اُسے مقررہ حدوں سے تجاوز کرنے والی ہر تخریبی قدرت یا طاقت سے بچا رکھا ہے۔ (یوں تو) وہ بلند مرتبت اور غالب قدسیّہ قدرتوں کی مجلس (یا اُن کے نیوکلس یعنی الملاء الاعلیٰ) (جس میں بعینہٖ اُسی نظام شمسی وقمری کا نقشہ صاف نظر آتا ہے) ایسی محفوظ ہے کہ اس کی طرف کوئی تخریبی طاقت توجہ ہی نہیں کرسکتی (لَا یَسَّمَّعُوْنَ) (لیکن اگر کوئی تخریبی قدرت کسی جبر سے اس کی طرف پہنچنے کی کوشش کرتی ہے) تو اُن کو (یعنی نیوکلس کی ہیبت ناک قوتوں اور قدرتوں کو) ہر طرف سے ایک ایسے زور سے دور دراز پھینک دیا جاتا ہے۔ (جیسے میزائل اور راکٹ) (یُقْذَفُوْنَ جو صیغہ جمع میں ہے) ہاں تو انہیں (یعنی نیوکلس کی طاقتوں اور قدرتوں کو ایک نظام سے جدا کرکے) باہر نکال کر آزاد وخوار کردیا جاتا ہے۔ (دُحُوْرًا) اور ان کے لئے (خلا میں منتشر رہنے کا) ہمیشگی عذاب لکھدیا جاتا ہے۔ (عَذَابٌ وَّاصِبٌ) مگر جو حکمت عملی اور مخصوص انداز میں (تخریب مزید کے لئے) اُن پر جھپٹتا ہے۔ تو وہ بھی شہاب ثاقب کی پیروی میں جلتا ہؤا شعلہ بن جاتا ہے تو ان سے پوچھو کہ ان کا بنانا مشکل ہے یا اُس ہیبت ناک تخلیق کا جو ہم نے بنادی ہے۔ (فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا)

Marfat.com

گویا خدا کی مندرجہ بالا اطلاعات کے مطابق جہاں ملاء اعلیٰ یعنی قدسیہ قدرتوں کے نیوکلس میں کئی عجیب اور غالب قدرتیں موجود ہیں وہاں ایک بیرونی قدرت جو ہر آن تخریب پر آمادہ رہتی ہے بھی موجود ہے اس تخریبی قدرت کا نام خدا نے شیطان رکھا ہے ان ہر دو قرآنی اطلاعات کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مختلف قدرتوں کے اس نیوکلس میں کون کون سی قدرتیں شامل ہیں ان کے اعمال کیا ہیں۔ ان کا احاطہ عمل کیونکر ہے جو فی الحقیقت نشا و بقا اور نور کا مبدا ہیں اللہ تعالیٰ کی ہر تدبیر امر میں کام کرتی ہیں۔ یوں تو کائنات کو نور بخش رہی ہیں۔ لیکن اگر جنگ پر اتر آئیں تو ان سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں کائنات عناصر کا مجموعہ ہے اس لئے ان کی تجلیات یقینی طور پر انہی عناصر اور ان کے نفسوں یا ایٹموں میں موجود ہیں۔ جہاں تک تحقیقات کام کرتی ہے ان کے نام حسب ذیل ثابت ہوتے ہیں:۔

اوّل۔ جبریل　　دوم۔ میکائیل　　سوم۔ اِسرافیل　　چہارم۔ عزرائیل

اگرچہ ان ناموں کی وجہ تسمیہ ایک مختصر سے دیباچے میں قبل ازیں دی جا چکی ہے لیکن ان کے اعمال کی مزید تشریح اور مغربی حکمت و سائنس کی رُو سے ان کے ناموں کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ یہی وہ چار قدسیہ قدرتیں ہیں جن سے کائنات میں شمع حیات روشن ہے ایک ذرے سے لیکر بہت بڑی تخلیق میں انہی کا نور شامل ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی آیت کریمہ سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اس کائناتِ سماوی و ارضی میں محض اللہ ہی واحد نور دہندہ ذات ہے اَللّٰهُ نُوْرُ کے الفاظ سے اگر ہم اللہ کو ایک مجسم نور تصوّر کر لیں تو ان معنوں میں ایک عظیم نقص پیدا ہو گا کیونکہ کتاب خدا میں علم کو نور قمر کو نور اندھیرے کے بالمقابل اُجالے کو نور اور شاہد اور غیبی طاقتوں کو بھی نور ہی کہا گیا ہے۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ ان سب کو خدا سمجھ لیا جائے۔ اس انداز کی ایک اور مثال اس آیت سے بھی واضح ہوتی ہے کَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یعنی خدا نے اپنے نفس پر نہیں بلکہ اپنے پیدا کردہ نفس پر رحمت فرض کر دی ہے الغرض نُور فی الحقیقت روشنی اور قوت، حرارت اور حرکت، طاقت اور توانائی، شعور اور علم کا نام ہے جسے ہم سماعت و بصارت اور قلب و ذہن کی طاقتوں میں موجود پاتے ہیں۔ غرضیکہ نور اس قوت اور توانائی کا نام ہے۔ جس سے اجسام کائنات میں فہم و ادراک سُوجھ بوجھ ارتقاء و نمود۔ علم و عرفان اور حکمت و سائنس کے حیرت انگیز مظاہر پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں غور و فکر سے نوری سرچشموں کا جُدا جُدا دائرہ عمل حسب ذیل صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اوّل۔ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	میں۔ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
دوم۔ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	ہیں۔ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
سوم۔ مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	ہیں۔ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
چہارم۔ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	ہیں۔ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

گویا خدا کی چاروں قدسیہ قدرتوں کے اعجاز انفرادی طور پر علی الترتیب ان چاروں حدود پر مشتمل ہیں یہی ملاء اعلیٰ

Marfat.com

یعنی نوری نیوکلس سے منسلک ہیں اور یہی کن سے لیکر فیکون تک تدبیرِ امر میں شامل ہیں۔ اِن چار قدسیہ قدرتوں سے جو توانائیاں براہ راست ظہور میں آتی ہیں۔ انہیں قرآنِ حکیم نے اَلْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْن کا نام دیا ہے۔ اور ان سے جو مزید توانائیاں پیدا ہوتی ہیں انہیں محض ملائکہ کہا گیا ہے۔ ان کے بعد جبریل سے جبریلی ملائکہ۔ میکائیل سے میکائیلی۔ اسرافیل سے اسرافیلی اور عزرائیل سے عزرائیلی ملائکہ کے لشکر کائنات کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی انفرادیت یا اجتماعیت ہی اجسام میں مختلف قدروں کے ساتھ مختلف حالات حیات اشکال اور اعمال پیدا کرتی ہے۔ یہی طاقتیں خدا کے بندوں کی امداد میں شامل ہیں اور یہی ملائکہ اَصْحَابُ النَّار کی صف میں بھی شامل ہیں۔ غرضیکہ اِس کائنات میں مختلف قدرتوں طاقتوں قوتوں اور توانائیوں کا وجود انہی سے ہے۔ ہمارے ہاتھ کسی چیز کو پکڑنے یا ہمارے پاؤں آگے بڑھنے نیز کچھ سوچنے اور کرنے کی طرف کوئی عضو آگے نہیں ہوسکتا جب تک کہ انہی قدرتوں کی موجیں رَوئیں شعاعیں اور کششیں ہمارے شاملِ حال نہ ہوں۔ مخلوقِ خدا کے لئے رزق زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ جو گندم۔ پھل اور گوشت وغیرہ میں سٹور ہو جاتا ہے۔ جسے استعمال میں لاکر ہم بھی توانا ہو جاتے ہیں۔ چونکہ کائنات عناصر سے بنی ہے۔ اس لئے عناصر میں ان قوتوں اور قدرتوں کے بے شمار ذخائر موجود ہیں۔ جنہیں ہم کیمیائی یا طبیعی اعمال سے بخوبی دیکھ اور بھانپ سکتے ہیں۔ غرضیکہ کائنات تعمیری طور پر اِن چار قدرتوں سے زندہ و پائندہ ہے۔ اور ان کی ہیبت ناک جنگ سے دنیا آنِ واحد میں بھسم بھی ہوسکتی ہے۔ (اذ یَخْتَصِمُوْن)

چار قدسیہ قدرتوں کے نام اور اُن کے اعمال و صفات نیز اُن کے حکمتی یا سائنسی نام

اوّل:۔ جبریلؑ۔ (۱) اَلْاَمْر یعنی نظامِ قدرت کا اصل جوہر اور تمام قدسیہ قدرتوں کی رُوح الامین سمع و بصر اور افئدہ کی طاقتوں میں سے خصوصاً قلب و ذہن کی طاقت کا ماخذ اور منبع۔

۷۸ : ۳۸ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا

جس دن روح یعنی نظامِ قدرت و توانائی قائم کر دیا جائے گا۔ اور ملائکہ مخصوص صفوں میں ہو جائیں گے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ

اللہ ہی اپنے نظامِ قدرت سے ملائکہ کو قدسیہ قدرتوں کی رُوح یعنی مرکزی قدرت جبریلؑ کے ساتھ نازل کرتا ہے۔

(۲) ۸۱ : ۱۹۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ؕ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۚ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ

Marfat.com

یہ عالی مقام قدرت سب سے زیادہ قوت کی مالک اونچا مقام رکھنے والی سردار اور امانت دار یعنی + کی صفت رکھنے والی غیبی طاقتوں کو افشا کرنے والی یعنی غیب کی ماخذ قدرت ہے۔ تمہارا صاحب مجنون نہیں بلکہ یقیناً اس نے اُسے بالکل ظاہر اُفق سے دیکھ لیا ہے۔

(۳) یہ قدرت تخریب پسند نہیں۔

۸۱ : ۲۵ - وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ٥

(۴) یہ بہت بڑی اور سب قدرتوں سے طاقتور اصل قدرت ہے نیز علم و عرفان بخشتی اور عقل و دانش کی محرک ہے۔

۵۳ : ۵ - عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ٥ ذُوْ مِرَّةٍ ط

(۵) یہ بہت بلند مقام اور قدر و منزلت رکھتی ہے۔

۵۳ : ۷ - وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى -

(۶) غیب کی کنجیاں فی الحقیقت جبریل امین کے ملائکہ یا اس کی طاقتیں اور توانائیاں ہیں اور غیب اس کی صفت ہے۔

۶ : ۵۹ - مَفَاتِحُ الْغَيْبِ -

ترجمہ :- اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جن کو اس کے سوا مکمل طور پر کوئی نہیں جانتا۔ اور اسی کو بحر و بر کی تمام چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتہ جھڑتا نہیں مگر وہ اس کو جانتا ہے۔ اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہریاول اور خشک و تر چیز ایسی نہیں جو صحیفۂ کائنات میں موجود نہ ہو۔

الغرض یہ قدرتِ قدسیہ باقی تمام قدرتوں سے بلند مقام رکھنے والی شَدِيْدُ الْقُوٰى یعنی بہت بڑی طاقتور قدرت ہے۔ جو غیبی طاقتوں کو افشا کرتی ہے اور غیب اس کی صفت ہے۔ قلب و ذہن کو جلا بخشتی ہے۔ گویا یہ تمام طاقتوں اور قوتوں کی ایک مرکزی قدرت اور تمام قدسیہ قدرتوں کی رُوح کا جزوِ اعظم ہے جو ہرِ خالص ہے جو ہرِ نیوکلس کی مختار اور نوری محاکے کا جوہرِ مخصوص ہے مثبت یعنی + جمع پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ امین ہے اس لئے ہم اِسے غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا امین سمجھتے ہیں۔ اس کے مختلف نام یہ ہیں :-

(۱) جِبْرِيْل (۲) جِبْرَئِيْل (۳) جِبْرَئِل (۴) جِبْرَائِيْل (۵) جِبْرَائِل

گویا جَبْرَ بمعنی غالب، زبردست طاقتور، باندھنے اور جمع رکھنے والی۔ مال و دولت سے بھرپور اور اِیل بمعنی خدا کی پیدا کردہ خاص قدرت گویا دو لفظوں جَبْرَ اور ایل سے مشتق ہے۔ جَبْرَ عربی لفظ ہے۔ اور ایل بھی عربی لفظ تھا لیکن عبرانی میں داخل ہو کر عبرانی بن گیا ہے۔

حکمتی خاصیت :- ایط + طان - ایط بمعنی ایک مقام پر جمع رہنے والی ایک جگہ مقیم رہنے والی اور طان بمعنی

Marfat.com

ذرات سے بھرا ہوا مقام گویا ایط اور طان میں سے ایک ط کے حذف ہونے سے ایطان نام پایا یا دوسری صورت میں :-

فُرُوط + طان - فروط بمعنی کسی عنصر کے جوہر کی اصل قدرت جو اُس میں پیش قدمی کرتے ہوئے پہلے داخل ہوئی۔ اور طان کے معنے بتائے جا چکے ہیں۔ اس طرح یہ فروط طان کی ایک ط کے حذف ہو جانے سے لفظ فُروطان بنا جسے مغربی سائنسدان پروٹان کہتے ہیں۔

"PROTON"

دوم :- میکائیل۔

(۱) یہ قُدرت رزق کی تقسیم پر لگی ہے۔

۶۷ : ۱۹ = اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۔

ترجمہ۔ بھلا ایسی فوج (جُنْدٌ لَّكُمْ) جو تمہارے لئے مخصوص ہے۔ (جو قدرتِ قدسیہ میکائیل کے ملائکہ یا توانائیاں ہیں) بغیر رحمان کے تمہاری امداد کر سکتی ہیں اور بھلا وہ جو تمہیں رزق تقسیم کرتا ہے رزق بند کر دے تو کون ہے جو تم کو رزق دے گا۔

(۲) زمین و آسمان میں رزق تقسیم کرنے والی کنجیاں۔ یعنی میکائیلی ملائکہ۔

۴۲ : ۱۲ - مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

۳۹ : ۶۲ - ایضاً۔

(۳) رَعد اس کے ملائکہ میں سے ایک توانائی ہے کیونکہ وہ رزق کی افزائش کے لئے بادلوں کو چلاتی ہے۔ گویا یہ بھی میکائیلی توانائی ہے۔

۱۳ : ۱۳ - یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ ۔

(۴) یہ قدرت زمین و آسمان کی برکتوں کو تقسیم کرتی ہے۔ گویا یہ خود موجب برکت ہے۔

۷ : ۹۶ - لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

(۵) یہ قدرت زمین و آسمان کی میراث کو تقسیم کرتی ہے۔

۳ : ۱۸۰ - مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(۶) رزق اور سامانِ معیشت کی افزائش یا خاتمے کے لئے یہ قدرت بلند مقام رکھتی ہے۔ زمینی اور کائناتی زلزلے ہواؤں کے طوفان اور اولے اور بارش اسی کے طفیل وارد ہوتے ہیں۔

۶۷ : ۵ - وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کیا تو اسکی راہوں میں چلو پھرو اور خدا کی طرف سے دیا ہوا رزق کھاؤ اور

Marfat.com

پھر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا تم اس سے جو آسمان میں موجود ہے (یعنی قدرت قدسیہ میکائیل جو جبریل کے بعد دوسرا بلند مقام رکھتی ہے) بے خوف ہو کہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔ اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے (یعنی اُس سے طوفان ہلاکت اُٹھ کھڑا ہو) اور کیا تم اُس سے جو بہت بلند مرتبت قدرت قدسیہ ہے (میکائیل) نڈر ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔ تم جان لو گے (کہ اس قدرتِ عظیمہ کی کمی بیشی سے یا اس کے ساتھ تخریبی عمل کرنے سے جو فنا کا سماں پیدا ہوتا ہے اُس سے) میرا ڈرانا کیسے مفید ہے۔ (گویا اس قدرتِ قدسیہ کے ساتھ کسی قسم کی تخریبی کارروائی سے ہلاکت اور فنا کا میدان گرم ہو جاتا ہے)

(۷) جبریل و میکائیل سے عداوت یا نفرت یا اُن کے ساتھ تخریبی عمل بہت بُرا فعل ہے۔ کیونکہ ان دونوں سے جو ہلاکت خیزیاں پیدا ہوتی ہیں وہ بے حد ہیبت ناک ہیں۔ اِن کے ساتھ عداوت یا تخریب فی الحقیقت خدائے رحمٰن و حفیظ سے دشمنی ہے۔ نیز کتاب خدا کی قائم کردہ ترتیب کے لحاظ سے (یعنی ہر جگہ جبریل و میکال کے ناموں کا یکجا وارد ہونا) ثابت کرتا ہے کہ یہ دونوں قدرتیں نوری محاکمہ کے نیوکلس یعنی مرکزے میں یکجا مقیم ہیں۔

۲ : ۹۷ ۔ جو شخص خدا کا اُس کے ملائکہ کا اور رسولوں کا نیز جبریل و میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے منکروں کا خُدا دشمن ہے۔

(۸) اَلْمُقَسِّمَاتُ ۔ اِسی قدرت کے ملائکہ کا توصیفی نام ہے۔ گویا یہ قدرت تقسیم ÷ پر مقرر ہے۔

(۹) اَلنُّجُوْم اور اَشْجَار ۔ اِسی سے ظہور میں آتے ہیں۔ النجوم کے معنے روئیدگیاں بھی ہیں۔ جیسے وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَان (سورۃ الرحمٰن)

الغرض یہ قدرتِ میکائیل قدرتِ قدسیہ جبریل کے ساتھ شامل رہنے والی قدرت ہے۔ ان دونوں کی مقداریں مرکزے یا نیوکلس یا ملاء اعلیٰ پر یکساں ہیں۔ یہ قدرتِ جبریل کو تقسیم کرتی ہے گویا اس کی توصیف ÷ تقسیم ہے۔ مِعل اس کا عمل ہے۔ جب ہی محاکمہ نور یعنی ملاءِ اعلیٰ میں اس کے ساتھ کمی بیشی اور کوئی جبری عمل کیا جاتا ہے۔ اپنے نیوکلس کو پریشان کر دیتی ہے۔ اور فضاؤں میں ایک جنگ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ (اِذْ يَخْتَصِمُوْن) اور ملاء اعلیٰ کی تمام قدرتیں مرکزے کو توڑ کر آس پاس کی فضاؤں کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں لہٰذا اِس کے ساتھ کسی تخریبی یا شیطانی عمل کا کیا جانا فی الحقیقت جبریل و میکائیل دونوں سے دشمنی ہے۔ اور چونکہ یہ دونوں خدا کی بے مثال صنعت ہیں۔ اس لئے ان سے دشمنی فی الحقیقت خدا سے دشمنی کے مترادف ہے۔ ہم اس کا دائرہ عمل مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض کے تحت مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض کی تقسیم قرار دیتے ہیں۔

اس کے مختلف نام ہیں (۱) مِیکَال (۲) مِیکَائِل (۳) مِیکَائِیل (۴) مکائل جو مَلَکَ بمعنی کم کرنا یا تقسیم کرتے رہنا اور ایل بمعنی خدا کی پیدا کردہ قدرت یعنی اِن دو لفظوں سے مشتق ہے۔

Marfat.com

گویا یہ ایک مخصوص اندازے اور پیمانہ وزن سے تقسیم کرنے والی قدرت ہے۔

حکمتی خاصیّت۔ قِسط + طان یعنی دونوں لفظوں میں سے ایک ط کے حذف ہونے کے بعد قِسطان پر مشتمل ہے۔ قسط کے معنی پیمانہ ترازو۔ جمع شدہ مقدار کو تقسیم کرنے والا برتن اور قسطان کے معنی رزق برق رعد طوفانوں اور ہواؤں کو تقسیم کرنے والی طاقت کے ہیں۔ مغربی حکمت و سائنس میں اسی کا نام غالباً نیوٹران ہے۔ "NEUTRON"

سوم:۔ اسرافیل۔

(۱) یہ قدرت جبریلی قدرت کے تقسیم ہونے کے بعد جلوہ گر ہوتی ہے الملاءالاعلیٰ یا نوری محاکمہ کی مرکزی قدروں کو روشن ہو کر دانشگاف کرتی ہے۔ گویا یہ آنکھوں سے صاف نظر آتی ہے۔ اس لئے عین حق ہے اور روشن کواکب کی مانند ہے۔

۷ : ۱۸۵۔ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی ملکوت (روشن طاقتوں اور بجلیوں) میں اور عناصر سے جو کچھ پیدا کر دیا گیا (یعنی نفوس یا عناصر کے ایٹموں) میں (وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ) غور و فکر نہیں کیا۔ اور اس بات پر بھی غور نہیں کیا کہ ان کی موت (یعنی اُن کی حرکت و حرارت۔ تجلی اور زندگیوں کی چمک دمک کے اختتام کا) وقت قریب پہنچ گیا ہو۔ اور اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔

آیتِ بالا سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کہ زندگی محض حرکت حرارت، چمک دمک اور فہم و ادراک کا نام ہے۔ اور یہ سب کچھ خدا کی قدسیّہ قدرتوں کے طفیل ہے۔

۲۳ : ۷۱۔ اگر حق (یعنی واضح روشن قدرتِ اسرافیل) اُن کی خواہشوں پر چلے تو آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن میں کارفرما ہے (یعنی یہ تمام روشن اور نظر آنے والی مخلوق) سب درہم برہم ہو جائے (گویا اس کی ہیئتِ گردش و رفتار کا نظام بے حد مستحکم رکھا گیا ہے)

(۲) کائنات کے تمام کروں کی نمود جو آسمان و زمین کے درمیان ایک مخصوص تنظیم کے تحت گردش کر رہے ہیں۔ اسی قدرتِ حقّہ کے طفیل ہے۔ نیز امرِ خدا کے احاطے میں اس کی چار قدسیّہ قدرتیں شامل ہیں۔

۲۵ : ۵۹۔ اے محمّد اس زندہ و پائندہ خدا پر بھروسہ رکھ جو قطعاً نہ مرے گا۔ اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح بھی کرتے رہو۔ اور وہی اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے والا ہے۔ وہی تو ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ (یعنی تمام کروں اور ان کی مختلف مخلوقات کو) چھ دنوں میں پیدا کر دیا پھر تختِ سلطنت پر جم گیا۔ وہی جس کا نام رحمان ہے۔ تو (اس کائنات کے روشن ہو جانے اور پیدا ہو جانے کا علم اُس خبر رکھنے والی (قدرتِ قدسیّہ اسرافیل) سے پوچھ (جو حق ہے اور جس سے یہ کائنات روشن ہوئی)

Marfat.com

(فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا)

نوٹ:۔ آیت بالا میں خَبِیْرًا کا لفظ واضح کرتا ہے۔ کہ یہ خدا کی طرف منسوب نہیں اگر ایسا ہوتا تو الفاظ فَاسْئَلْ بِهٖ عَلِیْمًا ہوتے۔ خبر محض تیسری طاقت ہی دیا کرتی ہے۔ یہ لفظ کسی انسان کی طرف بھی منسوب نہیں کیونکہ جناب رسولِ خدا صلعم تو باقی تمام بنی نوع انسان سے زیادہ باخبر تھے۔

۲ : ۱۱۷۔ وَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین کو نئی ترتیب دینے والا (بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) جب وہ امر (یعنی نظام توانائی) کو کسی تخلیق کے لئے خبردار کرتا ہے تو اُن قدرتوں کے مخصوص نظام کو کہہ دیتے ہیں کہ (فلاں تخلیق میں بطور رُوح کے داخل) ہو جاؤ۔ تو وہ (اُس تخلیق میں زندگی اور توانائی بن کر ایک مخصوص عرصے کے لئے مکین) ہو جاتا ہے۔

(۳) قدرتِ قدسیہ اسرافیلی اپنی حیرت انگیز شعاعوں سے کائنات کی ہر نوع کو دیکھ کر اُن کے اعمال کا عکس لے رہی ہے۔ کراماً کاتبین یعنی وہ ملائکہ یا توانائیاں جو برقی لہروں یا اشعاع کی صورت میں پیدا ہو کر کائنات کی مخلوق کے اعمال فلما رہی ہیں۔ وہ بھی اِسی قدرت سے کارفرما ہیں۔

۴۳ : ۸۰۔ کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کی پوشیدہ باتوں کو سُنتے ہی نہیں ناں ہاں ضرور سُنتے ہیں اور (قدرتِ قدسیہ اسرافیل سے) ہمارے بھیجے ہوئے اُن کے پاس پہنچ کر اُن کے اعمال چھاپ رہے ہیں۔ (بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ)

۸۲ : ۱۱۔ کراماً کاتبین (قدرتِ قدسیہ اسرافیل کی لہریں اور اشعاع) اعمال کے محافظ مقرر ہیں۔

(۴) یہ خطرے کے الارم کو آواز کی طاقت بخشنے والی قدرت بجلی کا آلہ ناقور اور صُور جو آگاہ کرنے اور خوف پیدا کرنے آواز پیدا کرنے اور جمع کرنے کے لئے بجتا ہے۔ اور بجے گا وہ بھی قدرتِ قدسیہ اسرافیل کے طفیل آواز پیدا کرتا ہے۔ اور ہر بولنے والا جسم بھی اِسی قُدرت سے بولتا ہے۔

۵۴ : ۶۔ جس دن بلانے والا (یعنی قدرتِ قدسیہ اسرافیل) اُن کو ایک اجنبی اور انوکھے عنصر (کے ہیبت ناک ایٹمی اعجاز یعنی ایٹم بم کی ہلاکت) کی طرف متوجہ کر دے گا۔ (یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیْءٍ نُّكُرٍ) مُّهْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ۔ اُس بلانے والے کی طرف دوڑتے جائیں گے۔ (یعنی قدرتِ قدسیہ اسرافیل اُنہیں مجتمع کرنے پر مامور ہوگی۔

وَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ۔ جس دن خطرے کے وقت الارم بجنا شروع ہو جائے گا۔ (جو قدرتِ قدسیہ اسرافیل سے بجے گا۔)

Marfat.com

۳۰ : ۴۲ ۔ اور اسی کے اعجاز میں سے ہے کہ تم کو خوف اور بقا کی اُمید دلانے کے لئے برق دکھاتا ہے ۔ (گویا قدرتِ قدسیہ اسرافیل کی صفت برقی پارے سے مماثل ہے)

(۵) اسرافیل منفی پر دلالت کرتا ہے ۔

۳۶ : ۸۳ ۔ وہ ذات پاک ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی بجلیاں ہیں (جو قدرتِ قدسیہ اسرافیل سے جنم لیتی ہیں) ایک مقام پر پہنچ کر پھر مرکز کو واپس چلی جاتی ہیں ۔

گویا یہ ایک مقام پر جمع نہیں رہتی بلکہ ایک جسم میں پہنچ کر پھر اُس سے نفی ہو جاتی ہے ۔ اور اپنے پاور ہاؤس میں پہنچ کر جسم میں اپنا وجود باقی نہیں رکھتی ۔ لہٰذا اس قدرت کا خاصہ نفی (–) ہے ۔

الغرض یہ قدرتِ قدسیہ اسرافیل ، جبریل و میکائیل کی قدرتوں سے ایک مخصوص اندازے سے جدا ہو کر مرکزی قدرتوں کی کمیت اور بوزنِ مخصوص کو پیش کرتی ہے ۔ نیز مرکزی قدرتوں اور چوتھی عظیم قدرتِ متحفظہ کے درمیان رہ کر اُن میں تفریق کا مظہر بنتی ہے ۔ اسی لئے یہ قدرت منفی کے نشان پر دلالت کرتی ہے ۔ (–) یہ قدرت عین حق ہونے کی وجہ سے بے حد روشن اور تجلیاتی قدرت ہے ۔ اس کی صفت برقی پاروں میں مخصوص ہے اور کواکب کی تخلیق میں اسی کا حصّہ ہے ۔ کائناتی اعمال و کردار کو اپنی حق نما طاقت سے نقش کرتی یا فلما لیتی ہے اسی وجہ سے قرآن حکیم میں اسے حق کا لقب دیا گیا ہے ۔ چونکہ یہ نوری مرکزے کے ارد گرد کواکب کی طرح محوِ گردش اور چھائی ہوئی ہے ۔ اس لئے ہم اس کا احاطۂ عمل ،

مَلَكُوتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض میں بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض تک محیط قرار دیتے ہیں ۔ اور اس کے اعمال میں منفی کا اہم خاصہ موجود پاتے ہیں ۔

اِسرافیل کا لفظ اِسراف اور ایل سے مشتق ہے اِسراف بمعنی گھٹانا خرچ کرتے رہنا ۔ منفی کرنا اور ایل بمعنے خدا کی پیدا کردہ قدرت اِسی لئے یہ منفی پر دلالت کرتی ہے ۔

حکمتی خاصیت :۔ اوّل ۔ مُحِیط + طان ۔ یعنی مُحِیطَان ایک ط مشترک کے حذف ہونے سے یہ لفظ بنتا ہے ۔ محیط کے معنے گھیرے میں رکھنے والے اور طان بمعنے عناصر کے عبار سے بھرا ہوا مقام ۔

دوم ۔ حَطّ + طان ۔ یعنی حَطّان ۔ حَطّ کے معنی کمی یا منفی ۔ طاقت یا قوتّ کو کم کرنا اور طان کے معنے عناصر کے غبار سے بھرا ہوا مقام ۔

سوم ۔ نَقَط + طان ۔ یعنی نَقَطان ۔ نَقَط کے معنے سونے جیسے ذرات سے بھری ہوئی جگہ جو اُوپر چھائے ہوئے ہوں ۔ اور طان کے معنے عناصر کے غبار سے بھرا ہُوا مقام ۔

مغربی حکمت میں اس کا نام الیکٹران ہے ۔ ——"ELECTRON"——

Marfat.com

چہارم۔ عزرائیل

۱) اِس قدرتِ عظیمہ کا کائنات میں بے شمار طاقتوں کے لشکروں پر تسلط ہے۔ جو امن وسلامتی یعنی ایمان کے طلب گاروں کی حفاظت اور تخریب و فتنہ پرور طاقتوں کے بالمقابل دفاع کا کام سرانجام دیتی ہے۔

۴۸ : ۴ ۔ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۔

۳۳ : ۹ ۔ مومنو! خدا کی اُس مہربانی کو یاد کرو۔ جو اُس نے تم پر کی ہے۔ جب دشمن کی فوجیں تم پر حملہ کرنے والی تھیں تو ہم نے اُن پر ہوا بھیجی (از قدرت قدسیّہ میکائیل) اور اُس کے ساتھ اور ملائکہ بھی بھیجے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ تم جو کچھ کرتے ہو خدا اُسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

گویا یہ ملائکہ عزرائیلی قدرت کی توانائیاں تھیں۔ اور خدا کی طرف سے اعمال کو دیکھنے یا فلمانے کے لئے قدرتِ اسرافیل کی توانائیاں مخصوص ہیں۔ نیز مومنوں کی قوّتِ جنگ جبریلی قدرت سے منسلک ہے۔

۲۶:۹ ۔ پھر خدا نے اپنے پیغمبر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی (یعنی قدرتِ جبریل جو موجوں سے آراستہ ہے) اور تمہاری مدد اور حفاظت کے لئے لشکر (از قدرتِ عزرائیل) اتارے جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے۔ (چونکہ وہ مختلف کششوں سے آراستہ ہیں) تاکہ کافروں کو عذاب دیا جائے (اور مومنوں کی حفاظت از قدرتِ قدسیّہ عزرائیل کی جائے)

۲) اِس قدرتِ قدسیّہ سے ایک ایسی قوت متحفظہ پیدا ہوتی ہے۔ جو انبیاء کو اکثر عطا ہوتی نیز خدا کے کئی صالح العمل انسان بھی اُس سے نوازے جاتے ہیں۔

۵۱ : ۳۸ ۔ وَ فِيْ مُوْسٰىٓ اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۔

اور مُوسیٰ کو ہم نے فرعون کی طرف ایک واضح قوتِ متحفظہ (سُلطان) دیکر بھیجا۔

سُوْرَۃُ الرَّحمٰن ۔ اے معشرِ جن وانس اگر تم چاہو کہ زمین کے کناروں سے نکل کر کہیں باہر بھاگ جاؤ تو ایسا نہیں کر سکتے۔ ہاں مگر ایک قوّتِ متحفظہ (سُلطان) کے ذریعے تم ایسا کر سکتے ہو (اِلَّا بِسُلْطٰنٍ)

۳) اِس قدرتِ قدسیّہ سے پیدا ہونے والے ملائکہ یعنی توانائیاں ہر جاندار کی وفات کا باعث بھی بنتی ہیں۔

۷۹ : ۱ ۔ اَلنّٰزِعٰتِ ۔ ڈوب ڈوب کر جانیں کھینچنے والی (کششیں)

اَلنّٰشِطٰتِ ۔ آسانی سے جان کھینچنے والی برعکس (کششیں)

۳۲ : ۱۱ ۔ کہدو کہ موت کو قبضہ میں کرنے والی قدرت (مَلَكُ الْمَوْتِ) جو تم پر مقرر کی گئی ہے۔ تمہاری جانوں کو قبضہ میں کر لیتی ہے۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۴۷ : ۲۷ ۔ تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۔ یعنی جانوں کو قبضہ میں لینی والی توانائیاں اور طاقتیں۔

Marfat.com

۳۹ : ۲۲ - اللہ (اپنی مقرر کی ہوئی قدرت عزرائیل کے ذریعے) موت کے وقت نفسوں کو قبضے میں کرلیتا ہے اور جو مرتے نہیں ان کے نفسوں کو ایک عرصہ کیلئے قبضے میں کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم وارد کر چکتا ہے انہیں پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔

(۴) قدرتِ قدسیہ عزرائیل ضرب (×) کے نشان پر دلالت کرتی ہے۔

۸ : ۵ - ملائکہ (یعنی قدرتِ عزرائیل کی توانائیاں) کافروں کی جانیں نکالتے وقت اُن کے مونہوں پر زور سے مارتے ہیں۔ (یعنی ضربات پہنچاتے ہیں)

۳ : ۱۲۴ - جنگِ بدر میں خدا نے تین ہزار ملائکہ کے لشکر (از قدرتِ عزرائیل) نازل کئے جو کفار کو مار مار کر سمیٹ رہے تھے۔ اور مومنوں کے حوصلوں میں اضافہ کر رہے تھے۔ (گویا غیر صالح افراد کے بالمقابل صالح افراد کے حوصلوں میں اضافہ کر کے اُن کا تحفظ کر رہے تھے۔)

۶ : ۶۱ - اللہ اپنے صالح انسانوں پر نگاہ بان بھیجے رکھتا ہے۔

(۵) اس قدرتِ قدسیہ میں کششِ ثقل۔ کششِ مقناطیسی۔ کششِ برقی نیز دیگر لاتعداد کششیں پائی جاتی ہیں اِن کششوں کے نظام کا نام خُدا نے المیزان رکھا ہے نیز شدید بأس یعنی زور آور اور خوفناک موافق و متضاد کششِ مقناطیسی موجود ہے۔ جو صالح انواع کے تحفظ اور غیر صالح انواع کی ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔

۳۵ : ۴۱ - خدا ہی زمینوں اور آسمانوں کو تھامے رکھتا ہے۔ کہ ٹل نہ جائیں۔ اور اگر وہ ٹلنے لگیں تو اس کے سوا ایسا کون ہے جو پھر ان کو تھام لے وہ فی الحقیقت بڑا بردبار اور بخشش والا ہے۔

۲۱ : ۳۰ - زمین میں توازن کے لئے پہاڑ بنا دئے (جن میں قدرتِ عزرائیل کی وجہ سے کششِ مقناطیسی اور برقی کششوں کے عناصر موجود ہیں) اور آسمانوں کو محفوظ چھت بنایا (جس کی حفاظت وہی میزانی کششیں کر رہی ہیں)

۵۷ : ۲۷ - بأسٌ شدید۔ الحدید یعنی خالص فولاد میں (قدرتِ عزرائیل کی وجہ سے) ایک خوفناک متضاد و موافق کششِ مقناطیسی موجود ہے۔

۵۷ : ۲۵ - ہم نے اپنے پیغمبروں کو بیّنات یعنی واضح حکمتی اعجاز دے کر بھیجا اور اُن پر صحیفۂ فطرت یعنی کائنات (کا علم فطرت) نازل کیا اور یہ الکتاب اور المیزان (یعنی کائنات اور اس میں پھیلی ہوئی کششوں کا حیرت انگیز جال جو قدرتِ عزرائیل سے قائم ہے) نازل کیا۔ تاکہ لوگ بھی (اِن کششوں کے وجود سے) اپنا توازن قائم رکھ سکیں۔

۵۵ : ۷ - وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ - اُسی نے آسمان بلند کیا اور (اس میں) میزان

Marfat.com

(یعنی کششوں کا حیرت انگیز جال اور کائنات کے ہر کرّے میں مقناطیسی سلاخ) ایجاد کی۔ تاکہ تم اس میزان کی وجہ سے قائم رہ سکو اور اِدھر اُدھر لڑھک نہ جاؤ (تَطْغَوْا) نیز اس لئے کہ تم بھی ان حیرت انگیز کششوں کے مقداری اعجاز کو (وَزْن) قائم رکھو۔ اور اُسے کمزوری اور خسارے میں نہ آنے دو (وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَان) (تاکہ کائنات کی ہر چیز رواں دواں رہ سکے۔)

نوٹ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسانی تخریب سے المیزان کی کششوں میں کمی ممکن ہے۔

۶) ظُلُمٰت۔ یعنی ایسی تاریکیاں جن میں تمام برقی نظام معطل ہو جاتے ہیں اسی قدرت سے ظہور میں آتی ہیں۔ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ خشکی اور تری کے طبقات میں ایسی ہیبت ناک تاریکیاں جن سے برقی توانائیاں ناکام ہو کر رہ جاتی ہیں۔

۲ : ۱۹۔ فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ۔ سے قدرتِ قدسیہ عزرائیل و قدرتِ قدسیہ میکائیل اور قدرتِ قدسیہ اسرافیل اور اُنکی توانائیاں یا ملائکہ مراد ہیں۔

۷) یہ قدرتِ قدسیہ نفسوں یعنی اٹیموں اور ان سے بنے ہوئے اجسام سے آر پار ہو جاتی ہے۔ اور باوجود اس کے اجسام زندہ اور توانا رہتے ہیں جیسے Ray - X کہا جا سکتا ہے۔

۳۹ : ۴۲۔ اور جو مرتے نہیں ان کے نفسوں کو نیند میں قبضے میں کر لیتا ہے۔ (گویا نفس زندہ تو رہتے ہیں لیکن اس کی توانائی اُن پر نیند طاری کر دیتی ہے (اور اس سے غور و فکر کی صلاحیتیں چھین لیتی ہے)

غرضیکہ یہ قدرتِ قدسیہ عزرائیل ایک وقتِ مقررہ تک کسی جسم اور شے کی حفاظت بھی کرتی ہے۔ اور وقتِ مقررہ کے بعد اُسے موت کے گھاٹ بھی اتار دیتی ہے۔ گویا یہ قدرتِ متحفظہ بھی ہے۔ اور قدرتِ مہلکہ بھی اس کے بے شمار لشکر ہیں۔ جو اپنے اعمال پر مامور ہیں یہ قدرت حکمتی اصولوں کے مطابق ضرب (x) کے نشان پر دلالت کرتی ہے اس میں عظیم کششیں موجود ہیں۔ جو اجسام سے آر پار ہو جاتی ہیں لیکن کبھی کسی کو زندہ اور کبھی مار بھی دیتی ہیں۔ تاریکی میں رہنا اس کی صفت ہے۔ کیونکہ کششیں نظر میں نہیں آ سکتیں۔ بحر و بر میں مُردہ یا تاریک طبقات (Dead Zones) اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی شان سُلطان ہے۔ جس کے معنے قدرت متحفظہ ہیں بصارت اور سماعت اور آوازمیں یہی کار فرما ہے۔ لہٰذا اس کا احاطۂ عمل:۔

جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی وجہ سے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تک وسیع ہے۔

اس قدرت کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱) عِزْرَئِيل ۲) عِزْرَائِيل ۳) عِزْرَئِل۔ جو عَزْر بمعنی مدد کرنا، روکنا کسی نظام کو طاقت سے قائم اور رواں کئے رکھنا۔ فرائض اور احکام کو بحفاظت سرانجام دیتے رہنا۔ اور ایل بمعنی خدا کی پیدا کردہ

Marfat.com

قدرت یعنی یہ نام بھی دو لفظوں سے مشتق ہے۔

حکمتی خاصیت:۔ اس کی حکمتی خاصیت سلطان پر مشتمل ہے۔ یعنی سُلط + طان۔ ایک ط کے حذف ہونے سے سُلطان کا لفظ بنتا ہے۔ سُلط کے معنی محافظ طاقت اور تسلّطی قوت کے ہیں۔ مغربی سائنس میں اس کا نام ابھی تک مقرر نہیں ہوا۔ لیکن ہماری دانست میں اس کا صحیح انگریزی نام سولٹران موزوں ہوگا جو سُلطان کے لفظ سے ملتا جلتا ہے۔ ——SOULTRON——

الملاءِ الاعلیٰ یعنی ان قدسیّہ قدرتوں کے مرکزِ اجتماع یا ایک نیوکلس پر مجتمع ہونے والی قدرتوں کی تشریح حتی الامکان قرآنِ حکیم سے کی گئی ہے۔ ان قدرتوں سے جو حیرت انگیز حکمتی نتائج اور محاکمات قائم ہو سکتے ہیں حسب ذیل ہیں۔

اوّل:۔ ان قدسیّہ قدرتوں میں فطری حکمتوں کے ماتحت علم ریاضی کی بُنیادی اکائیاں ظہور میں آتی ہیں۔ یعنی سب سے پہلے جبریل کی فطری اکائی جمع (+) پر مشتمل ہے۔ پھر میکائیل کی تقسیم (÷) ظاہر کرتی ہے۔ یہ دونوں ایک مقام یعنی نوری محاکمے کے مرکزے یا نیوکلس میں مقیم ہیں اور ان کی اشکالی ہیئت بھی ایک دوسرے سے حیرت انگیز طور پر مماثلت رکھتی ہے۔ ان کے باہر نفی (-) اسرافیلی مظہر سے قائم ہے۔ پھر ضرب × کی اکائی ہے جو عزرائیلی قدرت سے ظہور میں آتی ہے۔ ان ہر دو میں بھی حیرت انگیز مماثلت ہے۔ یعنی نفی کی ایک لکیر پر دوسری ترچھی لکیر جو قریباً ½۶۶° کا زاویہ بناتی ہو اس ضربی نشان کو ظاہر کرتی ہے۔ ضرب کا مروجہ نشان جو دونوں ترچھی لکیروں پر مشتمل ہے۔ فی الحقیقت غلط ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا صحیح نشان یوں ⁄— بنتا ہے۔

اگر ہم اپنے ارضی قطب شمالی کا زاویہ شمسی مدار میں قطبی ستارے سے قائم کریں تو ½۶۶° نکلیگا۔ اس لئے ارض کی متحفظہ قدرت المیمن ان کے اسی زاویے پر قائم ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو مثبت اور منفی کے ملنے سے تجلیات اور انوار کا ظہور ممکن ہے۔ لیکن ÷ اور × کے ملنے سے انوار کی بجائے ظلمت و تاریکی کا مظہر پیدا ہوتا ہے اس لئے ریاضی کے ان ابتدائی کلیوں کی ترتیب جو فطرتی طور پر قائم ہوتی ہے۔ فی الحقیقت + کے بعد ÷ پھر - کے بعد × ہے۔ یہی چار کلیے فی الحقیقت تمام علم ریاضی کی جان ہیں۔ یہی وہ فطرتی اکائیاں ہیں جو اپنے مختلف اندازوں اور قدروں پر مشتمل ہو کر کائنات میں عناصر کی ہر نوع کو کسی نہ کسی مختلف شکل و صورت اور مختلف اثرات اور اُن میں مختلف حسیاتی اعمال کو نمو بخش رہی ہیں۔ نہیں بلکہ فطرت کے یہی کلیات کائنات کے ہر عنصر اس کے جوہروں اور نفسوں یعنی ایٹموں کو ایک مخصوص کمی بیشی کے ساتھ جُداگانہ شکل و صورت جداگانہ خواص اور مختلف اوزان اور کمیتوں میں پیش کرتے ہیں۔ ایٹمی توانائی جسے آج ارتقائے انسانی نے کسی حد تک بھانپ لیا ہے۔ ہر عنصر میں جدا جدا ہے۔ لیکن ہر عنصر اور اس کے نفس یا ایٹم میں اس کا وجود یقینی ہے۔ یہی وہ نوری محاکمہ ہے۔ جس کی تشریح خدا نے حیرت انگیز طور پر آیات ۲۴ : ۳۵ میں اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے ضمن میں فرمائی ہے۔ جس کے

Marfat.com

معنے صحیح طور پر یہی ہو سکتے ہیں۔ کہ کائنات سماوی وارضی کی ہر نوع میں ان کے عناصر کے ہر نفس یا ایٹم میں فی الحقیقت نور درخشندہ محض اللہ ہی کی ذات ہے۔ یہ نور اس کی تخلیق ہے۔ نہ کہ خود خدا ہے۔ جیسے کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ خدا کے اس تمثیلی نوری ممالکے کی تشریح آگے اپنے مقام پر دی جائے گی یہاں صرف اس قدر واضح کر دینا مقصود ہے۔ کہ نوری نظام فی الحقیقت وہی الملاء الاعلیٰ ہے۔ جس میں خدا کی چار قدسیہ قدرتیں جلوہ فرما ہیں۔ یعنی

جبریل جسے مغرب نے پروٹان کا نام دے رکھا ہے۔
میکائیل جسے مغرب نے نیوٹران کا نام دے رکھا ہے۔
اسرافیل جسے مغرب نے الیکٹران کا نام دے رکھا ہے۔
اور عزرائیل جس کا نام ہم نے سولٹران لفظ سلطان کے مترادف منتخب کیا ہے۔

جیسا کہ تدبیر کائنات اور الملاء الاعلیٰ کے ضمن میں قبل ازیں قرآنی نظریات سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ یہ قدسیہ قدرتیں ہر عنصر (شیٔ) میں خدا کے ارادے سے ہی داخل ہیں اور کسی تخلیق کے وقت عنصر سے ہی خدا کی اولیں بات ہوتی ہے (قَوْلُنَا لِشَیْءٍ) پھر کُن کے حکم سے وہی تخلیق معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔ اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی میں اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ کے ہیبت ناک الفاظ صاف صاف اشارات پیش کرتے ہیں۔ کہ جب ان قدرتوں پر کسی تخریب کا عمل ہوتا ہے تو وہ ہیبت ناک جنگ پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ جس کا ظہور صاف طور پر آج ارتقائے انسانی نے ایٹم بم کی صورت میں دیکھ لیا ہے۔ اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی کی دوسری آیت سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ جب اِن قدرتوں سے شیطانی تخریب ٹکرا جاتی ہے۔ تو یہ قدرتیں وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ کی صورت میں موجودہ دَور کے راکٹوں اور میزائیلوں کی طرح کائنات میں ایک ہیبت ناک ٹکراؤ پیدا کر دیتی ہیں۔ پھر وہی قدرتیں کائنات کی خلاؤں میں اپنے تباہ کن اثرات کے شعلے مارے پھرتی ہیں۔ اور جو عنصر اُن کے ساتھ ٹکرا جاتا ہے۔ وہ بھی شہاب ثاقب کی طرح جلتا ہوا شعلہ بن جاتا ہے۔ یعنی یہی مہیب قدرتیں ایک تباہ کن آتشی عمل پر اُتر آتی ہیں۔ اور ہر چیز کو بھسم کر دیتی ہیں۔

متقدمین نے اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی کی اِن دو عظیمُ الشّان آیات کی جو تفسیریں کی ہیں۔ اُنہیں قارئین خود ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ہر تشریح سے اختلاف ممکن ہے۔ اور اگر یہ اختلاف کسی خدائی حکمت کی صحیح ترجمانی کر دے تو ہر عقلِ سلیم کو اس کے سامنے جھک جانا ہی بہتر ہوگا۔ بہرحال قرآنِ حکیم و عظیم کی آیاتِ محکمات اور آیات متشابہات میں کامل غور و فکر کے بعد ہی صحیح حکمتی اعجاز (محکمات) عقل انسانی پر منکشف ہونے ممکن ہیں۔ چونکہ ہر انسان کسی نہ کسی ایک زاویے سے کسی آیت کی تشریح کرتا ہے۔ اس لئے اِن آیات کے متعلق ہماری تشریح بھی یقیناً قابل غور و فکر ہوگی۔ آیات کے معانی اور کسی لفظ کے صحیح ترجمہ پر بحث کے نظریات کا ذکر انشاء اللہ اپنے مقام پر ہوگا۔

Marfat.com

یہ اشیاء یعنی عناصر۔ ان کے نفوس یعنی ایٹم اُن میں نُور یعنی توانائی اور یہ الامر یا رُوح یعنی نظام توانائی بھی

خدا کی عظیم بخششیں اور آیات یعنی اعجاز ہیں

یہ لاتعداد کائناتی مخلوق شب و روز اِس دُھن میں سرگرداں ہے کہ کسی نہ کسی طرح خدا کو دیکھ لیا جائے۔ اُس کی ہیئت کیا ہے۔ اس کی شکل و صورت کیونکر ہے۔ وہ کہاں مکین ہے۔ لیکن خدا کی اِس اطلاع کے مطابق کہ "لَا تُدْرِکُہُ الاَبْصَار" تمہاری یہ کائناتی آنکھیں اُسے دیکھنے سے عاجز ہیں اِس کائنات کی ہر نوع ابھی تک ورطۂ حیرت میں ہے۔ اور اُسے دیکھنے سے اِس لئے بے بس ہے۔ کہ خدا کی ذات لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ہے۔ اس کے وجود کا رشتہ ناطہ کسی شے سے نہیں وہ کسی کی مثال میں نہیں۔ نہیں بلکہ وہ ایک بالکل جداگانہ ذات ہے۔ اور باقی جو کچھ ہے۔ وہ یا تو محض اشیاء ہیں یا اشیاء سے تقویم میں آئی ہوئی انواع ہیں۔ اسی لئے نہ تو اشیاء خدا کی مثال میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ اور نہ اشیاء سے تقویم میں آئی ہوئی انواع کو خدا کہا جا سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا کی برتر ذات کے بعد اشیاء کا وجود ہی اُس کی بے مثال صنعت و تخلیق کا غماز ہے۔ نوعِ انسانی کی عقل و فکر اور اس کا دائرۂ حکمت و عمل محض اشیاء اور اُن کے اعمال و کردار تک محدود ہے۔

انہی اشیاء میں علم و خبر اِنہی میں حکمت و فطرت اِنہی میں وہ تجلیات و مظاہر رقصاں ہیں۔ اِنہی میں خدا کے عظیم و برتر وجود کی خبر نہ صرف پنہاں ہے۔ بلکہ خدا کی خلاّقی اور ایجادات عالم میں یہی اشیاء کائنات کی بے مثال تعمیر کی خشتِ اول کا پتہ دیتی ہیں۔ جن سے یہ زمین و آسمان بُقعۂ نور اس کے شمس و قمر میں تجلیات اور ان میں پھیلی ہوئی بے شمار مخلوق کی توانائیاں صاف صاف دکھائی دے رہی ہیں۔ یہ اشیاء کیا ہیں ؟ یہ خدا کی امانت کیا ہے ؟ آیئے خدا کا قرآن دیکھئے اور اس بے مثال صنعت خدا کے اعجازات کا بنظرِ غور مطالعہ کیجئے۔ انسان بذاتِ خود ایک قدرت کا نام ہے جو عناصر میں مستور ہو کر اپنے پُتلے کو انسان کا نام شیءٌ۔ قرآنِ حکیم میں لفظ شیءٌ بے شمار مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ اور مترجمین نے اس عظیم الشان لفظ کے معانی کہیں کچھ اور کہیں کچھ کئے ہیں۔ ہم مشتے از خروارے چند قرآنی آیات آپ کے غور و فکر کے لئے پیش کرتے ہیں۔

(۱) ۵۲ : ۳۵ - اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ ھُمُ الْخَالِقُوْنَ ٥

کیا یہ کسی عنصر کے ماسوا سے پیدا ہو گئے ہیں یا یہ (اُن عناصر کو) از خود پیدا کرنے والے ہیں۔ گویا انسانی تقویم محض عناصر سے ہوئی اور انسان عناصر کی تخلیق میں کُلیتہً بے بس ہے۔ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ۔ وہ کس عنصر

Marfat.com

سے پیدا کیا گیا۔

(۲) ۲ : ۲۵۵ ۔ وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۝

انسانوں کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ کسی عنصر کے علم پر از خود دسترس حاصل کر سکیں ہاں مگر خدا ہی جیسا چاہے یا جس کو یہ علم بخشنا چاہے دیا کرتا ہے۔

(۳) ۵۷ : ۲۹ ۔ یہ باتیں اِس لئے بیان کی گئی ہیں۔ کہ اہل کتاب بھی (خدا کے علم سے) جان لیں کہ وہ خداداد فضل و کرم سے ہی کسی عنصر کے استعمال پر قدرت رکھتے ہیں۔ (اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ)

(۴) ۷۲ : ۲۸ ۔ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝

اور جو کچھ اُن کے سامنے ہے اس پر تو خدا نے ہی احاطہ کر رکھا ہے۔ اور اُسی نے "تمام عناصر کو پُوری طرح شمار کر رکھا ہے۔ اور اُن کے مخصوص اعداد مقرر کر رکھے ہیں۔

(گویا ہر عنصر کا ایک نہ ایک عدد مخصوص ہے جو اُس کے وزن اور کمیت کو پیش کرتا ہے۔)

(۵) ۱۱ : ۵۷ ۔ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝

یہ عناصر اس قدر ہیبت ناک ہیں۔ کہ محض خدا ہی اِن تمام عناصر پر پُوری حفاظت رکھتا ہے۔

(۶) ۱۱ : ۴ ۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور وہی خدا ہی تمام عناصر پر (جنہیں بذات خود ہیبت ناک قدرت موجود ہے) بے پناہ قدرت رکھتا ہے۔

(۷) ۲ : ۱۱۳ ۔ یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی عنصر پر اپنی حکمت نہیں رکھتے۔ اور عیسائی کہتے ہیں۔ کہ یہودی کسی عنصر پر اپنی حکمت کا دار و مدار نہیں رکھتے۔ حالانکہ دونوں کتاب خدا پڑھتے ہیں (جن میں عناصر کی حیرت انگیز حکمت و سائنس کا علم موجود ہے) (عَلٰى شَيْءٍ)

(۸) ۱۳ : ۸ ۔ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝

اور خدا کے ہاں ہر عنصر کی مقدار یا اُس کا وزن مخصوص یا اس کی کمیت کا اندازہ ضرور مقرر ہے۔

(۹) ۵۱ : ۳۸ ۔ خدا سے کوئی عنصر مخفی نہیں خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں۔

(گویا زمین و آسمان میں ہر جگہ عناصر کا ہی حیرت انگیز اعجاز موجود ہے۔)

(۱۰) ۵۱ : ۴۹ ۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

اور ہم نے تمام عناصر میں جوڑے یا ہمجا کا نظام قائم کر رکھا ہے۔ تاکہ تم (خدا کی حکمت سے) سبق حاصل کرو۔

(۱۱) ۵۴ : ۵۲ ۔ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝

اور ہر عنصر جس پر انہوں نے (حکمت و سائنس سے) عمل کیا (یعنی کیمیائی اور طبیعی تجربات کئے) وہ اُن کے اعمال

Marfat.com

میں درج کر لیا جاتا ہے۔

(۲) ۲۵ : ۲ - وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ۝

اور اُسی نے تمام عناصر کو پیدا کیا پھر (توانائی وزن کیمیت یا کیمیائی اور طبیعی لحاظ سے) اُن میں حیرت انگیز مخصوص اندازے مقرر کر دئے۔

(۳) ۱۶ : ۸۹ - اَلْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرَىٰ ؕ

الکتاب یعنی کائنات ایسی ہے جو تمام عناصر کو پوری طرح واضح اور بیان کرنے والی ہے اور اُسی سے ہدایت رحمت اور بشارت کے عظیم الشان سرچشمے پھوٹ رہے ہیں۔

(۴) ۱۶ : ۴ - إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

کسی تخلیق کے سلسلے میں ہماری ابتدائی بات تو محض عنصر سے ہوتی ہے۔ جب ہی ہم (کسی تخلیق کا) ارادہ کر لیتے ہیں تو (عنصر کو) کہہ دیا کرتے ہیں کہ (فلاں تخلیق بن) ہو جا تو وہ (طویل مدتوں اور کئی مرحلوں کے بعد) ہو جاتی ہے۔

(۵) ۱۶ : ۲ - لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝

اور جن کو وہ خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کوئی عنصر از خود بنا ہی نہیں سکتے بلکہ وہ تو خود بھی (اُن عناصر سے ہی) بنائے جاتے ہیں۔

(۶) كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۔

ہر عنصر ہلاک ہونے والا ہے مگر اس کی اصل ذات (وَجْهَهُ) (یعنی اس کی توانائی جو محض خدا کی طرف سے بخشی ہوئی ہے) ہلاک نہ ہوگی۔

(نوٹ:- یہاں ہ کی ضمیر خدا کی طرف منسوب کی جائے تو بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں جو ترجمہ اُوپر کیا گیا ہے وہی صحیح اور درست ہے۔)

(۷) ۵۴ : ۴۹ - إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ؕ

اور ہم نے ہر عنصر کو ایک مقررہ اندازے یا مقدار وزن کے ساتھ پیدا کیا۔

(۸) ۵۲ : ۲۱ - اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ان کے نقش قدم پر چلی تو ہم ان کی اولاد کو بھی ارتقائی مدارج تک پہنچا دیں گے اور ان کے لئے کسی عنصر کے عمل سے اُن کی ارتقاء میں کچھ کمی نہ کریں گے۔
(وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ؕ)

(۹) ۲۴ : ۵۵ - لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۔

Marfat.com

وہ میرے ساتھ کسی عنصر کو شریک نہیں ٹھہراتے (کیونکہ خدا کسی عنصر سے تقویم میں نہیں آیا اور وہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ کے مصداق ہے)

۲۰) ۲۷ : ۸۸ ۔ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ط

یہ فی الحقیقت خدا کی ہی حیرت انگیز کاریگری ہے جس نے ہر عنصر کو (باوجود اس کے کہ وہ محض ایٹموں یا ذرّوں کا مجموعہ تھا) بے حد مضبوط اور وحدت میں متحد الاصل بنا دیا۔

۲۱) ۳۲ : ۹ ۔ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ۔

جس نے تمام عناصر کو بہترین اسلوب۔ خواص اور اعمال و اشکال میں بنا دیا۔ اور انسان کی پیدائش کو بھی مٹی (کے عناصر سے) شروع کیا پھر اس کی نسل خلاصے (یا خلیے) سے یعنی حقیر پانی سے پیدا کر دی پھر اُسے (سالمہ بنا کر) شکل و صورت میں مکمل بنا دیا۔ تب کہیں اُس میں اپنی طرف سے اپنے نظامِ توانائی کی ایک کرن پھونک دی (روح) پس اُسی کے اعجاز سے تمہارے کان سماعت والے اور آنکھیں بصارت والی اور قلب و ذہن کی تمام حیرت انگیز قدرتیں بنا دکھائیں مگر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

۲۲) ۷۶ : ۱ ۔ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۔

بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی گذرا ہے۔ جبکہ وہ کسی قابل ذکر عنصر میں شمار نہیں ہوتا تھا۔

۲۳) ۱۶ : ۴۸ ۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ | (گویا انسان بذاتِ خود ایک قدرت کا نام ہے جو عناصر سے متعلق ہوئی)

کیا انہوں نے خدا کی مخلوق کو نہیں دیکھا۔ جو خدا نے محض عناصر سے پیدا کر دی (مِنْ شَیْءٍ کے الفاظ یہاں بے حد معنی خیز ہیں)

۲۴) ۱۵ : ۲۱ ۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

اور ایسا کوئی عنصر نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں۔ اور ہم نے ہی ان کو مناسب مقدار یا اندازے سے اُتارا ہے۔ (یا بنایا ہے)

(نوٹ :۔ یہاں نزول کا لفظ بے حد معنی خیز ہے اور یہ انہی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ جس طرح "اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ" کے الفاظ سے واضح ہے۔ اِس آیت سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے۔ کہ عناصر خدا کی قدسیہ قدرتوں کے ذریعے بدلتے بھی رہتے ہیں۔ یعنی نئے عناصر میں ارتقاء بھی کرتے ہیں)

۲۵) وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط

عناصر میں (بھی نطق موجود ہے) اور ان میں سے کوئی بھی عنصر ایسا نہیں جو اللہ کی تسبیح و تحمید نہ کرتا ہو۔ لیکن اے بنی نوع انسان یہ اور بات ہے کہ تم اُن کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔

(نوٹ :۔ گویا انسان بھی اگر بذاتِ خود کسی واحد اور منفرد عنصر کی پیدائش ہوتا تو ایک فرد دوسرے فرد کی تسبیح کو

Marfat.com

قطعاً نہ سمجھ سکتا۔ اس لئے یہاں بھی شے سے مراد وہ انفرادی عنصر ہے جس کی آواز تک ہم سن نہیں سکتے۔ اگر تسبیح آواز کے ساتھ لازم ہے تو جانوروں کی آواز بھی ہم سن سکتے ہیں۔ اور اسے پہچان بھی سکتے ہیں لہٰذا وہ بھی بذات خود کوئی واحد عنصر نہیں۔ ہاں ہم اور دیگر حیوان وغیرہ بے شک اشیاء کی پیداوار ہیں۔ اور یہ حکمت خدا کا حیرت انگیز اعجاز ہے۔ کہ عناصر پر کئی طبیعی اور کیمیائی اعمال نے ان کے خواص کو اس طرح بدل دیا ہے۔ کہ اب انہی سے بنا ہوا انسان اپنی بنیادی اشیاء کی گفتار سے محروم ہے۔

(۲۶) اَلْحِجْرْ ۱۵ : ۱۹ = وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝

اور زمین کو ہم نے ہی پھیلایا یا پیدا کیا اور اس پر پہاڑ کھڑے کر دئے اور پہاڑوں میں تمام ایسے عناصر پیدا کر دئے جو انتہائی طور پر اُن کے لئے موزوں نظر آئے۔ اور ہم نے ہی تمہارے لئے اور ایسی مخلوق کے لئے جس کے تم روزی رساں نہیں ہو۔ اُن میں معاش کا سامان بھی پیدا کر دیا۔

(نوٹ۔ اگرچہ انسان تمام حیوانوں درندوں اور پرندوں کا روزی رساں بن سکتا ہے۔ اور اپنی قدرت سے انہیں اپنے زیر اثر لانے پر قادر ہے۔ لیکن دقیق مسئلہ یہ ہے کہ کوئی ایسی مخلوق بھی پہاڑوں میں مستور ہے۔ جن کا روزی رساں انسان نہیں بن سکتا۔ ہمارے خیال میں یہ وہی تابکار عناصر ہیں جن کی موجوں (رووں) شعاعوں اور کششوں میں حیرت انگیز اعجاز موجود ہیں۔ اگرچہ یہ انسان کے قبضۂ قدرت میں آسکتے ہیں لیکن انسان کی طرف سے روزی رسانی سے مستغنی ہیں)۔

(۲۷) ۸۲ : ۱۹ - يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝

جس دن کسی عنصر کا کوئی نفس دوسرے کے نفس کی ملکیت میں نہ رہے گا (یعنی عنصر کا ہر نفس اپنی توانائی کھو دیگا) اور اظہار توانائی (اَلْاَمْر) اُس دن محض خدا کے ہی قبضۂ قدرت میں ہوگا۔

نوٹ۔ متقدمین نے شَيْئًا کے معنے یہاں کچھ بھی یا ذرہ بھر کئے ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو شَيْءٍ کے معنے جب فی الواقع عنصر کے ہیں تو یہاں بھی وہی معنے کیوں نہ کئے جائیں جیسا کہ مندرجہ بالا ترجمے میں کر دئے گئے ہیں)

(۲۸) فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا

قیامت کے دن کسی عنصری نفس پر قطعاً ظلم نہ ہوگا۔

(نوٹ۔ یہاں بھی معنے سابقہ انداز میں کئے گئے ہیں۔ عِلْمِ شَيْئًا سے کسی عنصر سے بہرہ ور ہونے کے ہیں نیز ۳۳ : ۵۴ - اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا سے مراد بھی کسی عنصر کا ظاہر یا پیش کرنا ہی ہے۔

(۲۹) ۴۱ : ۲۱ - اَلَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ۔

Marfat.com

اللہ نے ہی ہر عنصر میں حیرت انگیز طریق سے (جُداگانہ انداز میں) قوتِ نطق بخشی۔

(نوٹ۔ اِس آیت کا انطاق آیت مندرجہ نمبر ۲۵ کے ساتھ حیرت انگیز طور پر ہے)

۳۰۔ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ۔

فنا کی گھڑی کے زلزلے کا باعث بھی کوئی عظیم عنصری مادہ ہی ہوگا۔

مندرجہ بالا آیات کے معانی میں اگر ہم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی (کیونکہ حقائق کی بنا پر یہ معانی کئے گئے ہیں) تو یقین سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ شَیٔ کا لفظ فی الحقیقت عنصر کے لفظ کے مترادف ہے۔ اگرچہ عنصر بھی عربی کا لفظ ہے لیکن جس طرح کتاب کے دیباچے میں اس امر کی مفصل تشریح کر دی گئی ہے۔ شَیْ کے معنی کے لئے ہمارے پاس کوئی اور ایسا لفظ موجود نہیں جو موجودہ دَور کے حکمتی لفظ عنصر کے قریب تر ہو اور بالکل وہی معنے آشکار کرتا ہو جس کا دعویدار خدا ہے۔

نفس کی ماہیّت

نفس قرآنی لفظ ہے۔ جو کتاب اللہ میں بے شمار مقامات پر استعمال ہُوا ہے۔ متقدمین اور مفسرین نے اس کے معنے کہیں رُوح کہیں فرد یا شخصیّت کہیں جان اور ذات کہیں اپنے تئیں (MY-SELF — HIMSELF) کہیں سانس وغیرہ وغیرہ کئے ہیں۔ گویا کسی ایک مفسّر نے بھی اس کا معنیٰ یا ترجمہ ایک لفظی نہیں کیا۔ مزید تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ کئی مترجمین نے قرآن حکیم کی تین چار آیات میں نفسی اور نَفْسَہٗ کی ضمیریں خدا کی طرف منسوب فرما کر یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ خدا کے وجود میں بھی اس کا کوئی ذاتی نفس موجود ہے۔ اور اس طرح معاذ اللہ خدا کی ہیئت کا ایک جزو انسانوں اور دیگر اجسام کے ایک جزو سے مشابہ یا مماثل ہے۔ اور خدا کی اس آیت عظیمہ کے مطابق کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ کُل جو خدا کی نگاہ میں ہر نفسی نوع پر حاوی ہے" یعنی ہر قسم کا نفس یا اس کی نوع جس میں وہ مکین ہے ذائقہ موت سے دوچار ہونے والی ہے" خدا کے نفس کو بھی ثابت کر کے اس آیت کا مصداق بنا دیا ہے جو فی الحقیقت کفر سے کم نہیں کیونکہ خدا کی ذات حَیٌّ قیّوم ہے۔ خدا نے عبادی۔ ذکری وغیرہ الفاظ بھی قرآن میں استعمال فرمائے ہیں۔ جن کا مطلب صاف طور پر یہی ہے۔ کہ خدا کے پیدا شدہ بندے۔ اور خدا کا بخشا ہُوا ذکر گویا نہ تو عبد اُس کے ذاتی وجود کا کوئی حصّہ ہے۔ اور نہ ہی ذکر۔ اس لحاظ سے اگر خدا نفسی کا لفظ کہیں استعمال فرما دے تو مطلب یہی ہوگا کہ خدا کا پیدا کردہ نفس۔

مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر یہ لفظ بے حد حیرت انگیز ہے۔ اور جہاں تک اس کے قرآنی معنی ہم سمجھ سکے ہیں۔ یہ ہیں۔ کہ:۔

Marfat.com

۱) نفس ایک حیرت انگیز مخلوق ہے۔
۲) نفس اشیاء میں مستور ہے۔ یعنی عناصر کے ابتدا سے ہے۔
۳) نفس پیدا کیا گیا ہے اور وہ ارتقاء کرتا ہے۔
۴) نفس کسی تخلیق کی خشت اوّل ہے۔
۵) نفس میں نور و ظلمت مستور ہے۔
۶) نفس میں روح یعنی الامر یا نظامِ قدرت کا حیرت انگیز محاکمہ قائم ہے۔
۷) نفس جزء لا یتجزیٰ ہے۔ یکتائی میں ہے۔ دو نہیں ہو سکتا البتہ اس کا انشقاق ممکن ہے۔ جس سے عظیم توانائی یا عظیم ہلاکت پیدا ہوتی ہے۔
۸) نفس میں بھی نر و مادہ یا زوجین کا محاکمہ قائم ہے۔
۹) نفس کی توانائی ہی روح کے مصداق اور حیات کا موجب ہے۔

نفس کی مزید صفات کا ذکر انشاء اللہ آگے تفصیل کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

الغرض کسی سابقہ مفسّر اور کسی مترجم نے اس لفظ کا ایک لفظی نام معنوی لحاظ سے آج تک قائم نہیں کیا۔ ہر مقام پر ہر ایک کے متضاد معانی نہ تو مربوط اور نہ ہی بین السطور معنے قرار دئے جا سکتے ہیں۔ اُدھر قرآن میں تضاد اور اختلاف کا شائبہ تک موجود نہیں۔ خدا کا یہ اعلان ہماری توجہ کو مرکوز کرنے کیلئے کچھ کم نہیں۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔

یعنی بھلا وہ قرآن کے معانی اور مطالب پر تدبر اور غور کیوں نہیں کرتے اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور غیر اللہ کی ایک تحریر یا کلام ہوتی تو یقیناً انہیں اس میں کثیر اختلافات معانی اور متضاد مطالب صاف صاف نظر آتے۔ گویا قرآن حکیم و عظیم کی سچائی کی واضح دلیل یہی ہے کہ اس میں کوئی معنوی اختلاف اور مطالب میں تضاد قطعاً نہیں بلکہ ہر لفظ کا تمام مقامات پر استعمال ایک عظیم الشان معنوی اتحاد رکھتا ہے۔ ایک لفظ ہر جگہ یکساں ماہیت کا حامل اور واحد حقیقت افشا کرتا ہے۔ یہی قرآن کا اعجاز ہے۔ جس سے یہ کلام خدا ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ قرآن ایک مختصر سا صحیفہ نظر آتا ہے۔ لیکن اس کا دعویٰ اپنے متعلق تبیاناً لکل شئ ہے یعنی اس صحیفہ قدسی میں تمام عناصر کا بیان یقیناً موجود ہے۔ اُسے یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِكَ بنا دیا گیا ہے۔ وہ فی الحقیقت الکتاب مفصّلاً ہے نہیں بلکہ اس میں ہر عنصر کی تفصیل بھی موجود ہے۔ (تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ) ان دعاوی کے بعد اس کا یہ اعلان بھی انسانیت کے روبرو کچھ کم نصیحت آمیز نہیں۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (تم قرآن کے معنی اور مطالب میں کیوں تدبر سے کام نہیں لیتے) اس کے ہر لفظ کے صحیح معانی کی تلاش کیلئے غور و فکر کی دعوت اس لئے دی

Marfat.com

رب - عین - لا اقسم - جد - قلب - ضال - ما

گئی ہے۔ تاکہ کوئی فرد اس کے کسی لفظ کے معنے کہیں کچھ اور کہیں کچھ کر کے اِس کتاب خدا کو تضاد اور اختلاف کا پلندہ نہ بنا دے۔ اس لئے انسان کا یہ اوّلین فرض ہے۔ کہ وہ کتاب خدا کے ہر لفظ کے منفرد معنے جو ہر مقام پر بین السطور اور مربوط و یکساں مطلب ثابت کریں تلاش کرے (لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْن) اور اس عظیم کام کے لئے ہر وقت اِسی غور و فکر میں گھلتا رہے کیا یہ حیرت انگیز امر نہیں کہ آج کل کی انسانیت اپنے عام لوگوں کی بنائی ہوتی لغت کا محتاج سمجھتی ہے۔ حالانکہ اس کے بڑے بڑے سمجھنے والے اور اس کے معانی کو سمجھا کر اس پر عمل کرنے والی عظیم ہستیاں دو سو برس تک لغت کے عدم وجود کے باوجود اِسے حتی الامکان خوب سمجھتی رہیں۔ ایک مقام پر حضرت علامہ المشرقیؒ نے خوب کہا تھا:۔

"جو یقینی بات قرآن حکیم کے بغور اور پیہم مطالعے کے بعد اخذ ہوتی ہے یہ ہے کہ وہ فی الحقیقت ایک نہایت عمیق اور بلیغ کتاب ہے۔ اس کے اندر انسانی نسل کی اجتماعی مرفہ الحالی کا پورا اور دائمی سامان موجود ہے۔ اُس میں کمال تدبّر اور انتہائی غور و فکر کی پوری گنجائش ہے۔ وہ اپنے دائرے کے اندر مکمّل ہے۔ قیاسات اور آرا کے سب لسانی مجموعوں سے بے نیاز ہے۔ وہ آپ صحیح معنوں میں اپنی تفسیر ہے۔ وہ سب انسانوں کی اپنی بنائی ہوئی اور قابل بدل لُغات سے مستغنی ہے۔ اُس کی اپنی اور ناقابل تغیّر لغت خود اُسی کے اندر ہے۔ اس کا داخلی طریق تسمیہ اُس کے اپنے مقرر کئے ہوئے معہود و ذہنی کو ادا کرنے کے لئے اسقدر کافی ہے۔ کہ کسی خارجی مدد کی اس کو حتماً ضرورت نہیں۔ اس کی سب قانونی مصطلحات اور آئینی متعارفات خود اُس کے ضمن میں اس صحت اور دقّت اِس سلامتی اور استقلال سے واضح کر دی گئی ہیں۔ کہ اس کے بعد کسی ایک حصے کے مطالب کی صحیح تعیین میں شک و اشتباہ کا گمان تک نہیں گزر سکتا۔ اس کے ہر لفظ کے صحیح مطلب اور صاحب القرآنؐ کے اس لفظ کے متعلق صحیح عندیے میں وہ حیرت انگیز استقلال ہے۔ کہ اوّل سے آخر تک اُس کا وہی ایک پیش نہاد ہے۔ اجماع امت یا تاویل یا انسان کا نفسانی مکر اس کے مقصود کو قطعاً نہیں بدل سکتا۔ اس کی ایک آیت کے صرف ایک معانی ہیں۔ اس کے متعلق طرزِ عمل ایک ہے۔ اسی بنا پر قرآن حکیم اختلاف یا حشو کے بدنما انسانی عیب سے قطعاً مبرّا ہے۔ جہاں کہیں اس کی آیتوں کے اندر تناقص کا گمان یا تکرار و تخالف کا شائبہ نظر آتا ہے۔ وہیں اُن کے الٰہی مطالب سمجھنے میں کسر رہ گئی ہے۔ وہیں کوئی واماندگی ضرور ہے۔ وہیں کچھ نہ کچھ نقص یقیناً واقع ہوا ہے۔ نہیں بلکہ بعض اوقات قرآن عمداً و بظاہر نقیض یا ہم معنی باتوں کو ایک ہی سیاقِ کلام میں اور ایک ہی بحث کے ضمن میں پاس پاس جمع کر دیتا ہے۔ اور تدبّر کے سُست قدم رہوار کو مہمیز لگا کر انسان کو اپنے اندر اختلاف یا بے نتیجہ تکرار کے نہ ہونے کا فی البدیہہ ثبوت دے دیتا ہے۔ وہ مجمل ہے مگر یہی اجمال اُس کے مطالب کی صحت اور وحدت کا بالواسطہ ثبوت ہے وہ ایک قانونی کتاب ہے۔ مگر اُس کا قانون ہونا ہی اس کے واحد فی المطالب یکسر منتہی اور مربوط ہونے کی قطعی شہادت ہے۔ الخ"

Marfat.com

لہذا ہم بھی اسی نظریۂ تدبّر کے تحت نفس کے لفظ کی ماہیت کا علم قرآنِ حکیم سے اخذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن سب سے پہلے ہم لغت النسانی کے اِن دو حیرت انگیز معانی کو پیش کریں گے۔ یعنی نفس الشّیٔ اور عینُ الشّیٔ۔ ہمارے خیال میں نفس کے صحیح قرآنی معنے یہی ہیں۔ اور ان کا مطلب صاف طور پر یہی ہے۔ کہ "نفس" "شیٔ" یعنی عنصر سے ہے اور نفس "الشّیٔ" کا اصل جوہر۔ عنصر کا چشمہ۔ عنصر کا سُورج۔ کسی عنصر کا وہ جوہر جو سُورج کی سی اشعاع اور حرارت اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اپنی توانائیوں کو ایک مخصوص تجلّیات کی صُورت میں نگاہ کے سامنے لاتا ہو۔ نیز اس کا یہ منظر خالص سونے کی سی جھلک بھی رکھتا ہو۔

گویا نفس ایسی توانائیوں کا مظہر ہے جن سے ایک وجود میں تمیز کی صلاحیت یا شعور و احساس کی قوّت پیدا ہوتی ہے۔ عقلی۔ علمی اور فکری صلاحیتوں کا مبدا ہے لیکن نفس بذاتِ خود عقل و فکر اور شعور نہیں۔ بلکہ اِن حسّیات کی آماجگاہ ضرور ہے۔ اِس کی موت اُن حسیات کے عنقا ہو جانے کے مترادف ہے۔ یہی وہ حیرت انگیز جوہر ہے جو عناصر سے ہر تخلیق شدہ نوع میں موجود رہ کر اُس کی عظمت بڑائی۔ ہمّت۔ غیرت ارادہ اور عقوبت کو پُوری طرح پیش کرنے پر قادر ہے۔ نفس خون کے اجزاء میں شامل ہے قرآن نے اِسی لئے اُسے نفاس سے تشبیہہ دی ہے۔ نفس ہی کسی ایجاد کا باعثِ اوّل ہے۔ ہر سانس کے اجزاء نفس سے ہیں جو بے حد ہلکے اور نرم ہیں نفس کا حلقۂ نمود بے حد کشادہ اور وسعت گیر ہے۔ نفس بے حد چمکدار اور روشن ہے۔ اِسی لئے بے حد چمکدار اور روشن چیزوں کو نفیس کہا جاتا ہے۔ وَالصُّبحِ اِذَا تَنَفَّسَ کے معنے بھی یہی ہیں کہ جب صبح اپنے نفسوں سے چمک دمک پھیلاتی ہے۔ اور کائناتِ ارضی کے ایک مخصوص خطّے کو روشن کر دیتی ہے۔ نفس بذاتِ خود بے حد مرعوب ہے اور مرعوب اس کی صفت اس لئے ہے۔ کہ ہر نوع کے وجود کا باعثِ اوّل اور ہر تخلیق کا جزوِ اولیں وہی ہے۔ لغت عرب بھی جو محض انسانی فکر کی پیداوار ہے یہی معانی پیش کرتی ہے۔ آئیے اب مفسرین ماسبق کی چند تشریحات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حوالہ اوّل۔ نیشاپوری ص۸ جزو ۲۴

قال حکماء الاسلام النفس الانسانیه جوهرٌ مشرقٌ نورانیٌّ اِذا تعلق بالبدن حصل ضوءُہٗ فی جمیع الاجزاء ظاهرها و باطنها وهو الحیٰوة والیقظه و اَمّا فی وقت النوم فَاِنَّ ضوءہٗ لا ینفع اِلاَّ باطن البدن وینقطع عن ظاهره فتبقیٰ عن ظاهره فتبقی نفس الحیٰوة الّتی بها النفس وعمل القویٰ البدنیةِ فی الباطن ویفنی ما به التّمیز والعقل واذا انقطع هٰذ الضوءُ بالکلیه عن البدن فهو الموت۔

یعنی اسلامی سائنسدانوں نے کہا ہے۔ کہ انسانی نفس فی الحقیقت ایک جوہر نورانی ہے جب ہی بدن سے اس کا تعلق ہوا تو اس کی ضوفشانی اور جلوہ آرائی تمام ظاہری اور باطنی اجزاء بدن میں پہنچ گئی وہ تو زندہ اور جاندار

Marfat.com

ہے اور نیند میں اس کا یہ اعجاز ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن نفس حیات باقی رہتا ہے۔ ہاں عقل و تمیز باقی نہیں رہتی اور جب اس نفس کی ضو فشانی اور حرارت و تجلی من کلّ الوجوہ ختم ہو جاتی ہے۔ اور بدن میں نہیں رہتی تو وہی بدن کی موت ہے۔

حوالہ دوم۔ بیضاوی

قولہ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا ای یقبضہا عن الابدان بان یقطع تعلقہا عنہا۔

یعنی اللہ تعالیٰ موت کے وقت نفسوں کو قبضے میں کر لیتا ہے۔ اور اُن کا نورانی اور ضو فشانی تعلق بدن کے ظاہر و باطن سے منقطع ہو جاتا ہے۔

حوالہ سوم۔ مظہری

قولہ۔ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ وعند الموت یَنْتَزِعُ النفسُ عن البدن فحینئذٍ ینقطع تعلق الرّوح عن البدن۔

یعنی پھر تمہیں زندہ کیا جاتا ہے۔ اور موت کے وقت نفس کو بدن سے خارج کر دیتا ہے۔ پھر اس وقت روح یعنی نظامِ توانائی کا تعلق بھی بدن سے منقطع ہو جاتا ہے۔

حوالہ چہارم۔ معالم التنزیل ص ۲۴۷

وَلِکُلِّ انسانٍ نفسانِ احدہما نفسُ الحیٰوۃ وَھِیَ الّتی تفارقہ عند الموت فتزول بزوالہا النفس ...... والاخریٰ۔ نفس التمیز وَ ھی الّتی تفارقہ اذا نام وَھو بعد النوم یتنفّس

یعنی ہر انسان میں دو قسم کے نفس موجود ہیں اُن میں سے ایک زندگی کا نفس ہے جو موت کے وقت جدا ہو کر ضو فشانی ختم کر دیتا ہے۔ وہی اس کے زوال کا باعث ہے اور دوسری قسم نفس تمیزی ہے جو نیند کے وقت اپنی ضو فشانی ختم کر دیتا ہے۔ پھر نیند کے بعد اُن نفسوں میں نظامِ توانائی واپس آجاتی ہے۔

حوالہ پنجم۔ کتاب الرّوح صفحہ ۵۸

انّما ذات قائمہ بنفسہا تصعد و تنزل تتصل و تنفصل تخرج و تذھب و تجی و تتحرّک و تسکن وعلٰے ھٰذا اکثر من مائتہ دلیل۔

نفس کی ذات سے ہی قیام ہے وہ اُوپر جاتا ہے اور اترتا ہے۔ ملتا اور جدا ہوتا ہے جاتا اور آتا ہے حرکت کرتا اور آرام کرتا ہے اُس پر ایک سو سے زائد دلائل ہیں۔ (اُترنے اور چڑھنے سے مراد تخیل میں پرواز کرنا اور نیچے اترنا ہے۔)

Marfat.com

حوالہ ششم ۔ حقیقتِ رُوح انسانی (تصنیف امام غزالیؒ)

نفس میں ہی رُوح ہے۔ وہ ایک جوہر ہے جو ایک چیز غیر منقسم ہے سب عقلا کے نزدیک جز لا یتجزیٰ ہے یعنی ایک چیز ہے کہ تقسیم قبول نہیں کرتی۔ اگر تمام موجودات یا تمام اشیاء جن سے انسان کا قوام ہے اعتبار کی جائیں اناں جملہ ایک رُوح بھی ہوگی۔ رُوح ایک شے سے ہے جو ایک غیر منقسم ہے۔ رُوح کا ایک اپنا جسم ہے اخلاط اربعہ سے عبارت ہے۔ جو مجتمع اور کم وکیف میں معتدل ہیں۔ جسم مرکب ہے اجزاء لا یتجزیٰ سے اور نفس اور روح عبارت وجود اِن اجزائے لا یتجزیٰ سے ہے جن کو اجزاء اصلی کہتے ہیں۔ (گویا جن کا نام آج مغرب نے ایٹم یا اُس کی توانائیاں رکھا ہے۔) نفس ایک جوہر غیر منقسم بواسطہ روح حیوانی مدّبر بدن و حافظِ ترکیبِ بدن ہے۔ مکان اور جہت سے پاک نہ بدن میں داخل نہ خارج نہ متصل نہ منفصل وغیرہ وغیرہ۔

حاشیہ صفحہ ۳۷ ۔ نفس کا لفظ لغتِ عرب میں کئی معنوں میں مشترک ہے چنانچہ چشم اور ذات اور خون اور وجود کو بھی نفس کہتے ہیں۔ جس پر اصابتہ نفس کا اطلاق اور قولہ تعالےٰ حتّٰی تسلموا علیٰ انفسکم و قول فُقَہَاء مَالا نفس لہ سائلۃ معفو و قول قائل نفسُ الشیٔ فی اللغۃ وجودہٗ شاہد ہے اور رنگ و باغت جرم و عقوبۃ وغیرہ پر بھی نفس بولتے ہیں ایسا ہی نفس ناطقہ پر جو مدرک اور عالم اور مخاطب اور معاتب ہے نفس کا اطلاق آتا ہے۔

(نوٹ۔ یہ معانی شارح نے درج کئے ہیں جن کی تشریح ہم قبل ازیں کر چکے ہیں۔)

الغرض مندرجہ بالا چند متقدمین کی تشریحات سے بھی یہی کچھ ثابت ہوتا ہے۔ کہ نفس فی الحقیقت کسی نہ کسی عنصر کا ایک جوہری ذرہ ہے۔ جو جز لا یتجزیٰ کے وصف میں جاندار بھی ہے۔ اس میں عظیم توانائی جو اخلاطِ اربعہ سے عبارت ہے۔ موجود ہے۔ نیز کائنات کی ہر نوع فی الحقیقت اِن نادیدنی ذرات سے قوام پذیر ہے۔ حوالہ اول میں نیشاپوریؒ نے جس انداز میں نفس کی تشریح کی ہے۔ وہ اس قدر حیرت انگیز ہے۔ کہ آج کل کا ارتقاء یافتہ مغربی سائنسدان بھی ورطۂ حیرت میں پڑ سکتا ہے۔

موجودہ دَور چونکہ ایٹمی توانائی کا دور مشہور ہو چکا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت بھی ہے۔ کہ اسی دَور میں انسان نے ایٹم کو امن کا دیوتا اور اسی کو جنگ کا مہیب دیو بھی ثابت کر دکھایا ہے۔ تو ہمارے لئے الملاء الاعلیٰ کی قدسیّہ قدرتوں یعنی ایٹمی مرکزِ توانائی کی تشریح اور ان چار قدرتوں کی حیرت انگیز تشریح سے اعراض ممکن نہیں رہا۔ مغربی حکمت و سائنس میں ایٹم کے معنے آج ہر تعلیم یافتہ بخوبی سمجھ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ ایٹم یا جوہر نہایت ہی لطیف اور مختصر ترین ذرہ ہے۔ جو ہر عنصر میں مستور ہے۔ لیکن آج تک اُسے کسی نے نہیں دیکھا۔ مغرب نے اس کی تحقیقات کائنات کے مہیب سورج اور اس کے ستاروں کے نظریات سے کی ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ اربوں کھربوں جوہر بھی وزن میں بال کے

Marfat.com

ایک ٹکڑے کے برابر نہیں ہوتے۔ کچھ ذرّات ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایٹم یا جوہر سے بھی چھوٹے ہوتے ہیں اور ایسے ذرّات سے ایک عنصر کو دوسرے عنصر میں تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔ اِسی کو کیمیا کہا گیا ہے۔ جوہری ذرہ جاندار ہے۔ اور خدا کی ہر تخلیق اِسی کی مرہونِ منت ہے۔ البتہ مغرب نے ہر جوہری ذرہ پر تین قدرتوں یا توانائیوں کا یقین دلایا ہے۔ لیکن قرآنی اور اسلامی تحقیقات میں ہر جوہری ذرّے پر کم از کم چار قدرتیں یا چار مختلف توانائیاں ثابت ہوتی ہیں جن کی تشریح اپنے مقام پر آرہی ہے۔

لہٰذا ہم اس واضح تحقیقات کی روشنی میں **نفس** کے واحد معانی **جوہری ذرّہ یا زندہ ایٹم** قرار دیتے ہیں۔

نفس کی قرآنی تشریح

(۱) ہر نوع کی تخلیق عناصر اور اُن کے نفوس سے ہوئی۔ لہٰذا نفس ہی ہر نوع کی تخلیق کا باعث اوّل ہے گویا نفس عنصری جوہر ہے جو یکتائی اور وحدت کی فطرت وجبلّت رکھتا ہے۔

(۱) مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ۔ بتاؤ بھلا تمہیں کس عنصر سے بنایا گیا ہے۔

(۲) خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ۔ تمہیں تو عناصر سے ہی بنایا گیا۔

(۳) خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ تمہیں ایک نفس سے بنایا گیا جو وحدت و یکتائی میں تھا نیز خواص میں مؤنث تھا۔ (ۃ تانیث کی ہے۔)

(۲) ہر عنصری نفس مقررّہ میعاد کے بعد ارتقا کر رہا ہے نیز چونکہ انسان کی تخلیق کا باعث اوّل بھی نفس ہی ہے۔ اس لئے وہ بھی پیدائش کے بعد ارتقا کرتا ہے۔ ہر نفس یا عنصری جوہر انسانی تحقیقات میں آکر رہے گا۔

(۱) ۳۱ : ۲۸ ۔ مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ

اے نوعِ انسانی تمہاری تخلیق اور ارتقا بھی بالکل اور بعینہٖ ایک ایٹم کی تخلیق اور ارتقاء کی مانند ہو رہی ہے۔

(۲) فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا۔

کسی عنصری جوہر یا ایٹم پر ظلم نہ ہوگا (کہ وہ ظاہر ہو کر ارتقا سے سرفراز نہ ہو) بلکہ اگر ایسا کوئی ذرّہ کہیں بھی موجود ہوگا تو اُسے عنصر سے باہر نکال کر صاف صاف دکھا دیا جائے گا۔ (تاکہ اس کے مخفی رہنے میں اُس پر ظلم نہ ہو۔)

(۳) تخریبی قدرت عناصر اور اُن کے ایٹموں کی تخلیق کے بعد ظہور میں آئی۔

۱۸ : ۱۵ ۔ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ......

یعنی تخریبی قدرتِ شیطان کو نہ تو آسمانوں اور

Marfat.com

۴) ہر عنصر کے مکمل پس جانے کے بعد ہی تخلیق جدید کے لئے کسی ایٹم کا قیام ممکن ہے۔

۵) نفس جاندار ہے۔ اسی لئے وہ کسی نہ کسی جاندار تخلیق کا باعث بنتا ہے۔ وہ وحدت و یکتائی میں ہے یعنی ایٹم نے ہر عنصر میں سب سے پہلے مؤنث ایٹم قائم ہوتا ہے۔ پھر مذکر پھر اُن دو کے اشتراک سے کسی جاندار نوع کی ابتدا ہوتی ہے۔ پھر ارتقا کے بعد ایٹمس میں تجلّیاتی خواص نمودار ہوتے ہیں۔ اور ایک نظام توانائی یا رُوح کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے نہ جان نفس سے ماسوا ہے اور نہ رُوح نفس سے ماورئی ہے۔ گویا ہر جسم میں نفس بتدریج تین مرحلوں کے بعد تکمیل کو پہنچتا ہے۔

یعنی

اوّل:۔ جسمانی اعضاء جو عناصری مادے اور اس کے سالموں کی پیداوار ہیں

زمین کی تخلیق کے وقت اور نہ ان ظالم انسانوں کے نفسوں کو بناتے وقت بلایا گیا تھا (کیونکہ اس کی تخلیق بعد میں ہوئی نیز اگرچہ انسانی شکل و صورت کی تخلیق شیطانی قدرت سے بعد میں ہوئی لیکن انسانی ایٹموں کو اُس سے پہلے بنایا جا چکا تھا) (لہٰذا انسانوں کو بے راہ ہونے سے بچنا ضروری تھا۔)

مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝

جب تمہارے جسمانی عناصر مکمل طور پر پس پس کر ایٹم کی صُورت اختیار کر جائیں گے تو پھر تم ایک تخلیق جدید میں آجاؤ گے۔

۱) خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً . . .

تمہیں ایک عنصری جوہر سے پیدا کیا گیا جس کی جبلّت و فطرت نہ صرف وحدت و یکتائی میں تھی بلکہ وہ تانیث میں تھا (وَاحِدَةٍ) (جاندار ہونے کی وجہ سے ایک جاندار تخلیق کا باعث بنا) پھر اُسی عنصر کے نفس میں سے اُس کا نر یا جوڑا (کمیت کی رُو سے) بنا دیا پھر اُن ہر دو مادہ و نر ایٹموں میں سے (سطح زمین پر جہاں کہیں موجود تھے آب و ہوا اور فلکی فضاؤں کی مناسبت کے بعد ہر جگہ روئیدگی کی طرح (اَنْبَتَكُمْ نَبَاتًا کے مصداق) بہت سے مرد (پہلے) اور بہت سی عورتیں (بعد میں) نکال کھڑی کیں۔

۲) ۳۷ : ۹ ۔ جب خدا نے ہر عنصر کو اپنے خواص میں بہتر سے بہتر بنا دکھایا۔ اور انسانی تخلیق کی ابتداء بھی مٹی کے عناصر سے شروع کی (بَدَأَ مِنْ طِينٍ) پھر (عنصر سے نفس کی تخلیق اور اُسے کسی جسم کے لئے مختص کرنے کے بعد) اس کی نسل قائم کی جو (عناصر کے مادہ اور نر ایٹموں کی وجہ سے) ایک حیرت انگیز جوہری خلیے اور سالمے سے ہوتی (سُلَالَة) وہ جوہری خلیہ

Marfat.com

دوم ۔ جان جو اُس کے نفسِ تخلیقی سے داخل ہوتی ہے۔

سوم ۔ رُوح نفس کی جان سے ہے جب نفس ارتقا اور تجلی ریزہ ہونے کے بعد ایک حیرت انگیز نظامِ توانائی کے ظہور کا باعث بنتا ہے۔ تو اِس نظام کی وجہ سے روح بن جاتا ہے جس سے عقل و شعور اور دیگر تمام تخیلاتی حیات ظہور میں آتی ہیں۔

یا سالمہ ایک حقیر پانی میں تھا۔ پھر اُسے کئی مرحلوں سے گزار کر صحیح شکل و صورت میں نواز دیا گیا۔ (یعنی مکمل انسانی ڈھانچہ بنا دیا گیا جس میں کان آنکھیں اور قلب و ذہن کے جملہ اعضاء پوری شکل و صورت میں موجود تھے ، ثُمَّ سَوّٰىهُ) (یہ تمام جسمانی ارتقاء اُس نے اُسی نفسِ تخلیقی کی حیات انگیز صفات سے حاصل کی) تب خدا نے اُس میں (یعنی نفسِ تخلیقی میں) اُسی (کا ایک نظام توانائی) پھونک دیا (نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ) اور (یہ روح کا اعجاز تھا کہ ایک نفس کو متنفس بنا کر اُس کے خاموش اور بے شعور ڈھانچے میں) سماعت و بصارت کی تمام قدرتیں پیدا کر دی گئیں (فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا) (گویا نہ جان نفس سے ماسوا ہوئی اور نہ رُوح نفس سے ماوری بلکہ یہ تمام صورتیں محض نفس کے ارتقا کے مدارج تھے)

۱) ۹/۶ ۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ۔
جس نے ایک نفس کو کسی دوسرے مخالف الاثر نفس کے ساتھ قتل کیا۔ (ب + غیر)

۱) قتلِ نفس سے مراد عنصر کو کشتہ کر کے ایٹم بنانا یا ایٹم کو مضروب کرنا مسلنا۔ سحق کرنا یا کشتہ کرنا ہے۔ نفس کے قتل کو بعض اوقات تمثیلاً متنفس کے قتل کے مترادف بھی کہا گیا ہے۔ کیونکہ اُس کا قتل درحقیقت نفس کا قتل ہی ہوتا ہے۔

۲) ۱۸ : ۷۴ ۔ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ط
اُس نے کہا آپ نے تو ایک ایسے نفس کو جو ابھی ربوبیتِ عامہ کے تحت تھا کسی دوسرے مخالف الاثر نفس کے ساتھ قتل کر دیا ہے۔

لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّكْرًا

آپ تو یقیناً ایک انوکھے عنصر کو کام میں لائے۔

۳) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۰
اور ایسے ایٹم کو قتل نہ کرو جسے خدا نے (بوجہ اِس کے کہ وہ اپنی اٹیمی آگ سے جہنم برپا کر سکتا ہے) روک رکھا ہے مگر (اللہ کے دشمنوں کے مقابلہ کیلئے جو) حق کے ساتھ کیا جائے۔ (تو

Marfat.com

اِس طرح اجازت ہے۔)

نوٹ:۔ اِس ضمن میں نمبر شمار ۵ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ ۱ ۔ لغت میں قتل کے معنے ہر جگہ حقیقی طور پر مار ڈالنے کے نہیں ہیں۔ بلکہ سیاق و سباق کے اعتبار سے اِس کے معنے متعین کئے جاتے ہیں۔ کہیں مار ڈالنا کہیں ذلیل وحقیر کرنا۔ کچل اور مسل کر شکل بگاڑ دینا تباہ و برباد کر دینا۔ مضروب کرنا۔ نفسیاتی خواہشات سے روکے رکھنا یعنی بچّوں کو علم و تربیّت سے بوجہ کم مائیگی محروم رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ قرآنی آیات بھی اِن معنوں کی پُوری پوری تائید کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں تاج۔ محیط اور راغب کی کتبِ لغات۔

۲) بِغَیْرِ دو لفظوں کا مجموعہ ہے یعنی ب + غیر۔ ب کے معنے ساتھ اور غیر کے معنے دوسرے مخالف الاثر غیر کی جمع اغیار ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو۔ قَاسَ الشَّیْءَ بِغَیْرِہٖ کسی عنصر کا کسی دوسرے مخالف عنصر کے ساتھ موازنہ کرنا۔

۹/۶ ۔ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا

چونکہ بنی اسرائیل (کی سرشت میں ایٹم بم کی مہلک ایجاد) لکھ دی گئی تھی کہ جس نے ایک ایٹم کو اُس کے مخالف الاثر ایٹم سے (بے سوچے سمجھے) قتل کر ڈالا (یا جان بوجھ کر) زمین میں فساد برپا کرنے کیلئے ایسا کیا۔ اُس نے تو گویا تمام دکھائی دینے والی مخلوقات کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ لیکن جس نے ایٹم کو حیات کیلئے استعمال کرنے کی تگ و دو کی اُس نے گویا تمام نظر آنے والی مخلوق کو حیات بخش دی۔

نوٹ! متقدمین نے نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ کے معنے بغیر حق کے یا بغیر قصاص کے قتل کرنا مراد لئے ہیں حالانکہ حق اور قصاص دونوں

۱) ایٹم برائے ہلاکت او ایٹم برائے حیات کا نظریۂ قرآنی گویا اسی سے ایٹم بم کی ایجاد ہوتی ہے اور اسی سے حیات کے چشمے بھی پھوٹتے ہیں۔

Marfat.com

عربی لفظ ہیں۔ اِس لئے اگر خدا کا مفہوم فی الحقیقت یہی ہوتا تو خدا اِس آیت کو یُوں ارشاد فرماتا۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ قِصَاصٍ یا بِغَیْرِ حَقٍّ لیکن معاملہ ایک نفس کا دوسرے نفس کے ساتھ قتل کرنے کا ہے۔ پھر معاملہ صریح طور پر کسی متنفس کا بھی نہیں بلکہ محض نفس کا ہے۔ مزید برآں اگر متقدمین کا مفہوم صحیح تصوّر کیا جائے۔ تو ناحق اور بغیر قصاص کے قتل روزانہ واقعہ ہو رہے ہیں۔ لیکن اِن سے قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا کا مشاہدہ آج تک ظہور میں نہیں آیا اور خُود ہمارے علمائے کرام بھی بدستور زندہ موجود نظر آتے ہیں۔

مغرب کی حکمت و سائنس نے آج ثابت کر دکھایا ہے کہ ایٹم جہاں شدید مہلک اثرات رکھتا ہے وہاں حیرت انگیز طور پر حیات بخش نعمت بھی ہے۔ اس سے بنی نوع انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات اور نباتات کی انواع بھی حیات اور توانائی سے سرفراز ہو رہی ہیں پھر یہ کس قدر حیرت انگیز اطلاع ہے۔ کہ ایٹم کے اِن خواص کو معلوم کرنے یا اِس کی اس طرح ریسرچ کرنے میں بنی اسرائیل کے سائنسدان ہی پیش پیش ہوں گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے۔ کہ ایٹم بم بنانے والا پہلا شخص اور ایٹم سے حیات تلاش کرنے والا اوّلین شخص بھی بنی اسرائیل سے ہی تھا۔ گویا کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کی حیرت انگیز اطلاع دو اور دو چار کی طرح سچ ثابت ہوئی ہے۔

۱۶ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَکُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَکُوْنُوْا بٰلِغِیْہِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ط

یعنی دور دراز ممالک میں جہاں تمہارے گھوڑے اور دیگر بوجھ اُٹھانے والے جانور تمہارے بوجھوں کو اٹھا کر نہیں لے جا سکتے وہاں انشقاقِ ایٹم سے تمہارا اور تمہارے بوجھوں

(۸) انشقاقِ ایٹم سے عظیم توانائی پیدا ہو سکتی ہے۔ جو ہوائی اور سمندری جہازوں۔ ریلوں اور موٹروں میں کام آتی ہے۔ اور انسان دُور دراز ملکوں تک پہنچنے میں قادر ہو سکتا ہے۔

کا پہنچنا آسان کر دیا گیا ہے۔

۳۰ : ۲۸ - ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○

اللہ تمہارے لئے تمہارے ہی نفسوں کی ایک حیرت انگیز مثال بیان فرماتا ہے کہ دیکھو تمہارے ذاتی جسمانی نفس اور جن نفسوں کے تم اس لحاظ سے مالک ہو کہ وہ تمہارے شریک کار اور تمہیں رزق کے طور پر دئے گئے ہیں۔ کیا وہ سب تم میں یکساں خواص کے مالک ہیں؟ تم تو اُن سے اِس طرح خوف زدہ ہو رہے ہو جیسے تم اپنے ذاتی نفسوں کی بھی ہیبت ناکیوں سے ڈرتے ہو۔ اس عظیم الشان مثال سے تو خدا کے اعجازات کو محض عقل و شعور رکھنے والی قوم کیلئے ہی بالتفصیل پیش کیا جانا سُودمند ہو سکتا ہے۔

۱۸ : ۷۴ - حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ○

یہاں تک کہ وہ ایک کم سن تن نفس کو ملے پس اُسے قتل کر دیا۔ تو (حضرت موسیٰؑ نے خضرؑ سے) کہا آپ نے تو ایک ایسے نفس کو جو ابھی ربوبیتِ عامہ کے تحت تھا کسی دوسرے مخالف الاثر نفس کے ساتھ قتل کر دیا ہے آپ تو یقیناً ایک انوکھے عنصر کو کام میں لاتے ہیں۔

نوٹ :- اِس آیت کے حقائق اور تشریح بیان کرنے سے پہلے اُس داستانِ علم و حکمت کا بیان کر دینا ازبس ضروری ہے جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے مابین ظہور میں آئی۔ انبیاء قبل از حصولِ نبوت ہی سے اپنی صالح فطرت کے طفیل کائنات

---

(۹) یہ کائناتی نفوس یعنی ایٹم جن پر انسان ملکیت رکھتا ہے بہت حد تک ہیبت ناک ہیں کیونکہ تمام ایٹم یکساں خواص نہیں رکھتے۔

(۱۰) کسی نفس کو اُس کے دوسرے مخالف الاثر نفس کے ساتھ قتل کرنا اگرچہ فساد فی الارض کا باعث بن سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسا عمل طُغیان و کفر کے خاتمے کیلئے کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔
نیز اگر نفس پوری طرح نشوونما یافتہ نہ ہو تو اُسے اس کے مخالف الاثر یا دوسرے غیر ایٹم سے قتل کرنے میں ہلاکت کے اثرات کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔

Marfat.com

میں غور و فکر کے عادی رہے ہیں۔ قرآن حکیم جا بجا اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی مطالعۂ قدرت کے کمال کے بعد نبوت اور وحی سے سرفراز ہوتے رہے ہیں۔ حق کی تلاش ہی انہیں خدا سے قریب تر لانے میں ممد ثابت ہوئی چنانچہ حضرت موسیٰؑ جو ابھی وحی خدا سے سرفراز نہیں ہوئے تھے علم فطرت میں غور و خوض کے لئے گھر سے باہر اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ دو دریاؤں کے سنگھم کی جانب روانہ ہوئے (بعینہٖ اسی طرح جیسے وحی کی عطائیگی سے پہلے حضرت ابراہیمؑ پہاڑوں اور جنگلوں میں پہنچ کر کائنات کی موجودات، شمس و قمر، فضاؤں اور خلاؤں ستاروں اور پہاڑوں کے عناصر کے متعلق علمی مطالعہ کیلئے گھر چھوڑ دیا کرتے تھے) چنانچہ اس سفر میں حضرت موسیٰؑ کی ایک عالم حکمت و سائنس اور صاحب علم ربانی سے اتفاقاً (جو خدا کے ارادے سے تھی) ملاقات ہو گئی۔ اُن سے باتوں باتوں میں حکمت کے معارف کو بھانپ کر حضرت خضرؑ سے التماس کی کہ جس علم کے وہ ماہر ہیں انہیں بھی اُس سے آشنا کر دیں (اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ ابھی وحیٔ خدا سے سرفراز نہیں ہوئے تھے کیونکہ کوئی نبی خدا کے سوا کسی دوسری شخصیت سے علم کا متمنی نہیں ہو سکتا) تو اُس عالم ربانی نے کہا اگرچہ مجھے آپ کو ساتھی بنانے میں کوئی عار نہیں لیکن ڈر ہے کہ آپ عناصری علم کے حیرت انگیز اعجازات کو کامل صبر آزمائی سے دیکھ نہ سکیں گے اور اس طرح عجلت میں اشیاء کی حیرت انگیز فطرت کو کماحقہٗ سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ (غالباً یہ بات اس لئے کی گئی کہ حضرت خضرؑ اُن کے اُستاد بننا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ اُن کی خواہش کے مطابق محض حقائقِ اشیاء کو پیش کر کے اُن کے مطالعۂ قدرت کے عشق میں مزید جلا پیدا کرنے کی تمنا رکھتے تھے) اس لئے انہوں نے حضرت

موسیٰؑ پر واضح کیا کہ آپ میرے علمی کمالات دیکھ کر مجھ سے کوئی استفسار نہ کریں اور محض اپنے غور وفکر کو ہی زیرِ نظر رکھیں نیز جب تک میں خود کسی عنصر کی حکمت و سائنس کے راز کو افشا نہ کروں آپ مجھ سے کسی قسم کا سوال نہ کریں (فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ) چنانچہ اس علامۂ فطرت نے پہلے ایک کشتی کو داغدار کر دیا انہیں حکمت کی رُو سے معلوم تھا کہ اِس کشتی کو داغدار کرنے میں اس کے مالک کو ہی فائدہ ہوگا لیکن موسیٰؑ نے اِس کی علّتِ غائی کی طرف فوراً توجہ دلائی اور کہہ دیا کہ بتلائیں آپ نے اِس کشتی پر لگے ہوئے عناصر کو کیوں جُدا کیا اور اس طرح کشتی کو توڑ پھوڑ بھی دیا۔ یعنی کسی عنصر پر آپ نے یہ انوکھا فعل کیا (لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا) اِس پر خضرؑ نے انہیں طے شدہ وعدے کے مطابق خبردار کیا پھر آگے چلے تو خضرؑ نے ایک اجنبی عنصر پر بظاہر فطری قوانین کے خلاف عمل کیا (لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُکْرًا) یعنی ایک کم سن لڑکے کو جو ابھی ربوبیتِ عامہ کے تحت زیرِ پرورش تھا قتل کر ڈالا اِس پر موسیٰؑ نے پھر سوال کیا کہ آپ نے تو ایک ایسا فعل کیا جس سے فساد فی الارض ممکن ہے یعنی وہ اس طرح کہ آپ نے ایک زیرِ پرورش یا کم سن متنفس کے نفس کو اُس کے مخالف الاثر یا غیر نفس کے ساتھ کچل دیا ہے۔ (قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً بِغَیْرِ نَفْسٍ) جو بظاہر مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ کے محاکمے کے مطابق فساد اور تخریب کا باعث بن سکتا ہے لہٰذا یہ خلافِ امن عمل آپ سے کیوں سرزد ہُوا۔ چنانچہ خضرؑ نے پھر سختی سے انہیں خاموش رہنے کو کہا۔ اس کے بعد ایک اور واقعہ بھی پیش آیا۔ آخر الامر جب حضرت خضرؑ نے خود ہی تمام رازوں سے پردہ چاک کیا تو اس کم سن متنفس کے قتل کے ضمن میں فرمایا کہ اس میں طُغیان و کفر کا نفس ابھی پرورش

Marfat.com

پارہا تھا جس سے یقین پیدا ہوتا تھا۔ کہ وہ کامل ارتقاء کے بعد اپنے
والدین کے حق میں بر فی الحقیقت امن و آشتی کے دیوتا ہیں۔
(مومنین) طغیان و کفر کا باعث بن جائے گا۔ لہٰذا اس نے علم الاشیاء
اور اُن کے ایٹموں میں کامل علمی مہارت رکھنے کی وجہ سے اُسے
اُس کی ارتقاء سے پہلے ہی مسل ڈالا ہے۔

اِس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ طغیان اور کفر کو مٹانے
کے لئے کسی ارتقا یافتہ ایٹم کا اُس کے مخالف الاثر دوسرے
نفس کے ساتھ عمل قتل حکمتِ اسلام میں جائز ہے۔ یعنی ایٹم بم
محض طغیان و کفر کے مٹانے کیلئے اگر تیار کیا جائے تو عین حق
اور جائز ہے۔ اور یہ عمل قِتَال فِي سَبِيْلِ اللهِ میں شامل ہوگا۔

۱۶ : ۷۲ ۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ط

اللہ تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے مؤنث و مذکر نفس بنا دیتا
ہے۔ پھر اُن دونوں سے تمہارے لئے لڑکے اور پوتے بنا دیتا ہے۔
اور (انہی نفسوں کے جوڑوں سے) تمہیں پاکیزہ رزق بھی عطا کرتا ہے۔

۳۲ : ۲۷ ۔ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ
وَاَنْفُسُهُمْ ط اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ہ

اور ہم پانی کے دو عناصر یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن (کے ایٹموں سے)
نباتات کی کھیتیاں پیدا کر رہے ہیں جس میں سے اُنکے چوپائے
اور اُن کے نفس کھاتے ہیں۔ کیا تم اِس حیرت انگیز اعجاز کو
دیکھتے نہیں؟

۳۰ : ۲۱ ۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا
لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ہ

(۱۱) نفس اپنی مکمل نشوونما اور ارتقاء میں اُس
وقت پہنچتا ہے جب وہ اپنے ہمجا نفس
کو پیدا کرنے پر قادر ہو جائے نیز پہلے
مؤنث نفس پیدا ہوتا ہے۔ پھر مذکر یعنی
اُس کا ہمجا یا زوج۔ نباتات میں بھی نفسوں
کا کھیل برپا ہے۔ نیز ایک نفس دوسرے
نفس کو یا ایک متنفس دوسرے متنفس
کو کھاتا ہی ہے

مزید برآں ایٹموں کے درمیان آپس میں
کشش جاذبہ بھی موجود ہے۔

Marfat.com

۱۲ ایٹموں میں انشقاق اور عدم انشقاق دونوں قسم کے خواص داخل ہیں۔

۱۳ انسان کے تجرباتی اور حکمتی اعمال پر دارومدار ہے کہ وہ ایٹموں کو ربوبیت عامہ کے فیض پر لگادے اور اپنی فصلوں کو کئی گنا زیادہ پیدا کرے یا اُنہیں خاک میں ملا کر رائیگاں بنادے اور اُنہیں اس طرح ربوبیتِ عامہ کے ضمن میں صرف کرنا خود انسان کے لئے ۔۔ اپنے نفسوں میں ربوبیتِ عامہ کے خصائل پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ ایٹمی طاقت کو ضائع کرنا خود اپنے ذاتی ایٹموں کی طاقت کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

۱۴ مختلف عناصر کے ایٹموں میں ان کی اپنی اپنی مخصوص استعدادِ قدرت موجود ہے۔ اور ہر ایٹم اپنی وسعت کردار و تجلی کے

اور یہ بھی خدا کے اعجاز سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہارے نفسوں میں سے جوڑے (یعنی نفس اور ہمجا نفس) خلق کئے تاکہ وہ تمہارے لئے وجہ سکون بنیں اور اُن میں باہمی مودّت اور رحمت بھی پیدا کردی۔ بے شک اِس حیرت انگیز محلکے میں غور و فکر اور تجربات اور مشاہدات سے کام لینے والوں کے لئے کئی اعجاز مضمر ہیں۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ط

شہادت کے ساتھ قسم ہے کہ ایٹم میں انشقاق اور عدم انشقاق دونوں قسم کے خواص موجود ہیں یا اس میں داخل شدہ ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا لا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ط

وہ شخص فلاح پاگیا جس نے ایٹم کو ربوبیّت عامہ کی خاطر استعمال کیا اور وہ شخص گھاٹے میں رہا جس نے ایٹم کو ناکارہ سمجھ کر خاک میں ملا دیا۔

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ۔

جس نے نفس کو ربوبیّتِ عامہ کے فیض کیلئے استعمال کیا اُس نے گویا ایسا حکمتی عمل اپنے نفس کو ربوبیّتِ عامہ کے فیض سے ہمکنار کرنے کے لئے کیا۔

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ۔ جس نے ایٹمی توانائی کو ضائع کیا اُس نے گویا اپنے ذاتی ایٹموں کی توانائی کو ضائع کیا۔

نوٹ۔ نَكَثَ کے اصل معنے کسی مضبوط رسی کے بٹ کو کھول کر اُسے تار تار کر کے بے طاقت بنا دینے کے ہیں۔

۱۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

خدا کسی ایٹم کو اس کی وُسعت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

۲۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا

Marfat.com

مطابق ہی مُکلّف ہے۔

خدا کسی نفس کو اُسی حد تک مکلّف کرتا ہے جو اُس میں عطا شدہ ہے۔

(۱۵) ایٹم کسی عنصر کے ٹکڑوں میں سے باریک ترین ٹکڑا ہے اور کائنات کی وزنی کششوں اور طاقتوں کی عدم انصافی سے اپنے صحیح راستے سے بھٹک سکتا ہے اور اگر کائناتی کششوں کا وزن یکسانیت اور عدل و انصاف کے مطابق ہو جاتے تو کوئی عنصری ایٹم اپنی صحیح راہ سے بھٹک نہیں سکتا۔

۲۱ : ۴۷ - وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ٥

اور قیامت کے روز کائنات کی تمام وزنی کششوں اور اُن کی طاقتوں کو عدل و انصاف کے راستوں پر گامزن کر دیا جائیگا (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) کوئی عنصری ایٹم زیادتی یا بے راہ روی (ظلم) کا شکار نہ ہوگا اور کسی عنصر کا باریک سے باریک ترین ذرّہ یعنی ایٹم ایسا نہ رہے گا جو حساب و کتاب کے لئے حاضر نہ کر لیا جائے۔

نوٹ:- نَفْسٌ شَيْئًا کے معنے متقدمین نے کچھ نفس یا کوئی نفس کئے ہیں۔ حالانکہ اس کے صحیح معنے عنصری نفس موزوں قرار دیئے جا سکتے ہیں جو نَفْسُ الشَّيْءِ کے مترادف ہیں مزید برآں مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ کے الفاظ مزید ایٹم کی تعریف میں ہی وارد ہوئے ہیں۔ جن سے تمام آیت کی تشریح آسان تر ہو گئی ہے۔

(۱۶) نفوس یعنی ایٹم آپس میں مل کر اور یکجان ہو کر پھر شے یعنی عنصر بن جاتے ہیں اور یہ عمل شدید حرارت سے ممکن ہے۔

یا

متضاد اٹموں کے آپس میں مل جانے سے ایسی شدید آگ پیدا ہوتی ہے۔ جو دریاؤں کو بھی آگ میں بدل سکتی ہے۔

۸۱ : ۷ - وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ٥ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ٥

جب سب دریا آگ ہو جائیں گے اور جب ایٹم آپس میں ملا دیئے جائیں گے۔

نوٹ - ایٹم چونکہ متضاد خواص رکھتے ہیں۔ اگر وہ حکمت خداوندی سے تمام ملا دئے جائیں تو حکمت و سائنس کے نظریات کے تحت اُن سے شدید آگ پیدا ہونا عین ممکن ہے۔ جیسا کہ سورج میں بہت سے عناصر کے ایٹم خود بخود پھٹ رہے ہیں۔ اور ایک شدید آگ پیدا کر رہے ہیں۔

دوسری صورت جو ان الفاظ سے پیدا ہوتی ہے اس پر

دلالت کرتی ہے۔ کہ چونکہ ہر عنصر ایٹموں کا ہی مجموعہ ہے۔ اس لئے اگر ایٹم بستہ کر دئے جائیں تو پھر وہ ایٹم کی شکل میں نہ ہوں گے۔ بلکہ موت زدہ عنصر میں تبدیل ہو جائیں گے۔

(۱۷) متنفقہ خواص کے ایٹموں کو اگر ملا دیا جائے یا انہیں ایک دوسرے کی ملکیت بنا دیا جائے تو اُن میں توانائی کا پیدا ہونا ممکن ہے۔ اور اگر انہیں جُدا جُدا کر دیا جائے تو اُن سے نظامِ توانائی کا اظہار ممکن نہ ہوگا۔

۸۲ : ۱۹ - يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝

یعنی حساب و کتاب کے دن کسی عنصر کا کوئی نفس کسی اور نفس کی ملکیّت نہ رہے گا۔ (اِس لئے وہ اظہار توانائی کے قابل نہ رہے گا) یعنی اُسے آزاد صورت میں جدا کر دیا جائے گا۔ اور اُس دن اَلْاَمْر یعنی اظہارِ توانائی براہِ راست طور پر محض اللہ کی طرف سے ہی ممکن ہوگا۔

(۱۸) نفس کسی وجود کا انتہائی طور پر پُر اسرار حصّہ ہے جس میں خوشی و مُسّرت اور خوف کے جذبات بھی پرورش پاتے ہیں۔

۲۰ : ۶۷ - فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۔

یعنی موسیٰؑ نے اپنے وجود کے پُر اسرار نفس میں خوف و ہراس محسوس کیا۔

۳۳ : ۳۷ - وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ

جو تو اپنے نفس میں چھپاتا ہے۔

(۱۹) انسان اپنے ذاتی ایٹموں میں حکمتِ کاملہ سے تغیرات پیدا کر سکتا ہے۔

۱۳ : ۱۱ - اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط

خدا تو کسی قوم میں اُس وقت تک تغیّر پیدا نہیں کرتا جب تک کہ وہ قوم حکمتِ کاملہ سے اپنے ذاتی ایٹموں میں خود تغیّر پیدا کرنے کے قابل نہیں بن جاتی۔

(۲۰) حیات کیلئے قتل نفس یا عنصری ایٹموں کا جو متنفقہ خواص رکھتے ہوں کُشتہ کرنا بے حد باعثِ خیر و برکت ہے نیز نوعِ انسانی کی حیات کیلئے ایسا کرنا بے حد ضروری ہے۔

۲ : ۵۴ - فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ط فَتَابَ عَلَيْكُمْ ط

تو اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے توبہ کرو (اور ایٹموں کو اُن کے متبادل یا دوسرے خلافِ اثر غیر ایٹموں کے ساتھ فساد اور ہلاکت کیلئے قتل نہ کیا کرو) بلکہ متفق الاثر یا ہم قبیل ایٹموں کو (محض حیات کی غرض سے) ضرور کُشتہ کرو۔ اِسی میں تمہاری

بہتری ہے۔ اور تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک اسی (صالح لائحہ عمل) میں تمہیں معافی بھی نصیب ہوگی۔

(۲۱) خدا وحدت میں ہے اور نفس بھی وحدت میں ہے۔ لیکن خدا کو موت نہیں اور نفس یعنی ایٹم کے لئے موت مقدر ہے۔

(۱) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔
ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔

(۲) وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ط وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝
اور نفس جب اپنی اجل کو پہنچتا ہے۔ تو خدا اُسے تاخیر کی مہلت نہیں دیتا (اے انسانو! جو تجربات نفس یعنی ایٹم سے متعلق تم اپنی موت و حیات کے سلسلے میں کر رہے ہو) خدا اُن سب سے خبردار ہے۔ اور اُنہیں جاننے والا بھی ہے۔

(۲۲) زمین میں یا ایٹموں میں مہلک عوارضات کا نمودار ہونا کائنات میں تخریبی اثرات اور عوارضات سے ہے۔

۵۷ : ۲۲۔ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا ط
اور زمین میں اور تمہارے نفسوں میں پہنچنے والی ہر مصیبت کے عوارضات پہلے سے ہی کائنات میں موجود ہوتے ہیں (اور جب ہی زمین میں یا اُس کے ایٹموں میں کسی تخریب کے باعث مصیبت کے اثرات قبول کرنے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں مصیبت خود بخود آموجود ہوتی ہے)

نوٹ:۔ یہاں کتاب کا مطلب اگر "قبل از وقت خدا کے ہاں لکھا ہوا" تسلیم کیا جائے تو پھر علاج معالجہ کرانا صریح طور پر خلافِ فطرت ہوگا۔ مزید برآں زمین پر یا کسی نفس پر مصیبت کا آنا ہماری تخریب کے باعث نہ ہوگا بلکہ ہم پر ظلم تصور ہوگا۔

(۲۳) ارتقائے انسانی اپنے تخلیقی نفس کو پہچاننے اور پوری طرح سمجھ لینے پر قادر ہے۔
نیز ارتقائے انسانی کے ساتھ ساتھ ایٹمی اعجازات بھی بتدریج سامنے آتے جائینگے۔

(۱) ۴۱ : ۵۴۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔
ہم عنقریب اُن کو اطرافِ عالم میں اور خود اُن کے نفسوں میں بھی اپنے اعجازات کا ہونا ثابت کر دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ

Marfat.com

(نفس کا تمام ماجرا) اُن پر عیاں ہو جائے گا۔ کہ وہ فی الحقیقت حق ہی تھا۔ کیا تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر عنصر سے پوری طرح خبردار ہے۔

(۲) بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَّ لَوْ اَلْقٰی مَعَاذِيْرَهٗ ۝

بلکہ انسان تو اپنے تخلیقی نفس کو بچشم خود ایک نہ ایک دن ضرور دیکھنے والا ہے۔ اگرچہ وہ مزید کئی دن اِس کی تحقیقات میں اپنی بے علمی اور عدم تجربات کے بہانے تراشتا رہے۔

(۳) اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۝

تو انہوں نے اپنے ہی نفسوں پر غور و فکر کیوں نہیں کیا اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب کو خدا نے کس حیرت انگیز حکمت سے پیدا کر دیا اور یہی حکمتِ بالغہ حق ہے اور یہ سب کچھ ایک مقررّہ اور معیّنہ مدت تک برقرار ہے۔

(۴) وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝

اور یقین پیدا کرنے والوں کے لئے تو زمین کے عناصری ایٹموں میں اور خود اُن کے ذاتی ایٹموں میں بھی بے شمار اعجاز ہیں تم اُنہیں دیکھتے کیوں نہیں۔

الغرض! اِن تمام آیات سے جو قرآنِ حکیم و عظیم سے مُشتے از خروارے پیش کی گئی ہیں صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ نفس فی الحقیقت خدائے بے مثال کی ایک عظیم الشان صنعت و تخلیق ہے۔ جس میں جان ہے اور رُوح بھی۔ اِسی لئے ہر زندہ وجود میں زندہ نفس موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا بعض مقامات پر تمثیلاً کسی متنفس کو محض نفس سے ہی پکارتا ہے اِسی نفس سے "اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ" کا محاکمہ قائم ہے۔ کسی عنصر کے مکمّل طور پر پس جانے کے بعد اُس کے ذرات جوہروں یا ایٹموں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اِنہی کو خدائی زبان میں نفس پکارا گیا ہے۔ پھر ایسے ہی ایٹم ہر تخلیقِ جدید کا باعث بنتے ہیں۔ (مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ) (وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ) (ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ) (تُراب کے معنی قرآنی

Marfat.com

اندازمیں ایٹموں میں تبدیل ہوئے ہوئے ارضی عناصر ہیں) جہاں نفس میں فنا و استہلاک کی قدریں موجود ہیں وہاں حیات کے چشمے بھی اِسی سے پھوٹتے ہیں۔ کسی ایک قبیلے کے نفس کو اُس کے غیر یا مخالف الاثر دوسرے نفس کے ساتھ کشتہ کرنا مسلنا یا مضروب کرنا تمام انواعِ انسی کے قتل کے مترادف ہے۔ مزید برآں کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ متفق الاثرات عناصر یا ہم اثرات عناصر کے نفوس کا کشتہ کرنا باعثِ حیات بن سکتا ہے۔ نفس ہی جرم و ثواب کا متحمل ہے (كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ) (وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ) (إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ) (كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا) ہر عنصر میں نر و مادہ و ہمجا نفسوں کا اجتماع ہے اور ان میں کمال رشتۂ مودّت یا کشش جاذبہ اور سکون و رحمت موجود ہے۔ لیکن اس کے برعکس اعمالی حساب کے سلسلے میں ہر نفس اپنے ہمجا نفس سے بیزار بھی ہو گا۔ کیونکہ گناہ اور جُرم بھی نفس اور اُس کے ہمجا نفس کے باہمی غلط رجحان سے ممکن ہے۔ (يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَن نَّفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ) مختلف عناصر کے نفسوں میں اُن کی اپنی مخصوص اور جداگانہ استعدادِ قدرت اور کیفیت موجود ہے۔ انسانی ذات کی نشوونما اور پرورش و ارتقاء اُن چیزوں سے ممکن ہے جو نفس کی پیدائش ہیں۔ انسان انہیں استعمال کر کے توانائی حاصل کرتا ہے لہٰذا حلال و حرام انواع کی تحقیقات بھی محض عناصر اور اُن کے جوہروں کی تحقیقات سے ممکن ہے۔ کوئی نفس یہ علم نہیں رکھتا کہ کل کیا ہو گا۔ یا کس مقام پر اس کی موت وارد ہو گی۔ (وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ..... وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ) نفس ہی تجلّیات کو پوشیدہ رکھنے کا خاصہ ہے۔ (وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ) رنج و الم کی صورت میں نفس جسم سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ (فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ) (لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ) ہر عمل نفس سے تعلق رکھتا ہے اور آگے چل کر انسانی جسم نہیں بلکہ اس کے نفوس ہی حساب دینے والے ہیں۔ (فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا) (الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ) (مَّنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا) (وَمَن جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ) لہٰذا جب نفس کی توانائیاں قلب و ذہن پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ تو انسانی تخیّل کردار پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہی کردار نفس کو بہتر یا بدتر بنانے میں کام آتا ہے۔ جسم انسانی کا کوئی عضو یہ حق ملکیّت نہیں رکھتا کہ وہ براہِ راست نفس کو نفع و نقصان پہنچا سکے یا اُسے موت و حیات پر قادر بنا سکے۔ اس لئے محض تخیّل سے اُبھرے ہوئے اچھے یا بُرے اعمال ہی نفس کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ (لَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا) حساب کے دن ہر نفس اپنے اعمال نامے کو پُوری طرح دیکھ لیگا (عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ) (عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ) نفس میں ہی ضمیر و تخیّل کا اعجاز پرورش پاتا ہے۔ اور اِسی تخیّل سے وہ لالچ اور کنجوسی کا شکار ہو جاتا

Marfat.com

ہے۔ (وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ) (قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ) (۱۲ : ۲۶) (فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ) (۱۲ : ۷۷)
(تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ) (۱۲ : ۲۶)

جس طرح خدا تمثیلاً لفظ شَيْئٌ کا استعمال عنصری جسم پر کرتا ہے اُسی طرح نفس کا اطلاق بھی تمثیلی رنگ میں کسی متنفس پر ہوتا ہے۔ لہٰذا حقائق کے لحاظ سے کوئی تمثیل اصل کا درجہ نہیں رکھتی اِس لئے نفس بذاتِ خود ایک حیرت انگیز صنعتِ خداوندی ہے اور اپنے اندر لاتعداد اعجازات رکھتی ہے۔

اِن تمام آیاتِ خدا سے نفس کا جو مفہوم ہم سمجھ سکتے تھے پیش کر دیا گیا ہے۔ آیات کے جو معانی فرداً فرداً اُوپر بیان کئے گئے ہیں ہماری نگاہ میں ابھی حتمی نہیں۔ انسانی ارتقاء اور علمی اور حکمتی ریسرچ کے کمال کے بعد ہی اِن پیچیدہ اصطلاحات کی ماہیّت کا علم ہونا ممکن ہے۔ اِس قسم کی آیات کا ذخیرہ ابھی قرآنِ عظیم وحکیم میں اور بھی موجود ہے۔ ممکن ہے کہ اُن آیات سے نفس یعنی ایٹم کے کئی مزید نظریات یا اشارات سامنے آجائیں۔ بہرحال قرآن حکیم وعظیم سے ہم ایک مزید مثال ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

ایٹم کا نام عربی زبان میں کیا ہے؟ اور ایٹم بم کا منظر کیونکر ہے

سُورۃ ھُمَزَۃ ۱۰۴ میں حُطَمَۃ کا لفظ موجود ہے۔ مفسرین ماسبق نے اس کی تشریح روندنے والی آگ کی ہے۔ لیکن قرآنی اطلاع اور حُطَمَۃ کی تشریح کو اگر مدنظر رکھا جائے۔ تو اس کے معنے صاف طور پر تباہ کُن ایٹمی ایجاد جسے آج کل ایٹم بم کا نام دیا جا رہا ہے۔ ثابت ہوتے ہیں۔ قرآنی الفاظ کو ہم قارئین کے غور وفکر کے لئے پیش کرتے ہیں۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِيْ
جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ
اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝
وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ
الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝
اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ
مُّمَدَّدَةٍ ۝

ہر ھُمَزَہ اور لُمَزَہ کے لئے برباد ہونا یقینی ہے۔ (اِن میں سے) جس نے بھی مال (یعنی وہ چیزیں اور ایجادیں جن کو انہوں نے اپنی تباہ کن خواہشات کے مطابق پسند کیا) پھر انہیں گن گن کر (محفوظ) رکھا (اس لئے کہ) وہ اِس خیال میں ہے کہ اُس کا یہ (سب کچھ جمع کیا ہوا) مال اس کی ہمیشہ زندگی کا موجب ہوگا۔ (یعنی وہ اس کی ہیبت سے اپنے دشمنوں سے محفوظ رہ کر ہمیشہ کی غالب زندگی کی آس لگائے ہوئے ہے) ہرگز نہیں وہ تو یقیناً حُطَمَۃ میں ڈالا جائے گا۔ اور تم (اے محمّدؐ) کیا سمجھ سکتے ہو کہ حُطَمَۃ کیا ہے۔ (وہ تو) اللہ کی (خاص حکمت سے) جلائی

Marfat.com

ہوئی تیز آگ ہے۔ (جسے انسان کسی دیا سلائی سے نہیں جلاتا بلکہ
خود بخود ایک خاص حکمتِ عملی سے بھڑک اُٹھتی ہے) جو تمام ذہنی
و قلبی قواء پر جا لپٹے گی اور وہ سب (عَلَيۡهِمۡ) چھتری کی مانند
اُس سے ڈھانپ لئے جائیں گے۔ اور وہ چھتری لمبے لمبے ستون
پر ہوگی۔

هُمَزَة کے معنے۔ جو قوم سینہ زوری اور تکبرانہ انداز میں دوسری قوم کی عیب جوئی کرتی ہے۔

لُمَزَة کے معنے۔ پسِ پُشت اور دبی زبان میں اپنی مخالف قوم کی عیب جوئی میں لگی رہتی ہے۔

مَال کے معنے۔ ایسی ملکیت جس پر ہوس اقتدار چھائی ہوئی ہے اور دلی خواہشات کے مطابق جمع کی گئی ہو۔

حُطَمَة کے معنے۔ اس کا مادہ ح ط م ہے یعنی حَطَم ریزہ

حُطَام۔ خشک عنصر کا ریزہ۔ ذرّہ

حَطَم۔ توڑنا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ کچل کر عنصر کو ذرّات میں تبدیل کرنا۔

حُطَمَة۔ ایسی ایجاد جو ریزے اور ذرّے سے تیار ہو اور اُس میں تیز آگ پیدا کرنے کے خواص موجود ہوں۔

حُطَامُ البیض۔ انڈے کا خول اور حُطَامُ الحطم کے معنے ذرّے یا ریزے کا خول جیسے ایٹم بم کے اندرونی مواد پر سخت ترین خول تیار کیا جاتا ہے۔

اَحۡطَم۔ ذرّہ جو جزو لا یتجزیٰ میں داخل ہو جائے۔ گویا عربی میں احطم کا لفظ موجود ہے۔ عربی زبان میں ٹ کا لفظ موجود نہیں اُس کی جگہ ط استعمال ہوتا ہے۔ غالباً عبرانی اور طبرانی زبان میں بھی ط کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے لیکن مغرب میں اس لفظ کو قدرے بگاڑ کر اور ط کو T میں تبدیل کر کے ایٹم بنا دیا گیا ہے۔ جسے اگر صحیح اُردو میں لکھا جاتے تو احٹم لکھا جانا چاہیئے۔ لیکن اُردو میں انگریزی کے لفظوں کو لکھنے میں اکثر کسی قاعدے کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

اب آیاتِ بالا کی تشریح کو سامنے رکھیئے۔ دو قومیں اگرچہ ایک ہی صفات کی مالک ہیں۔ لیکن ایک قوم اپنی قوت و اقتدار کے نشے میں برملا اور دوسری دبی زبان میں پسِ پُشت دوسری قوموں کو کمزوری اور عدم قوت کے طعنے دے کر عیب جوئی میں لگی رہتی ہے۔ خدا کی اطلاع کے مطابق اِن دونوں کے لئے تباہی اور بربادی لکھی جا چکی ہے۔ اور جو کچھ وہ قومیں بنا بنا کر جمع کر رہی ہیں اور انہیں گن گن کر محفوظ کر رہی ہیں۔ انہیں ایسا کرنے میں اپنا دائمی قیام اور غلبہ پیشِ نظر ہے۔ لیکن یقین رکھئے کہ یہ جمع کیا ہوا اور محفوظ کیا ہوا تمام ساز و سامان ایٹم بم کے نظر ہو جائے گا۔ اے محمدؐ تو اس لئے حطمہ کو سمجھ نہیں سکتا کہ وہ تیرے سامنے موجود نہیں۔ یہ حُطَمَہ تو فی الحقیقت ایک ایٹم بم ہوگا جس سے اللہ کی شدید اور تیز آگ بھڑک اُٹھے گی اور ایک محدود خطۂ ارض پر چھتری کی طرح چھا جائے گی اور اس کے نیچے آگ کا ہی ستون ہوگا۔ اس

Marfat.com

آگ کے خواص یہ ہیں کہ وہ ہر ذی حیات کے شعوری قواء کو آنِ واحد میں سلب کر لے گی۔ یا انہیں لپیٹ میں لے لے گی۔

آئیے اب ذرا ایٹم بم کے مظاہر کا مطالعہ کیجئے۔ ہم نے ہیروشیما اور ناگاساکی کے جاپانی جزائر پر ۱۹۴۵ء میں اس کی تباہ کاریوں کو چشم خود دیکھ لیا ہے۔ جن کی تصاویر آئے دن اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بلند ستون پر چھتری نما آگ کا بادل چھایا ہوا ہے۔ اس کی شکل خدا کی مندرجہ بالا اطلاع سے اس قدر مماثلت اور مطابقت رکھتی ہے۔ کہ قرانِ عظیم وحکیم کے من جانب اللہ ہونے کی ایک بین دلیل اور شہادت ثابت ہو جاتی ہے۔ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

احطم اور نفس میں فرق صرف اتنا ہے۔ کہ احطم ایک ایٹم ہے۔ جو جاندار نہ ہو۔ اور نفس ایسے ایٹم کو کہا جاتا ہے جس میں جان ہو اور اس میں بذاتِ خود حرارت، حرکت اور روشنی موجود ہو۔ گویا احطم کو عمل سے تابکار کیا جاتا ہے لیکن نفس پہلے سے ہی تابکار اور جاندار ہوتا ہے۔

قرآن قولِ بشر نہیں بلکہ اس کا نزول خدا کی طرف سے ہوا۔ جو واقعات اور اہم حالات اس سے قبل گذر چکے ہیں اور جو نزول کے بعد آنے والے تھے۔ اُن کی نشان دہی اس کتاب میں اکثر مل رہی ہے۔ جُوں جُوں غور وفکر سے کام لیا جا رہا ہے خدا تعالیٰ کی یہ کتاب حیرت انگیز انکشافات پیش کر رہی ہے۔ اور کرتی جائے گی۔ موجودہ دور میں ایٹم اور ایٹمی توانائی کا حیرت انگیز انکشاف انسانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ خدا کی کتاب کے من جانب اللہ ہونے کا ایک بین ثبوت ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ہم ایک مزید اہم آیت پیش ناظرین کرتے ہیں۔

ایٹم جہاں حیات کا باعث ہے وہاں اس کے ساتھ استہزاء نہ صرف . . . .

. . . . عذاب کو قریب تر لا سکتا ہے۔ بلکہ کائنات کو بھسم کرنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ ہر ایٹم سے پیدا ہونے والی آگ کو خدا نے سقر کہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سقر اُنیس قسم کے عناصر کے ایٹموں سے پیدا ہوتی ہے اور ایسے ایٹموں میں محض آتشیں توانائیاں اور طاقتیں کام کرتی ہیں۔ گویا انسانی ایجادات سے صرف ۱۹ قسم کے ایٹم بم تیار کئے جا سکتے ہیں۔ یہ شمار اس قدر حیرت انگیز ہے کہ اسے محض تجربات اور آزمائش سے ہی منکرین پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم الشان پیشگوئی مندرجہ ذیل آیات سے صاف ثابت ہوتی ہے۔

۷۴: ۳۱-۲۶۔ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۙ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا الخ لِلْبَشَرِ ۝

(جو منکر یہ کہتے ہیں کہ قرآن ایک بشر کا قول ہے غور سے سُن لیں) کہ ہم ہر ایسے شخص کو عنقریب سقر سے دوچار کریں گے۔ اور (اے محمدؐ) آپ کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے (وہ تو تیرے بعد آنے والے دور میں ظہور میں آنے والی ہے) وہ ایک (ایٹمی) آگ ہے

Marfat.com

کہ نہ کچھ باقی رکھے گی اور نہ کچھ چھوڑے گی۔ اور آن واحد میں آدمی اور اس کی کھال اور چمڑے کو بھون کر سیاہ کر دے گی۔ اُس پر (کام میں لائے جانے والے عناصر) اُنیس ۱۹ ہیں۔ اور (اُن کی، آگ کے ساتھی اور مددگار محض آتشیں ملائکہ (یعنی توانائیاں اور طاقتیں) بنائے ہیں۔ اور اُن کا (یہ حیرت انگیز) شمار (فی الحقیقت حکمتی ہے جو حقائق سے) انکار کرنے والوں کے لئے (طالب تجربات و باعث) آزمائش ہے۔ اور اس لئے کہ اہل کتاب (جو قرآن کو ابھی تک ایک قول البشر سمجھتے ہیں) یقین کر لیں اور مومنوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے (کہ واقعی یہ عظیم و حکیم قرآن فی الحقیقت الہی عظیم ترین پیشگوئی کو افشا فرما کر اپنے من جانب اللہ ہونے کا بیّن ثبوت بہم پہنچا رہا ہے) اس طرح اہل کتاب اور یہ مومن دونوں اِس سے سرتابی نہ کر سکیں۔ اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نہ ماننے کا) مرض ہے۔ اور جو (یہ سب کچھ اپنی آنکھوں اور تجربوں سے دیکھنے کے بعد بھی) انکار کر رہے ہیں (برملا اور بے شک) کہہ دیں کہ اس مثال سے خدا کا مقصود کیا ہے؟ اِسی طرح خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔ اور تمہارے پروردگار (کی پیدا کردہ طاقتوں اور ملائکہ کے) لشکروں کو اس کے سوا (کما حقہٗ) کوئی نہیں جانتا اور تو بنی آدم کے لئے ایک عظیم سبق ہے۔ ہاں ہاں ہمیں چاند کی قسم اور رات کی جب پیٹھ پھیرنے لگے اور صبح کی جب روشن ہو کہ وہ (اٹیمی) آگ فی الحقیقت ایک بہت بڑی بلا اور آفت ہے (اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ) اور زندہ آدمیوں کے لئے ایک ہیبت ناک خوف کا موجب ہے۔

سَقَر کے لغوی معنے۔ جھپٹ کر شکار کرنے والا پرندہ۔ شکرا وغیرہ۔ چہروں کو آنِ واحد میں متغیّر کر دینے والی آگ متقدمین نے اسے اغروی جہنم بھی کہا ہے۔

صَقْر۔ ہر جھپٹ کر شکار کرنے والا پرندہ (شکرا وغیرہ) توڑنا۔ آگ بھڑکانا۔ سُورج نما ہونا۔

صَقَر۔ جہنم۔ دوزخ۔

گویا مندرجہ بالا ہر دو الفاظ جو سؔ سے اور صؔ سے عربی میں استعمال ہوئے ہیں فی الحقیقت ہم معنی نظر آتے ہیں۔ اِن ہر دو سے یہ صاف مترشح ہوتا ہے۔ کہ سَقَر فی الحقیقت تیز ترین جھپٹ میں لے لینے والی ایک ہیبت ناک آگ ہے۔ جو آنِ واحد میں بھسم کر سکتی ہے عناصر کو توڑ کر پیدا کی جاتی ہے۔ جو سورج کی آتش کی طرح ہوتی ہے۔

اِس مختصر سی توضیح کے بعد ہم انشاء اللہ اٹیمی باب میں کئی اور حیرت انگیز محاکمات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے جو قارئین کے لئے نئے علمی ابواب کا باعث ہوں گے۔ الغرض قرآن حکیم و عظیم میں جہاں جہاں مَآ اَدْرٰكَ مَا کے الفاظ آئے ہیں وہ کسی نہ کسی انتہائی عظیم خبر کو پیش کرتے ہیں۔ اِس لئے ہم قارئین کرام کی خدمت میں پُر زور التماس کریں گے کہ اِن آیات پر پورے تعمق سے غور و خوض کیا جائے۔ اور کتابِ خدا کی ان آیاتِ متشابہات کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ انشاء اللہ اِس کتاب کے باب سوم و چہارم میں اپنے اپنے مقامات پر ان آیات کی تشریح پیش کریں گے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللهِ

Marfat.com

نُور یعنی توانائی

لُغتِ النسانی میں نُور کے معانی روشنی۔ روشنی کی کرن۔ قدرت جو اشیاء کو آشکار کر دے۔ قرآنِ حکیم اور حضور رسالت مآب صلعم کے متعلق بھی یہ لفظ استعمال شدہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

گویا ان تمام معانی میں سے کوئی یک لفظی معنیٰ اس لفظ کے ترجمہ کے لئے مخصوص کرنا محال نظر آتا ہے۔ ہمارے نقطہ نظر سے جب تک اس کا یک لفظی اور بین السطور معنیٰ قائم نہ کر لیا جائے اس لفظ کی صحیح تشریح محال ہے۔ لغت نے نور کو روشنی یا روشن کرن کہا ہے۔ جبکہ روشنی بذاتِ خود کوئی شے نہیں۔ اور عناصر کا محض عمل ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جس قدرت سے عناصر میں روشنی کی نمود قائم ہے۔ وہ بذاتِ خود ایک مہیب ظلمت اور تاریکی میں اپنا وجود رکھتی ہے۔ جب کوئی عنصر اس کی تاریک رَو کی زد میں آتا ہے تو وہی تاریک قدرت اُسے روشن کر دیتی ہے۔ چاند کو دیکھئے خُدا نے اُسے نور اور قَمَرًا مُّنِيْرًا کہا ہے۔ لیکن یہ کرہ بذاتِ خود روشن نہیں بلکہ تاریک ترین اور ٹھنڈا کرہ ہے۔ اور محض سورج کی ضیا پاشی سے روشن ہو جاتا ہے۔ آپ جُوں جُوں خلاؤں میں بلند ہوتے جائیں اور سورج کے نزدیک ہوتے جائیں آپ کو شدید اندھیروں اور مہیب تاریک فضاؤں سے واسطہ پڑے گا۔ یہ اس لئے کہ اُن فضاؤں میں عناصر کا کوئی ذرّہ موجود نہیں جو سُورج کی کرنوں سے روشن ہو سکے یا فضاؤں کو روشن کر سکے۔ زمین کے چاروں طرف چونکہ ذرّات کی دُنیا آباد ہے۔ اس لئے جب ان ذرات پر سُورج کی تاریک کرنیں نچھاور ہوتی ہیں تو وہ روشن ہو جاتے ہیں۔ اور وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہُوا کہ نُور بذاتِ خود کوئی روشن وجود نہیں بلکہ روشنی پیدا کرنے کا ایک ذریعہ یا اشیاء کو روشن کر دینے والی ایک قدرت یا توانائی ہے۔ کوئی توانائی ہمیں نظر نہیں آسکتی۔ اُسے عقل و خرد سے ٹٹول بھی نہیں سکتے البتہ اُس کے مظاہر دیکھ سکتے ہیں یہی مظاہر حرکت، عقل و شعور، ضمیر اور تخیّل کو جنم دیتے ہیں۔ اُدھر خدا کی اس اطلاع کے مطابق کہ قمر کو نُور اور شمس کو ضیاء بنایا اگرچہ شمس بذاتِ خُود روشن نظر آتا ہے۔ لیکن اگر حکمت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو شمس میں بھی ایک عظیم ظلمت اور تاریکی موجود ہے۔ اُسی تاریکی سے اُسکے عناصر حیرت انگیز حکمتِ عملی سے روشن ہو رہے ہیں۔ اُس کے جوہروں میں انشقاق کا پیہم عمل ہی اس کے ذرّات کو روشن کر رہا ہے۔ اگرچہ لغت والوں نے ضیا کے معنے بھی محض روشنی لکھے ہیں۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو ضیا بھی نُور ہی کی پیداوار ہے۔ جس میں چمک کے ساتھ ساتھ حرارت بھی موجود ہے۔ الغرض

Marfat.com

ضیاء نہ ہو تو نور ثابت نہیں اور نور نہ ہو تو ضیاء کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ اس لئے کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ نور اور ضیاء میں ایک حیرت انگیز باہمی تعلق ہے۔ نور سے شعاع کا وجود اور شعاع کے منعکس عمل سے پھر نور کا وجود یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ نور کم از کم دو حیرت انگیز اعجاز دکھا رہا ہے۔ یعنی براہِ راست عمل سے ضیاء اور حرارت اور منعکس عمل سے سکون آمیز اور خوشگوار چمک۔ اس لئے یقین کیجئے کہ انسانی نفوس میں بھی براہِ راست نور سے ضیاء اور حرارت اور منعکس نور سے پُر سکون اور خوشگوار حسیات نمودار ہو رہی ہیں۔ یہ مشاہدے کی بات ہے کہ چاند کی روشنی نیند اور سورج کی روشنی بیداری پیدا کرتی ہے۔ اب ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ نور اور ضیا ایک ہی توانائی کے دو نام یا اُس کے لازم و ملزوم دو اجزاء ہیں۔ جن سے کائنات کے ایک معمولی اور لطیف ذرّے یا جوہر سے لیکر سورج جیسے عظیم کرّے میں چمک و دمک۔ حرکت و حرارت شعور اور اعمال کی تمام حسیات کمال التزام سے موجود ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو اسی کا نام حیات ہے۔ اور کُلَّ شَيْءٍ حَيّ کا اعجاز بھی اسی رواں نور سے قائم ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ نور کا سُراغ اشیاء یعنی عناصر کی حکمتوں میں تلاش کیا جائے۔

قرآن حکیم و عظیم میں اگر تدبر سے کام لیا جائے تو صاف نظر آئے گا۔ کہ نور اور کائنات (نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ) دونوں سے خدا کے انعامات کی بے شمار اور بے مثال راہیں اور امن و سلامتی کے لاتعداد خزانے حاصل کئے جا سکتے ہیں (۵ : ۱۶) ظلمت موجود نہ ہو تو نور کا وجود ثابت نہیں (۵ : ۱۶) گویا اصل نور ظلمت سے خارج ہوتا ہے۔ پھر مختلف عنصری اجسام پر اس کا پرتو انہیں چمک و دمک سے مالا مال اور حیات سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔ (يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ) یہی نور جب دوبارہ ظلمت میں داخل ہوتا ہے۔ تو انواع میں حیات کے اجزا ختم ہو جاتے ہیں (۲ : ۱۷) ہاں اگر اس توانائی کو صلاحیت اور قرینے کے ساتھ قائم رکھا جائے تو اس سے ایک فیض المرام اور دائمی حیات کی نمود ممکن ہے۔ لیکن اس میں ذرّہ بھر عدم ترتیب یا عدم توازن حیات کو جہنم میں تبدیل کر دیتا ہے۔ (۵۷ : ۱۳) اسی نور سے بہترین شعور و تخیل اور بہترین شعور سے بہترین اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ انسان کے بہترین اعمال و کردار کو ہر جانب اسی نور سے جِلَو حاصل ہے۔ ہاں نور کا اصل مبدا عناصر ہی ہیں جن پر خدا کی عظیم قدرت محیط ہے۔ (۶۶ : ۸) ہر عنصر ابتدا میں موت سے ہمکنار تھا۔ خدا نے نور پیدا کر کے ہر عنصر میں حیات پیدا کر دی اب یہی توانائی ہے۔ کہ عناصر سے قوام میں آئی ہوئی ہر نوع میں حرکت و حرارت جلوت اور نمود پیدا کر رہی ہے۔ ظلمت اور موت فی الحقیقت ایک ہی مثال میں ہیں (سپارہ ۲ رکوع ۸) اس کائناتِ ارضی میں ہماری حرکت و نمود محض نور سے ہے (۵۷ : ۲۸) اس نور کی تلاش کے لئے عناصر میں تحقیقات درکار ہے۔ لیکن یہ تحقیقات اللہ کے فضل سے ہی ممکن ہے۔ (۵۷ : ۲۸) بے شک کتابِ خدا کے علم سے ہی کوئی شخص اندھیروں سے پھوٹنے والے نور سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ (۱۴ : ۱) ہر شخص کے لئے نور ہی سلامتی کی راہوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہی ایک عظیم سبق ہے (۳۹ : ۲۲) خدا کے پیدا کردہ نور سے ہی کائنات کا ہر ذرّہ چمکدار اور روشن ہوتا ہے۔ (۳۹ : ۶۹)

الغرض مندرجہ بالا حقائق سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ہر وہ طاقت اور قوّت جو اجسام میں چمک و دمک۔ شعور و تخیل۔

Marfat.com

حرکت و حرارت اور حیات کے جملہ وسائل مہیا کرتی ہے۔ اُسی کا نام قرآنی علم کے تحت نُور ہے۔ اور ہم اپنی زبان میں اسکا ایک لفظی نام توانائی یا انگریزی میں " ENERGY " رکھتے ہیں۔

اَلْاَمْر یعنی روح
یا
نظامِ توانائی

انسانی لغت میں اَلْاَمْر کے معنے دو طرح آئے ہیں۔

اوّل:۔ اَمْرٌ ۔ حکم ۔ فرمان فتویٰ ۔ طاقت کا مبدا یا اظہار جمع اوامر

دوم:۔ اَمْرٌ ۔ معاملہ ۔ بات قضیہ ۔ کام ۔ دھندا جمع امور

نیز رُوح کے معنے حسب ذیل کئے گئے ہیں۔

اوّل:۔ رُوح جان ۔ قرآن ۔ خداوند تعالیٰ کا پیغام ۔ جبریل ۔ حضرت عیسیٰؑ ۔ محبت ۔

دوم:۔ رُوح القدس ۔ جبریل ۔

روح الامین ۔ جبریل

اِن کے علاوہ اَمْرٌ کے معنے نفس ۔ وحی ۔ امرالٰہی اور متقدمین حکماء کے نزدیک معدنیات کی قسم ہے۔ نیز دواؤں کے ست یا جوہر پر بھی بولا گیا ہے۔ اَلْاَرواحُ الخبیثۃ یعنی شیطانی روح یا تخریبی طاقتیں وغیرہ وغیرہ

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اس کائنات میں عربی زبان ہی ایک ایسی زبان ہے۔ جس کے ہر لفظ کے پیچھے ایک سہ حرفی مادہ یقیناً موجود ہے۔ یہ مادہ کیا اور کیوں ہے؟ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو فقط یہی زبان ایک کامل زبان تصور کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ مادہ ہی ہر لفظ کی اصل جڑھ یا بیج کو ظاہر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بیج سے ایک درخت پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ اُس کا پودا بیج کی مانند نہیں ہوتا۔ لیکن ہر دیکھنے والا فی الفور کہہ دیتا ہے۔ کہ یہ فلاں بیج کا درخت ہے۔ اس کا تنہ اُس کی شاخیں اُس کے پھول اور پتے اُسی بیج سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ جب وہی درخت عمر کو پہنچتا ہے۔ اور پھل لاتا ہے۔ تو اُس میں پھر وہی بیج پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا ایک بیج اپنی مختلف اشکال میں پھر پھرا کر وہی کچھ بن جاتا ہے۔ جو پہلے تھا۔ چنانچہ عربی زبان کا بھی یہی اعجاز ہے۔ کہ اس کے ہر لفظ کا مادہ جو معنے پیش کرتا ہے اپنی جزئیات میں پھر پھرا کر انجام کار پھر اُنہی معنوں پر مشتمل ہو جاتا ہے۔ جو اُس کے مادے کے لئے مختص تھے۔ گویا اِس عربی قرآن کا یہی ایک عظیم معجزہ ہے۔ کہ اس کا ہر لفظ اپنے مادے سے رنگ و بو اور شکل و صورت لیکر پھلتا پھولتا ہے۔ اور اپنے مادے کے معانی سے سر مو اِدھر اُدھر نہیں جا سکتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن میں کہیں معنوی تفاوت کہیں تضاد اور کہیں کوئی معمولی سا

Marfat.com

اختلاف بھی موجود نہیں۔ (وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا) اس کا ہر لفظ اپنے مادے کے گرد گھومتا ہے۔ ہاں تمثیل کے طور پر اگر کسی خاص لفظ کو توصیفاً کسی اور لفظ کے مترادف کہدیا جائے تو اور بات ہے۔ بہادر انسان کو بھی شیر کہہ دیا جاتا ہے۔ اسی قاعدۂ کلیہ کے تحت ہم سب سے پہلے اَلْاَمْر کو لیتے ہیں۔

قرآن میں اطلاع دی گئی ہے۔ کہ چند شخصوں نے رسالت مآبؐ کے حضور یہ سوال پیش کیا کہ رُوح کی حقیقت کیا ہے۔ تو وحی کا ارشاد ہوا۔ کہ اے رسولِ خدا صلعم انہیں کہہ دیں۔ کہ رُوح تو خدا کے امر سے ہے؟ (وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا) لیکن یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ارتقاء کے بعد آگے چل کر رُوح کے اس قلیل علم سے اپنے تجربات اور مشاہدات کے طفیل رُوح کے متعلق نوعِ انسانی کچھ مزید علم بھی حاصل کرلے۔ اس لئے فی الحال تمہیں اس کا علم کم ہی دیا جا رہا ہے۔ یہی مناسبِ حال تھا۔ غرض سوال کرنے والوں کی استطاعت عقل وفہم کے مطابق اور اُوْتِيْتُمْ کے لفظ کے تحت یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا کی طرف سے یہی جواب موزوں تھا۔ اب رہا یہ سوال کہ کیا رسالت مآب صلعم خود بھی رُوح یا امر کی حقیقت سے واقف تھے یا نہیں۔ تو اس کا جواب خدا نے اس آیت میں دے دیا ہے۔ ۲۲/۲ اِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (۳۳ : ۳۶) یعنی کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لئے یہ ممکن نہیں (وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ) کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کی تدبیر کا فیصلہ کرلیں تو وہ بھی اپنے آپ کو اُن کے امر میں با اختیار سمجھنے لگیں"

گویا جناب رسالت مآب صلعم الامر سے نہ صرف بخوبی واقف تھے بلکہ وہ اللہ کے اِذن اور ارادہ سے کسی امر یعنی قدرت و طاقت کا کماحقہٗ اظہار بھی کرسکتے تھے۔

اب جو چیز غور طلب ہے وہ یہ ہے۔ کہ اَلْاَمْر کے صحیح قرآنی معنے کیا ہیں۔ ہم اس ضمن میں مندرجہ ذیل آیات قرآنی پیش کرکے اس کے مربوط اور بین السطور معانی صرف "اظہارِ قدرت وطاقت" کرتے ہیں۔

۱۔ ۱/۱۴ رکوع/پارہ ۔ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (۳/۱۳ ، ۱۶/۵ ، ۲۴/۱۲)
جب خدا قدرت وطاقت کے اظہار کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو وہ اُسے (یعنی کسی تخلیق کے لئے جملہ قدرتوں کے نظام کو) کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ ۱/۱ ۔ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا۔
ولیکن خدا تو اظہار قدرت و طاقت کا فیصلہ کر ہی چکا تھا۔ سو وہ ہو کر رہا۔

۳۔ ۱۲/۱۲ ۔ غرض جب (یوسفؑ کے بھائی) اُسے لے گئے تو اس پر اتفاق کرلیا کہ اسے گہرے کنوئیں میں ڈال دیں۔ تو ہم نے یوسفؑ کی طرف وحی بھیجی کہ (فکر نہ کرو ایک نہ ایک دن) تم انہیں ان کی اس (ناجائز) طاقت آزمائی سے ضرور آگاہ کرو گے (کیونکہ یہ تمہیں مار نہیں سکتے) اور وہ اُس وقت بے شعور ہوں گے۔ (وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ)

Marfat.com

(۴) ۱۲/۱۴ - قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ط فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط

(یعقوبؑ نے) کہا کہ بلکہ (یوسفؑ نے) تمہارے لئے تمہارے نفسوں (یعنی طاقتور ایٹموں) کی (پرانی) طاقت آزمائی پر ایک معنی خیز بات کہہ دی ہے۔ (جسے تم بے شعور ہو کر سمجھ نہیں سکے) پس صبر ہی بہتر ہے۔

(نوٹ:۔ اس آیت میں امر کے معنے کسی صورت میں فرمان یا حکم نہیں ہو سکتے)

(۵) ۲۱/۱۵ - قَالَ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا (۶۹:۱۸)

موسیٰؑ نے خضرؑ کو کہا کہ اب (اس کے بعد) آپ مجھے مستقل مزاج پائیں گے۔ اور آپ کی طرف سے اظہار طاقت کے پیش کردہ مسائل میں آئندہ میرا کوئی فیصلہ سامنے نہ آئے گا۔

(نوٹ۔ چونکہ خضرؑ طاقت و قدرت کے علمی محاکمات حضرت موسیٰؑ کے سامنے پیش کر رہے تھے! اور وہ خاموشی کا وعدہ بھی کر چکے تھے اس لئے کئی بار عہد توڑنے کے بعد موسیٰؑ کا یہ عہد اسی صورت میں ممکن تھا۔)

(۶) ۱۸/۱۹ - ۲۷: ۳۲ - قَالَتْ يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْ اَمْرِيْ ج مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ۔

(شہزادی بلقیس حضرت سلیمانؑ کا خط درباریوں کو سنا کر کہنے لگی) اے درباریو! اب مشورہ دو کہ کیا میں بھی (سلیمانؑ کے بالمقابل) اپنی طاقت آزمائی کا فیصلہ کروں؟ جب تک تم سب (اس مشورہ پر متفقہ طور پر) گواہ نہ بن جاؤ۔ میں خود طاقت آزمائی کا کوئی ایسا ویسا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ وہ بولے کہ ہم بڑے طاقتور ہیں اور ہم میں بأس شدید بھی ہے۔

(نوٹ۔ اس آیت میں بھی محض فوجوں کے ٹکراؤ اور طاقت آزمائی کا معاملہ ہی در پیش تھا۔)

(۷) ۱۳/۲۵ - اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ (۷۹:۴۳)

کیا انہوں نے طاقت آزمائی یا قدرت کے اظہار کا ارادہ از خود بنا رکھا ہے۔ پس ہم ہی ایسا ارادہ کرنے پر قادر ہیں۔

(یہاں بھی امر کے معنے حکم یا فرمان قطعاً نہیں۔)

(۸) ۱۴/۲۵ - فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ه اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ط اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ه (۴:۴۴)

اسی رات کے اندھیروں میں ہی اظہار قدرت کے تمام مناظر کو جو حکمت و سائنس سے پُر ہوتے ہیں علیحدہ علیحدہ نمایاں اور ترتیب دیا جاتا ہے۔ یہ اظہار قدرت و طاقت محض ہماری طرف سے ہی ہوتا ہے۔ اور ہم ہی اُسے بھیجنے والے ہوتے ہیں۔ (نوٹ۔ یہاں امر کے معنے بالکل صاف ہیں۔)

(۹) ۱۵/۲۶ - فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ه (۴:۵۱)

پس قدرت و طاقت کو تقسیم کرنے والے ملائکہ تقسیم کرتے ہیں۔ (یہاں بھی امر کے معنے حکم نہیں کیونکہ حکم تقسیم نہیں کئے جاتے)

(۱۰) ۱۷/۲۸ - وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ (۶:۶۵)

Marfat.com

اور بہت سی بستیوں کے رہنے والوں نے اپنے رب اور اُس کے رسولوں کی طاقت و قدرت کے بالمقابل تخریب و شرارت کی تو ہم نے اُن کو سخت حساب میں پکڑ لیا۔

۱۱) ۷۹ - فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا ۝ (۹، ۷۹ : ۵)

پس طاقت و قدرت کے اظہار کے متعلق تدبیر کرنے والی توانائیاں یعنی ملائکہ۔

۱۲) يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ۔

اُسی کی طاقت و قدرت کے مظہر ملائکہ رُوح یعنی مخصوص نظامِ توانائی کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

اِن آیاتِ بالا سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ امر فی الحقیقت اظہارِ قدرت و طاقت کا ایک عمل ہے جو کسی کام یا تخلیق کے مرحلہ پر بمنشائے الٰہی ظہور میں آتا ہے۔ اولوالامر سے بھی یہی مراد ہے۔ کہ طاقت و قدرت رکھنے والا۔ امیر کا مطلب بھی اجتماعی طاقت رکھنے والا حکم بھی اسی صورت میں امر پر منطبق ہو سکتا ہے۔ کہ حکم حکومت سے اور حکومت علم حکمت و سائنس سے اور علم حکمت و سائنس سے ہی اظہار طاقت و قوت ممکن ہے۔

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "حقیقتِ رُوح انسانی" میں لکھا ہے۔ (صفحہ ۱۸) (صفحہ ۲۲) رسولِ خدا صلعم نے نا اہل انسانوں کے سامنے رُوح (اور الامر) کے بھید کو ظاہر کرنا مناسب ہی نہ سمجھا کہ اذن نہیں تھا۔ نیز یہ کہ اُن لوگوں کے فہم اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اور نا اہل تھے۔ امام صاحب نے عالمِ امر کی تشریح یوں فرمائی ہے۔ یعنی عالمِ امر سے وہ موجودات مراد ہیں جو حس اور خیال اور جہات اور مکان اور حیز سے خارج ہوں اور بسبب نہ ہونے مقدار کے مساحت اور اندازہ میں داخل نہ ہوں۔ گویا اس کا مطلب بھی یہ ہوا۔ کہ قدرت کے محض اظہار میں مقدار اور مساحت و اندازہ کا نہ تو کوئی تعین ہو سکتا ہے اور نہ کسی غیر ذہن کو یہ پتہ چل سکتا ہے۔ کہ آئندہ جا کر کیا ہو گا۔ لہٰذا ہماری تحقیقات کے تحت اَلْاَمْر کے معنے ہوں گے طاقت و قدرت کا اظہار یا جس انداز میں قدرت و طاقت آشکار ہوتی ہے۔ یہی معنے قرینِ حقیقت ثابت ہوتے ہیں۔

رُوح بھی اسی الامر سے ہے۔ اسی قدرت و طاقت کے ایک ترتیب وار نظام کو کہتے ہیں۔ رُوح بھی مخلوق ہے جس طرح نفس مخلوق ہے۔ روحی کے معنے خدا کا رُوح نہیں بلکہ نفسی کی طرح رُوحی کے معنے بھی خدا کی پیدا کردہ رُوح ہے۔ کیونکہ خدا کی رُوح نفس امارہ میں داخل نہیں ہو سکتی۔ حضرت امام غزالیؒ کے نزدیک رُوح ایک چیز غیر منقسم ہے۔ سب عقلا کے نزدیک جزو لا یتجزیٰ سے ہے۔ یعنی ایک چیز ہے۔ کہ تقسیم قبول نہیں کرتی۔ اس کو جزو بھی کہنا نہ چاہیئے۔ اس لئے کہ جزو تو کل کی نسبت ہوتا ہے۔ یہاں تو کل ہی نہیں جزو کہاں ہو گا۔ مگر اس لحاظ سے جزو بھی بول سکتے ہیں۔ جس اعتبار سے ایک کو دس کا جزو کہتے ہیں۔ کیونکہ اگر تمام موجودات یا تمام اشیا (یعنی عناصر) جن سے انسان کا قوام ہے۔ اعتبار کی جائیں از آں جملہ ایک رُوح بھی ہو گی۔ (گویا رُوح بھی اشیاء میں موجود اور مستور ہے) اس لئے روح ایک غیر منقسم سے ہے۔ رُوح کیفیاتِ عناصر سے پیدا ہوتی ہے۔ جو جوہر میں موجود ہے۔ کیونکہ وہی جوہر اپنے رب کو پہچانتا ہے۔ اور معقولات کا ادراک کرتا ہے۔ رُوح قدیم نہیں۔ کیونکہ یہ مخلوق بمعنی حادث ہے۔ اس کے حادث

Marfat.com

کی دلیل طویل ہے۔ اور اِس کے مقدمات بہت ہیں۔ حق تو یہ ہے۔ کہ جب نطفہ میں رُوح قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوئی تو رُوح پیدا ہوئی جیساکہ آئینہ میں صیقل کرنے کے وقت صورت پیدا ہوتی ہے۔ رُوح میں حرارت حرکت ارادہ۔ خیال تصور اور دیگر قدرتیں موجود ہیں۔ کوئی حدیثِ رسول صلعم رُوح کے ازلی اور قدیم ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ بلکہ روح کے مخلوق اور حادث ہونے پر دال ہیں۔ ملائکہ اپنی انواع میں الگ الگ ہیں۔ ارواح ملائکہ بلا واسطہ رُوح حیوانی کے اپنے اپنے خاص اجسام میں متصرف ہیں۔ بخلاف روحِ انسانی کے کہ بواسطہ رُوح حیوانی کے مدّبر بدن ہے۔ جن سے اس کا رُوح ملائکہ سے امتیاز اور علیحدہ نوع ہونا ثابت ہے۔ اِسی طرح نباتات اور معدنیات و دیگر انواع کا ہے۔ ملائکہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ملائکہ اجسام نورانی ہیں۔ اور مختلف پروں (یا طاقتوں جس طرح کہ خدا نے یَدُ اللہ کے الفاظ میں اللہ کی پیدا کی ہوئی قدرت کو پیش فرمایا ہے۔) پر مشتمل ہیں۔ یہ کسی اور شکل میں تبدیل نہیں ہو سکتے۔ البتہ رُوح القدس انسانی شکل وصورت میں جو محض ایک آئینے کے عکس کی طرح ہوتا ہے۔ آسکتا ہے۔ جیسے کہ مریمؑ کے رُو برو دکھائی دیا۔

الغرض اِن تمام تشریحات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے اُس کا اختصار یہ ہے۔ کہ نفس اور روح دونوں فی الحقیقت خدا کی مخلوق ہیں۔ اپنے خالق کا جزو نہیں۔ نفس اشیاء یعنی عناصر کی پیدائش ہے۔ جس میں جان ہے۔ اس کی یہی جان ارتقاء کو پہنچ کر بالآخر روح کو قبول کرتی ہے۔ اِسی نفس میں قدرت و طاقت کا اظہار مخفی ہے۔ جب نفس الامر کے محاکے سے دوچار ہوتا ہے۔ تو اس میں تمام قدرتوں کا جُدا جُدا قرینہ قائم ہو جاتا ہے۔ یہ قدرتیں اپنی اپنی حدود میں ایک مخصوص نظام کے اندر عمل پیرا ہو جاتی ہیں۔ جن سے موجیں رؤیں اشعاع اور کششیں پھوٹ نکلتی ہیں۔ جن سے حرارت حرکت ارادہ خیال تصور اور شعور کے حیرت انگیز اعجاز پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب ہی نفس پر قدسیہ قدرتوں کا یہ نظامِ نورانی قائم ہو جاتا ہے۔ تو اُسے رُوح القدس کہا جاتا ہے۔ گویا روح القدس محض پاکیزہ قدرتوں کا ایک نُورانی نظام ہے۔ یہی نظام بے حد غالب پُر ہیبت اور بلند مرتبت نظام ہے۔ جو ایک مرکز پر اپنا ٹھوس اجتماع قائم رکھتا ہے۔ اِسی کو خدا نے اَلْمَلَاءُ الْاَعْلٰی کے نام سے پکارا ہے۔ کیونکہ یہ قدسی نظام ہے۔ اِس لئے اس میں جبریلی قدرت نمایاں ہوتی ہے۔ جب اجسام میں نفس امارہ بھی داخل ہو جاتا ہے۔ تو روح القدس ایک عام رُوح میں تبدیل ہو جاتا ہے جس سے تخریب اور انتشار کی حسیات بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ مختصر یہ کہ رُوح ایک مخصوص نظامِ قدرت کا نام ہے جس میں مختلف توانائیوں کی ایک انجمن قائم ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسی کو نظامِ توانائی یا نُوری نظام کہا جا سکتا ہے۔ ہر جاندار میں بے شمار نفوس موجود ہیں۔ اور اُن نفوس میں مختلف قسم کے توانائی نظام قائم ہیں۔ جن سے مختلف حسیّات ظہور میں آتی ہیں۔ ہر مقام پر روح کا نام بحیثیت جنس لیا گیا ہے۔ اِس لئے اِسے جمع پر بھی مشتمل کیا جا سکتا ہے۔

یہ نُوری نظام یعنی توانائیوں کی انجمن کیونکر ہے؟

اب ہم اِس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں۔ کہ شیئ کے معنی عنصر کے ہیں۔ اور نفس عنصر کا ایک جزو یکتا ہے۔ اِسی نفس سے

Marfat.com

ہر نوع کی تخلیق ہو رہی ہے۔ جیسے کہ انسان کی تخلیق کے متعلق خدا نے اطلاع دی ہے۔

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ یعنی اے نوعِ انسانی آپ کی تخلیق کا باعث بھی ایک نفس ہی تھا جس کی جبلّت اور فطرت محض وحدت میں تھی۔ وہی جزو لا ینتجزیٰ تھا۔ جو شیئ سے خلق کیا گیا پھر اُس نے ارتقاء کی۔ اور آج تم بھی اسی طرح پیدا ہو رہے ہو اور ارتقاء کر رہے ہو۔ ہمارے متقدمین نے اس آیت کے معنے محض یہاں تک محدود کر کے (کہ خدا نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا۔) وحدت کے عظیم الشان لفظ کو بے معنی ثابت کر دکھایا ہے۔ حالانکہ نفس کا لفظ بذاتِ وصیغہ واحد میں تھا متقدمین کے معانی کے لحاظ سے خدا کی آیت محض یہاں تک ہی محدود ہونی چاہیئے تھی۔ کہ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ یعنی تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا گیا۔ اس لئے ہم دھڑلے سے یہ اعلان کرنے پر مجبور ہیں۔ کہ خدا کے یہ الفاظ (مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ) صاف طور پر ثابت کرتے ہیں۔ کہ نفس اگرچہ واحد تھا لیکن اس کی جبلّت اور فطرت وحدت میں تھی اور وہ بالکل یکتا اور جزو لا یتجزیٰ تھا۔ وہی پہلے پیدا کیا گیا پھر اس کی ارتقاء ہوئی۔ اور انسان کی پیدائش اور ارتقاء بھی بعینہٖ اُسی نفس واحدہ کی طرح ہے۔ جیسے کہ خدا ارشاد فرماتا ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔

یعنی اے نوعِ انسانی تمہاری تخلیق اور ارتقاء بھی بعینہٖ نفسِ واحدہ کی طرح ہے۔

لہٰذا اِسی نفس سے نور کے اجزا تجلّی ریز ہوئے اِسی نور سے ایک نظام توانائی یا رُوح اور الامر کا اظہار ہُوا۔ خدا نے اسی نور کی تمثیل کا جو عظیم الشان خاکہ پیش کیا ہے۔ وہ نہ صرف ہمارے متقدمین کی آنکھیں روشن کر سکتا ہے۔ بلکہ آج کل کے مغربی حکماء اور سائنسدانوں کی آنکھوں کو چکا چوند کر دینے میں کچھ کم نہیں۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور فرمائیے۔

۲۴ : ۳۵ - اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔
اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمینوں میں نُور دہندہ ذات ہے۔

۱۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ
اُس کے پیدا کردہ نور کی مثال یوں ہے کہ گویا اولیں صورت میں ایک طاق ہے (جو اُس نُوری نظام کے تحفظ کیلئے ہے۔)

۲۔ فِيْهَا مِصْبَاحٌ
اُس میں ایک چراغ ہے۔ (جو نوری جوہر کا محض خول یا برتن ہے جس میں جوہر موجود ہے۔)

۳۔ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۚ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ط
اور چراغ گویا ایک نُور افشاں شیشے میں رکھا ہے اور وہ شیشہ یوں ہے جیسے وہ تمام کا تمام چمکدار موتیوں کی مانند نُور افشاں طواف کرنے والے کرّوں کا ایک مجموعہ ہو۔

۴۔ يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
اُس چراغ میں اُسے روشن کرنے والا جوہر گویا زیتون ہے۔ زیتون کا لفظ محض تمثیل کے طور پر ہے۔
ورنہ اُس جوہر کی مثال تو نہ مشرق کی کسی چیز سے اور نہ مغرب

Marfat.com

نَارٌ ط
نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط

کی کسی چیز سے دی جا سکتی ہے۔
اس کا تیل کسی دیا سلائی کا محتاج نہیں کہ وہ اُسے روشن کرے بلکہ وہ خود بخود ایک روشن جوہر ہے اُس سے روشنی پر روشنی اور توانائی پر توانائی خود بخود بڑھ رہی ہے۔

یَھْدِ اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ ط

خدا اُس کے نُور کے متعلق جسے چاہتا ہے رہبری کر دیتا ہے۔ اور حیرت انگیز توانائیوں کے دروازے اُس پر کھول دیتا ہے۔ (گویا اس میں کسی مغربی یا مشرقی کی تخصیص نہیں۔)

وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ o

خدا تو انسانوں کے لئے محض مثالیں ہی بیان فرماتا ہے۔ (کیونکہ نُور کے محاکمہ یا توانائی نظام کا کھوج تو تمہاری ذاتی کاوش اور حکمتی تجربات سے ممکن ہے۔) اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو فی الحقیقت تمام عناصر کے حیرت انگیز اعمال و کردار سے (جس کے جوہروں سے یہ نظام توانائی یا نوری محاکمہ صاف دیکھا جا سکتا ہے۔) پوری طرح علم رکھتی ہے۔

اِس توانائی نظام کی اشکالی صورت کیا ممکن ہے؟

ہم مندرجہ بالا آیات کو شق وار ترتیب دیکر ایک حیرت انگیز شکل پیش کرتے ہیں جو ہمارے حکماء اور سائنسدانوں کے لئے بے حد باعثِ غور و فکر ہے۔

اَلنُّوْر یعنی توانائی نظام

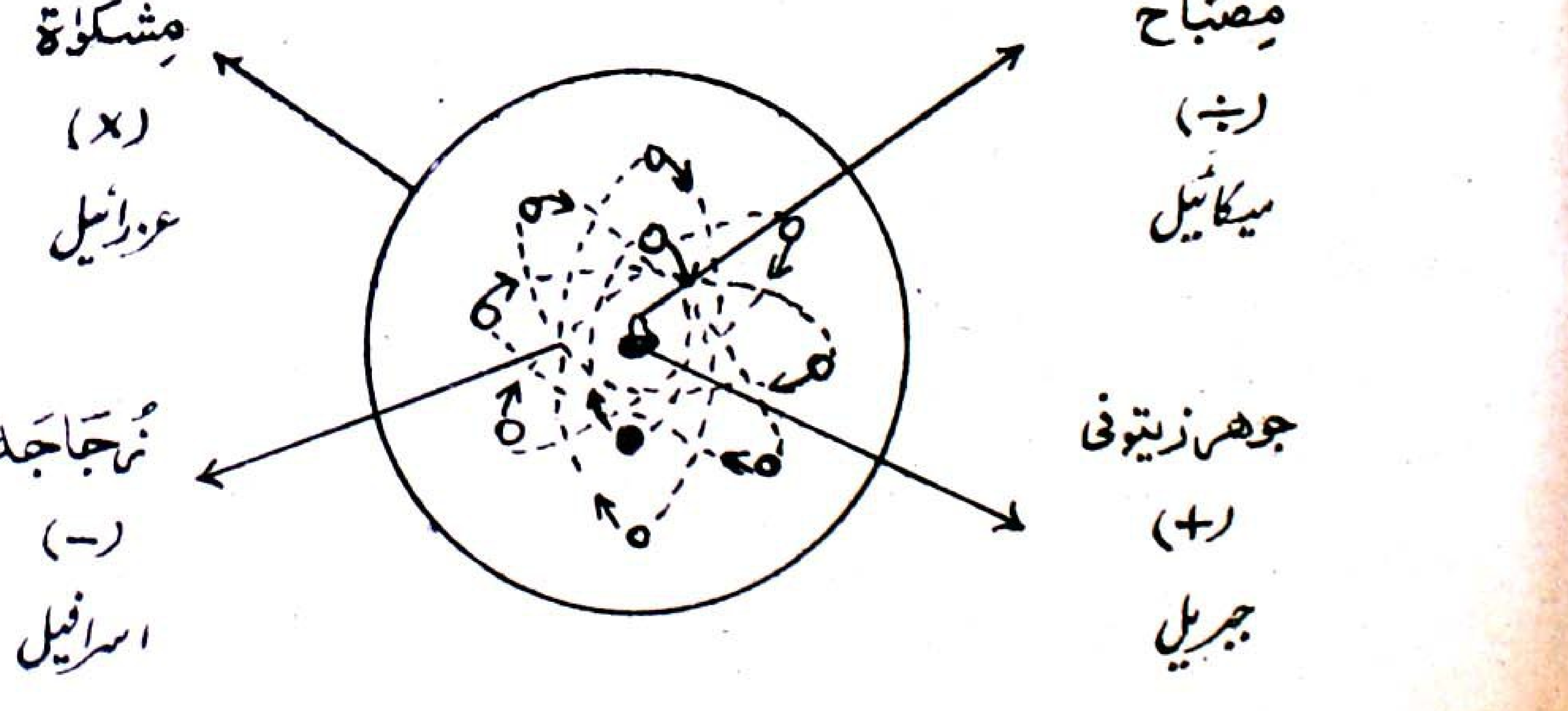

Marfat.com

غور و فکر کے بعد صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ اگر اسلامی نظریات کے مطابق جبریل میکائیل اسرافیل اور عزرائیل فی الحقیقت نوری قدرتیں ہیں۔ تو اس نوری نظام میں فی الحقیقت انہی نوری قدرتوں کی توانائیاں معجز نما ہیں۔ اس لئے یقین کیا جاسکتا ہے۔ کہ کائنات کے ہر نفس یا جوہر یا ایٹم میں انہی چار قدسیہ قدرتوں کی تجلیات مستور ہیں۔ گویا:۔

اوّل۔ مِشکوٰۃ۔ قدرتِ قدسیہ عزرائیل سے مماثل ہے۔ جو اس توانائی نظام کے لئے تحفظ کا کام کرتی ہے۔ اور بیرونی توانائیوں کو ضرب دے کر اپنے مخصوص نوری نظام میں مُخل نہیں ہونے دیتی۔

دوم۔ زُجاجۃ۔ یہ نور افشاں کواکب کا ایک ہالہ ہے۔ جس میں نورانی کواکب اس طرح طواف کرتے ہیں کہ وہ اپنے جوہر نورانی پر روشنیوں کا ایک خول پیدا کر دیتے ہیں اور جوہری توانائی کو اِدھر اُدھر پھیلا کر گھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ یعنی نفی کا باعث بنتے ہیں۔ گویا یہ قدرتِ قدسیہ اسرافیل سے ظہور پکڑتے ہیں۔

سوم۔ مِصْبَاحٌ۔ یہ قدرتِ قدسیہ میکائیل سے مماثل ہے جو محض ایک ظرف ہے جو جوہر کا خول ہے۔ یعنی جوہری نیوکلس کا جسم ہے۔ جو فی الحقیقت جوہر کے نُور کی تقسیم کا کام کرتا ہے۔ اگر یہ کسی بیرونی مخالف اور قدرت پُرزور طاقت سے ٹوٹ جائے تو اُسے شقِ نفس کہا جائے گا جس سے نورانی کائنات میں ایک تباہ کن طوفان برپا ہو جائے یہاں تک کہ اپنے جوہر کی نُورانیت کو طوفانِ ہلاکت کے سپرد کر دے اور اپنی ساری کائنات کو نابود ہی کر دے۔

چہارم۔ جوھرِ زیتونی۔ یہ قدرتِ جبریل سے مماثل ہے۔ جو فی الحقیقت ذُومِرّہ ہے۔ جوہر حقیقی ہے۔ تمام توانائیوں اور قوتوں کا ماخذ ہے اپنی مخصوص کائنات کی رُوح القدس ہے۔ جو اپنے اندر جُملہ توانائیوں اور طاقتوں کو جمع رکھتی ہے۔ گویا فی الحقیقت مثبت ہے۔ اپنی دنیا کی دیگر جُزیات کو جلا بخشتی ہے اور اپنے اِردگرد ایک ٹھوس نوری نظام قائم کرتی ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو نوری نظام کا یہ نقشہ موجودہ ایٹمی دَور کے مغربی نظریہ ایٹم سے اس قدر مماثل ہے۔ کہ ان دونوں میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اگر ہم نے اِن آیات کی تشریح میں غلطی نہیں کی۔ تو ہم ان عربی تمثیلی ناموں کے محاذ میں انگریزی مجوزہ ناموں کی ترتیب یُوں درج کرنے پر مجبور ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ۔ عزرائیلی قدرتِ قدسیہ ———— سولٹران = SOULTRON

(۲) زُجاجۃ۔ اسرافیلی قدرتِ قدسیہ ———— الیکٹران = ELECTRON

(۳) مِصْبَاح۔ میکائیلی قدرتِ قدسیہ ———— نیوٹران = NUTRON

(۴) جوھرِ زیتونی۔ جبریلی قدرتِ قدسیہ ———— پروٹان = PROTON

Marfat.com

یہ ملٰئکہ کیا ہیں؟

مندرجہ بالا چار قدسیہ قدرتیں فی الحقیقت ملائکہ نہیں بلکہ ملائکہ سے کوئی جدا حیثیت رکھتی ہیں۔ ہمارے متقدمین نے اپنی تشریحات اور تفاسیر میں جبریل میکائیل اور اسرافیل عزرائیل ایسی قدسیہ قدرتوں کو بھی یا تو ملائکہ یا ملائکہ کے رسول یا ملائکہ مقربین کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم کی رُو سے اِن کے حقائق کچھ اور ہی نظر آتے ہیں جن کا ثبوت مندرجہ ذیل آیات سے ملتا ہے۔

(۱) ۲ : ۹۸ ۔ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ ○

جو شخص خدا اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسُولوں کا اور جبریل ومیکائیل کا بھی دُشمن ہو تو ایسے کافروں کا دشمن خود خدا ہے۔

گویا ملائکہ کی نوع سے جبریل ومیکائیل کی انواع مختلف ہیں۔

(۲) ۶۶ : ۴ ۔ پس اللہ اور جبریل اور صالح مومن رسُولؐ کے حامی اور دوست ہیں اور اُن کے علاوہ ملائکہ بھی مددگار ہیں۔

(۳) تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ ۔

اللہ نے ملائکہ کو اور رُوح کو بھی (یعنی اپنی پیدا کردہ چاروں قدسیہ قدرتوں کو) نازل کیا۔

(۴) ۱۶ : ۳-۲ ۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ

اللہ ہی اپنے نظام قدرت کے اظہار کے لئے رُوح (یعنی تمام قدسیہ قدرتوں کے ساتھ ساتھ اُن کے) ملائکہ کو بھی اپنے ایسے برگزیدہ بندوں پر نازل کرتا ہے۔ جن کو وہ (اپنی عطا سے کچھ دینے کے لئے) چاہتا ہے۔

مندرجہ بالا چار آیات سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ ملائکہ کی نوع جبریل۔ میکائیل اسرافیل اور عزرائیل کی انواع سے یقیناً جدا ہے۔ مزید براں قرآن حکیم میں قصۂ آدم کا حیرت انگیز واقعہ بھی یہی ثابت کرتا ہے۔ کہ رُوح کی قدسیہ قدرتیں ملائکہ سے فی الحقیقت بلند تر مخلوق ہیں۔ کیونکہ وحی کا اندازِ نزول یوں واضح ہوتا ہے۔

۴۲ : ۵۱ ۔ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ ط اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ ○

کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں کہ خدا اُس سے بات کرے۔ مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی قاصد بھیجدے جیسے چاہے تو وہ خدا کے حکم سے اُس پر وحی کر دے اور اللہ تعالےٰ تو یقیناً بلند ترین حکمت وسائنس کا مالک ہے۔

اُدھر حضرت آدمؑ کے قصّے میں جب یہ الفاظ نظر آتے ہیں۔ کہ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ یعنی جب خدا نے ملائکہ

Marfat.com

کو مخاطب ہو کر کہا کہ وہ زمین میں خلیفہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو ملائکہ نے جواب دیا کہ ہم بھی تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس میں لگے ہیں۔ گویا ذاتی خواہش ظاہر کی پھر کہا کہ آدم نما د تو زمین میں قتل و غارت اور فساد برپا کریں گے۔ تو مزید تعجب ہوتا ہے جب یہ نہیں خدا کی طرف سے یہ جواب ملتا ہے "خاموش رہو میرا ذاتی علم تمہارے علم پر بے حد فوقیت رکھتا ہے۔ اِس بحث کے بعد آدمؑ کو کل اسماء سکھائے گئے یعنی تمام عناصر اور اُن کی شکل و صورت اور ماہیت کا علم بخشا گیا۔ (عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا)۔ (نوٹ۔ متقدمین میں سے اکثر نے اسماء کی تشریح عناصر ہی کے ناموں کے متعلق فرمائی ہے) اس کے بعد آدم اور ملائکہ کے مابین امتحانی مقابلہ پیش ہُوا۔ تو آدم نے تمام نام بتا دئے اور جب ملائکہ کے سامنے وہی عناصر پھیلا کر پیش کئے گئے تو وہ کچھ نہ بتا سکے۔ (ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ) خدا نے فرمایا اب بتاؤ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہی آسمانوں اور زمین کی تمام غیبی اشیاء اور قدرتوں کو جانتا ہوں۔ (غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)۔ (نوٹ۔ غیب کی تشریح اپنے مقام پر آئے گی) اس کے بعد فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (۲ : ۳۷) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ یعنی آدم نے اپنے رب سے کلمات سیکھے (نوٹ۔ کلمات کے صحیح معانی حکمتی محاکمات ہیں۔ جیسا کہ حضرتِ لُقمانؑ کے پیغام سے جو اُنہوں نے اپنے فرزند کو دیا ظاہر ہے۔ جس کی تشریح اپنے مقام پر آئے گی۔)

غور و فکر کے بعد اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت آدمؑ کو ملائکہ کے توسل سے اگر کل اسماء کا علم بخشا گیا ہوتا۔ تو کوئی نہ کوئی ملائکہ میں سے اِس علم سے ضرور واقف ہو گیا ہوتا۔ لیکن مندرجہ بالا واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اِس علم کو بخشنے والی کوئی قدرتِ قدسیّہ اور تھی۔ جس کا نام ہمارے نزدیک جبریل ہے۔ جو ملائکہ کے زمرہ میں قطعاً شامل نہ تھی۔ اس واقعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ کی حیثیت خدا کی قدسیّہ قدرتوں سے لازماً جداگانہ ہے۔ نیز یہ قدسیّہ قدرتیں فی الحقیقت بہت ہی بلند مرتبت ہیں۔ جنہیں انسان پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالےٰ نے خود واضح فرمایا ہے۔

۱۷ : ۷۰۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ٥

بے شک ہم نے بنی آدم کو فضیلت بخشی اور اُس کو بحر و بر (بحر سے مراد خلائے آسمانی بھی ہے جس میں لاتعداد سیارے تیر رہے ہیں) پر برتری بخشی اور پاکیزہ روزی عطا فرمائی اور اپنی اکثر مخلوق پر (کُل پر قطعاً نہیں) اُسے فضیلت بھی بخشی۔"

اگرچہ کتاب کے افتتاحیہ میں اختصار کے ساتھ ملائکہ کی تشریح کر دی گئی ہے۔ لیکن مناسب یہی ہے کہ یہاں اس مخلوقِ خدا کی بالتفصیل تشریح کر دی جائے۔

یہ مخلوق چار مختلف انواع پر مشتمل ثابت ہوتی ہے۔ جن کے کردار اور اعمال جُدا جُدا اور مختلف ہیں۔ کسی نوع کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تو دیکھا نہیں جا سکتا۔ کسی کو دیکھا جا سکتا ہے۔ تو محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ کسی کو سُنا جا سکتا ہے تو کسی کی مقام تخیل کے سوا کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ بغرضیکہ یہ چار قدسیّہ قدرتوں کے محض اعمال یا کردار سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو موجوں، روں

Marfat.com

شعاعوں، اور کششوں کی صورت میں صحیفۂ فطرت میں رواں دواں ہیں۔ اور عناصر اور ان کے لاتعداد اجسام میں حیرت انگیز تغیرّ، انقلاب، اور معجزات پیدا کرتے ہیں۔ اِن میں حیرت انگیز طاقتیں اور قوتیں موجود ہیں۔ جو خدا کی عبادت گذار یعنی مخلوقِ خدا کی خدمت میں لگی ہیں۔

اِس ضمن میں قرآن حکیم وعظیم کی مندرجہ ذیل آیات کو بنظرِ غور دیکھنے سے خدا کی حیرت انگیز کارفرمائی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

اوّل :۔ ملائکہ نوعِ انسانی کے حضور میں سجدہ ریز ہوئے اور اس کی خدمت گذاری اور مشکل کشائی کا دم بھرا۔

۲ : ۳۴ ، ۷ : ۱۲ ، ۱۵ : ۳۰ ، ۱۵ : ۸ ۔ ملائکہ نے آدم کو سجدہ کیا۔

۶۶ : ۵ ۔ اگر پیغمبر کو ایذا دینے کے لئے باہم اعانت کرو گی تو یاد رکھو کہ خدا اور جبریل اور نیک کردار مسلمان سب اس کے حامی اور دوست ہوں گے۔ اور ان کے علاوہ ملائکہ بھی مددگار ہونگے۔

۴۱ : ۳۰ ۔ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔ پھر وہ اِس عہد پر قائم رہے اُن پر ملائکہ اتریں گے اور کہیں گے۔ کہ نہ خوف کرو اور نہ غم اور جس بہشت کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ اُسے حاصل کرنے کی تگ ودو میں خوشی مناؤ۔

۴۲ : ۵ ۔ قریب ہے کہ آسمان اُوپر سے پھٹ پڑیں اور ملائکہ تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اُس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ (وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ)

۱۵ : ۸ ۔ (انہوں نے کہا) کہ اے محمدؐ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس ملائکہ کو سامنے کیوں نہیں لاتے۔ کہہ دیجئے کہ ہم ہی ملائکہ کو حق کے ساتھ نازل کرتے رہتے ہیں۔ (اور جب ہم انہیں کسی کی ہلاکت کا حکم دے دیتے ہیں) تو دُشمنانِ حق کو مہلت نہیں ملتی۔

۱۶ : ۲ ۔ وہی ملائکہ کو پیغام دیکر رُوح (یعنی قدسیہ قدرتوں کے اجتماع) کے ہمراہ بھیجتا ہے۔ جس پر چاہتا ہے۔

۲۱ : ۱۰۳ ۔ اور مومنوں کو بہشت میں داخل کرنے کے لئے ملائکہ ملاقی ہوتے ہیں۔ (وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ)

۳ : ۱۸ ۔ خدا تو اس بات کا گواہ ہے۔ اور ملائکہ اور صاحب علم لوگ بھی جو انصاف پر قائم ہیں اس بات کے گواہ ہیں۔

۳ : ۸۰ ۔ اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا کا درجہ دے لو۔

۳ : ۱۲۴ ۔ کیا یہ کافی نہیں کہ پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمہیں مدد دے اور اگر کافر دفعتاً تم پر حملہ کر دیں۔ تو پروردگار پانچ ہزار ملائکہ جن پر نشان ہوں گے۔ (یعنی مختلف قدسیہ قدرتوں کے جُدا جُدا ملائکہ) تمہاری مدد کو بھیجے گا۔

۶ : ۱۱۱ ۔ اگر ہم اُن منکرینِ حق پر ملائکہ بھی نازل کر دیتے اور اس اعجاز سے مُردے بھی اُن سے گفتگو کرنے لگتے (یعنی ملائکہ حیات بخش توانائیوں پر بھی مشتمل ہیں) اور تمام عناصر (کی طاقتوں کو بھی) اُن کے سامنے لا موجود کرتے تو پھر بھی وہ ایمان نہ لاتے۔ (یعنی امن پسند نہ بنتے)

Marfat.com

۶ : ۱۵۸ ۔ کیا منکرین کتاب چاہتے ہیں کہ اُن کے پاس ملائکہ (براہ راست امداد کے لئے) آئیں یا خدا خود آئے یا اُس کے اعجاز ہی براہ راست نازل ہوں۔

۱۳ : ۲۴ ۔ صالح مردوں اور عورتوں پر ملائکہ سلامتی بخشیں گے جب وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

دوم: ملائکہ قاصد ہیں۔ منکرینِ حق کے لئے عذاب بھی لاتے ہیں۔ . . . . اور حق پسندوں کے لئے اطمینانِ قلب اور امن وسلامتی کا باعث بھی بنتے ہیں۔

۲ : ۱۶۱ ۔ ایسوں پر خدا۔ ملائکہ اور نیک انسانوں کی لعنت ہو۔ جو حق سے انکاری رہے۔ اور کافر ہی مرے۔

۲ : ۱۷۷ ۔ جو خدا کی مدد سے روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ملائکہ اور پیغمبروں کی وساطت سے امن وسلامتی یعنی ایمان کے اسباب و وسائل تیار کرتے ہیں۔ (وہی ایماندار ہیں)

۲ : ۲۱۰ ۔ کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں۔ کہ اُن پر خدا کا عذاب بادل کے سائبانوں میں آ نازل ہو۔ (جن میں ظلمت رعد اور برق کی طاقتیں کارفرما ہوتی ہیں۔) اور (اُن سے) ملائکہ اُتر آئیں اور اُن کا کام تمام کر دیا جائے۔

۲ : ۲۴۸ ۔ اور پیغمبر نے اُن سے کہا کہ ان کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے۔ کہ تمہارے پاس ایک حکمتی صندوق آئے گا۔ جسے ملائکہ اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اُس میں تمہارے لئے پروردگار کی طرف سے تسلّی ہوگی اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی جو موسیٰؑ اور ہارونؑ (قوم کیلئے) چھوڑ گئے۔ (یعنی بنی اسرائیل کو حکمت کے وہ تمام حیرت انگیز خزانے بخشے جائیں گے۔ جو ملائکہ کے حیرت انگیز کارناموں سے پیدا ہوں گے اور یہی اسباق اُن کے پیغمبر اُن کے اعمال کے لئے باقی چھوڑ گئے تھے۔)

۳ : ۳۹ ۔ وہ ابھی نماز کے لئے کھڑے ہی تھے۔ کہ فرشتوں نے آواز دی کہ اے زکریا خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔

۳ : ۴۲ ۔ اور فرشتوں نے مریمؑ سے کہا خدا نے تمہیں برگزیدہ کیا۔ اور پاک رکھا۔ اور جہان کی عورتوں میں ممتاز کیا۔

۳ : ۸۷ ۔ منکرینِ حق اور بے انصافوں پر خدا، فرشتوں اور نیک انسانوں کی لعنت ہو۔

۴ : ۱۶۶ ۔ خدا گواہی دیتا ہے۔ کہ اُس نے کتاب کو اپنے ذاتی علم سے نازل کیا ہے۔ اور ملائکہ بھی اس امر کے گواہ ہیں۔

۱۷ : ۹۲ ۔ ملائکہ کو احکام جاری کرنے کے لئے ملائکہ ہی قاصد بنائے جاتے ہیں۔

۱۷ : ۹۵ ۔ کہہ دو کہ اگر زمین میں محض ملائکہ ہی ہوتے اور وہی یہاں مکین ہوتے اور آرام کرتے تو ہم اُن کے پاس محض ملائکہ کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

۲۲ : ۷۴ ۔ خدا ملائکہ میں سے اور انسانوں میں سے بھی رسول منتخب فرماتا ہے۔

۳۴ : ۴۰ ۔ اور جس دن خدا اُن سب کو جمع کرے گا۔ پھر ملائکہ سے ارشاد ہوگا۔ کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کیا کرتے تھے؟ ملائکہ جواب دیں گے۔ کہ یہ تو جنوں کو پوجتے تھے (یعنی صالح طاقتوں کی بجائے تخریبی اور خفیہ فسادی طاقتوں کو جو قدرت شیطان سے تعلق رکھتی تھیں اپنا رہنما بنائے پھرتے رہے۔)

Marfat.com

۳۵ : ۱ - زمینوں کو پیدا کرنے والا ہی فرشتوں کو قاصد بنایا کرتا ہے جن کے دو۔ دو، تین تین اور چار چار پر یا قوتیں اور طاقتیں ہیں اور جب چاہتا ہے اپنی اُس مخلوق میں مزید طاقتوں کی ایزادی بھی کرتا ہے۔

۴۳ : ۶۰ - اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہاری جگہ محض فرشتے ہی بنا دیتے۔ اور وہ تو قیامت کی نشانی ہے (گویا قیامت کے دن جب اِس زمین پر کوئی نوع زندہ نہ رہے گی تو اس پر محض ملائکہ ہی ملائکہ کارفرما ہوں گے۔)

سوم - ملائکہ کی ماہیت :- یہ ایک مخلوق ہے۔ جو سنہرے رنگ کی موجوں میں کھیلنے والی بے شعر عابدِ خدا تسبیح گذار۔ اور اس کی پیدائش نوعِ انسانی سے بہت پہلے ہوئی۔ اِسی لئے یہ مخلوق انسانی شکل وصورت میں نہیں۔ یہ مخلوق بھی زمین پر دباؤ ڈالتی ہے۔ اِن کی جبلت سے یہ بھی ممکن ہے۔ کہ بعض اوقات مختلف اقسام کے ملائکہ کا اجتماع ایک نئی حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر لیتا ہو۔ اور مخصوص انسانوں کے ساتھ شامل ہو کر اُن میں نئی طاقتوں کا اضافہ کر کے عام انسانوں سے زیادہ طاقتور بنا دیتا ہو۔

۴۳ : ۱۹ - کیا ملائکہ یعنی ایسی مخلوق جو زیورات میں پرورش پائے۔ (یعنی قیمتی دھاتوں۔ پتھروں۔ مونگوں اور دیگر بری و سمندری گرانقدر اشیا میں سمٹی ہوئی ہو جن سے اکثر انسانی زیب و زینت کے لئے زیورات ہی بنتے ہیں) اور کسی (تخلیق کے وقت نہ تو جھگڑا کرے اور نہ کٹ حجتی کر سکے خدا کی بیٹی ہو سکتی ہے) اور انہوں نے ملائکہ کو کہ وہ بھی ایک عابدِ خدا مخلوق ہے۔ خدا کی بیٹیاں بنا رکھا ہے۔ کیا وہ اِن کی پیدائش کے وقت حاضر تھے۔ (یعنی یہ انسانی نوع سے پہلے کی مخلوق ہے) (اِس کا مکمل ترجمہ و تشریح آگے اپنے مقام پر آ رہی ہے۔)

۵۳ : ۲۶ - جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیوں سے موسوم کرتے ہیں۔

۱۶ : ۴۹ - اور جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں بھی جو اس پہ یعنی زمین پر دباؤ بھی ڈالتے ہیں (دآبّہ) اور فرشتے تو ذرہ بھر غرور نہیں کرتے بلکہ سجدہ ریز رہتے ہیں۔

۱۷ : ۴ - کیا تمہارے پروردگار نے تم کو تو لڑکے دئے اور خود اپنے لئے ملائکہ کو لڑکیاں بنایا۔ بے شک تم تو بڑی نامعقول بات کرتے ہو۔

۱۳ : ۱۳ - اور رعد اور دیگر ملائکہ اُس کے خوف سے اس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔

۳۷ : ۱۵ - یا کیا ہم نے ملائکہ کو عورتیں بنایا؟ اور وہ اُس وقت موجود تھے (یعنی ملائکہ انسانی تخلیق سے پہلے کی مخلوق ہے۔)

۶ : ۹ - اور کافر کہتے ہیں۔ کہ پیغمبر پر مَلک کیوں نازل نہیں ہوا۔ اگر ہم (اُن کے رُوبرو) مَلک کو براہِ راست نازل کرتے تو اُن کا کام ہی فیصل ہو گیا ہوتا۔ (کیونکہ وہ اُس کی توانائیوں کی برداشت کی طاقت ہی نہ رکھتے تھے) اور کافروں کو قطعاً مہلت نہ دی جاتی۔ نیز اگر ہم انہیں سمجھانے کی خاطر اُن کے سامنے مَلک بھیج بھی دیتے تو اُسے مرد کی صورت

Marfat.com

میں ہی بھیج سکتے تھے۔ اور جو شبہ اب یہ کر رہے ہیں (کہ کوئی اور شخص حضرت محمد صلعم کو یہ دانائی کی باتیں سمجھا یا کرتا ہے۔) اسی شبہ میں پھر انہیں ڈال دیتے (گویا رسالت مآب صلعم کے رُو برو انسانی شکل وصورت میں کوئی مَلک نہیں آیا۔)

چہارم:۔ عزرائیلی ملائکہ بُرے انسانوں کی جانیں سختی سے اور صالح انسانوں کی جانیں نرمی اور سکون واطمینان سے نکالتے ہیں۔

۴ : ۹۷۔ جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب ملائکہ اُن کی جانیں قبض کرنے لگتے ہیں۔ تو اُن سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتوان تھے۔ انہیں کہا جائیگا کہ کیا خدا کا ملک فراخ نہیں تھا؟ (گویا کائناتی طاقتوں کی وسعت وکثرت کے باوجود اُن سے کوئی فائدہ نہ اٹھانا عاجزی اور ظلم کے مترادف ہے)

۶ : ۹۳۔ کاش تم اُن لوگوں کو جو ظالم ہیں اُس وقت دیکھو جب موت کی حقیقیتوں میں مبتلا ہوں۔ اور ملائکہ اُن کی جانیں قبض کرنے کے لئے سختی سے ہاتھ بڑھا رہے ہوں۔ کہ لاؤ اپنی جانیں۔

۸ : ۵۰۔ جب ملائکہ کافروں کی جانیں نکالتے ہیں۔ تو وہ ان کے مونہوں پر مارتے ہیں۔

۱۶ : ۲۸۔ جب ملائکہ بُروں کی جانیں قبض کرنے لگتے ہیں۔

۴۷ : ۲۷۔ تو اس وقت ان کا حال کیا ہو گا جب ملائکہ اُن کی جانیں نکالیں گے تو اُن کے مونہوں اور پیٹھوں پر ماریں گے۔

۱۶ : ۳۲۔ جب ملائکہ اچھے انسانوں کی جانیں قبض کرنے لگتے ہیں۔ (تو اُن سے نرمی کا سلوک کرتے ہیں)

پنجم:۔ ملائکہ جنتی بھی ہیں اور جہنمی بھی۔

۶۶ : ۶۔ جہنم کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ جن پر تند خو اور سخت مزاج ملائکہ مقرر ہیں۔ جو خدا کا حکم مانتے ہیں۔
پارہ ۲۹۔ رکوع ۱۵۔ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۝ اور ملائکہ کو اَصْحٰبُ النَّار بنایا ہے (اس کی مفصل تشریح اپنے مقام پر آچکی ہے۔)

۲۱ : ۱۰۳۔ اور جب مومن جنت میں داخل ہوں گے۔ تو ملائکہ اُن کے استقبال کے لئے پیش پیش ہوں گے۔

۱۳ : ۲۴۔ جب صالح انسان جنت میں داخل ہوں گے۔ تو ملائکہ اُن کی سلامتی کا باعث بنیں گے۔ یعنی انہیں السلام علیکم کہیں گے۔

ششم:۔ آسمانوں میں ایسے مَلک بھی ہیں جو انسان کے لئے فیض رساں نہیں۔ مگر خاص خاص مرحلوں میں خدا انہیں بھی مددگار بنا دیتا ہے۔

۵۳ : ۲۶۔ اور آسمانوں میں بہت سے ملائکہ ایسے بھی ہیں جن کی مدد کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اُس وقت جب خدا چاہے یا اجازت بخشے اور امداد کے لئے پسند فرمائے۔

Marfat.com

مندرجہ بالا حالات کے بعد ملائکہ کے متعلق مزید اشارات ملاحظہ ہوں۔

۱۰ ۴۳ : ۲۳-۱۵۔ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ۝ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ۝ الخ

ترجمہ:۔ اور انہوں نے اس کی ایک عبادت گذار نوع کو اُسی کا حصّہ مقرر کر رکھا ہے۔ (یعنی ملائکہ کو جزوِ خدا یا خدا کی ذاتی اولاد سمجھ رکھا ہے۔) بے شک انسان صریح ناشکرا ہے۔ (جاہلو!) کیا خُدا نے اپنی پیدا کردہ مخلوق میں سے خود تو بیٹوں کو پسند کیا اور تمہیں چن کر لڑکے دیئے۔ اور جب اُن میں سے کسی کو (ملائکہ کے اصل مفہوم کی) خوشخبری جو مثال کے طور پر رحمٰن کی طرف سے دی جاتی ہے۔ تو وہ (حیرت زدہ ہوکر) سیاہ رُو اور غم زدہ ہو جاتا ہے۔ (یعنی اپنی بے علمی اور جہالت پر پشیمان اور نادم ہو کر رہ جاتا ہے۔) بھلا (ملائکہ کی وہ حیرت انگیز نوع) جو زیوروں (یعنی پتھروں۔ دھاتوں مونگوں اور بری اور بحری بیش بہا اور قیمتی عناصر جو نوعِ انسانی کی زیب و زینت کے کام آتے ہیں) سے پیدا ہو کر اُٹھتی اور انہی میں پرورش پاتی ہے۔ اور (کسی تخلیق کے دورِ تخلیقی میں نہ تو کسی قسم کی) بحث و تمحیص اور جھگڑے میں ہی پڑتی ہے۔ (خدا کی ذاتی جزو کیوں کر تصور کی جا سکتی ہے۔) (اس حقیقت کے باوجود) انہوں نے ملائکہ کی نوع کو جو اَلرَّحْمٰن کی ایک عبادت گذار مخلوق ہے۔ خدا کی بیٹیاں مقرر کر رکھا ہے۔ کیا یہ اُن کی پیدائش کے وقت شاہد تھے؟ (یہ تو اُن کی اپنی تخلیق سے بھی پہلے کی مخلوق ہے۔) (اگر اُن کا اب بھی یہی خیال ہے) تو اُن کی شہادت لکھ لی جائے گی۔ اور (اس جہالت کی پاداش میں) اُن سے باز پرس ضرور کی جائے گی"۔

مندرجہ بالا آیاتِ ملائکہ کی ماہیت کے متعلق بے حد معنی خیز ہیں۔

جُزْءًا سے مراد خدائی نسب یا خدا کی اولاد یا خدا کا ذاتی حصّہ ہے جس سے خدا کی ذات اس لئے مبرّا ہے کہ وہ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ کے واضح اعلان کی مُدّعی ہے۔

يُنَشَّؤُا سے مراد کھڑے ہوتے ہیں یا پیدا ہوتے ہیں وجود میں آتے ہیں یا کسی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

بُشِّرَ سے مراد قطعی طور پر ملائکہ کی ماہیت سے کوئی خوشخبری ہے۔

حِلْيَةٌ ہر وہ عنصر ہے جو چمکتا ہو۔ روشن ہو یا اُس میں نُور کی تجلّیات موجود ہوں۔ زیور بذاتِ خود خوبصورتی کے لحاظ سے بے حد چمکدار ہوتے ہیں اور جیسا کہ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا سے واضح ہے۔ خدا نے اس لفظ کو آئندہ چل کر بطور مثال پیش کیا ہے۔ تاکہ عقلِ انسانی ایسے عناصر کو بنظرِ غور دیکھ کر ملائکہ یا اُن کی توانائیوں اُن کے نُور اور اُن

Marfat.com

کی چمک دمک کو بآسانی سمجھ سکے۔

خِصَام کے معنے کسی معاملہ میں بحث وتمحیص ہیں۔ امرِ رب کی تعمیل میں خدا کی قدسیہ قدرتیں تو آپس میں بحث وتمحیص سے کام لیتی ہیں۔ لیکن ملائکہ نہیں لیتے۔

(۳۸ : ۷۰)۔

ہماری نگاہ میں ہر عنصر میں نور کی جھلک یقیناً موجود ہے چونکہ کائنات کا ذاتی وجود محض عناصر کے کیمیائی اور طبیعی اعمال کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کائنات میں موجود ہر نوع کا جزوِ لاینفک محض عناصر ہی ہیں۔ اِس لئے عناصر کو زیورات سے تشبیہہ کیوں نہ دی جائے اور جب عناصر سے ہی زیورات تیار ہوتے ہیں تو ہماری مندرجہ بالا تشریح اور بھی صحیح ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا یُنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَۃِ سے قطعی طور پر یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ملائکہ فی الحقیقت اُن عناصر سے ہی ظہور میں آتے ہیں۔ جو فی الحقیقت اِس کائنات میں زیورات کی طرح بکھرے پڑے ہیں۔ آج جبکہ عناصر کی تحقیقات اپنے انتہائی مدارج تک پہنچنے والی ہے۔ اور اس تحقیقات سے واضح ہو چکا ہے۔ کہ کائنات میں عناصر کے وجود سے ہی مختلف قسم کی موجیں رَدّیں شعائیں اور کششیں ظہور میں آ رہی ہیں۔ تو ہم کیوں نہ صاف صاف کہہ دیں کہ خدا کی نگاہ میں ملائکہ کا مفہوم محض موجوں ردّوں شعاعوں اور کششوں کے مترادف ہے۔ اِنہی میں وہ حیرت انگیز طاقتیں اور قوتیں موجود ہیں۔ جن کا نام خدا کی زبان میں فی الحقیقت ملائکہ ہے۔ لہٰذا ملائکہ کی مزید ماہیّت کو ذہن نشین کرنے کے لئے مندرجہ ذیل آیاتِ خدا کو سمجھنا بھی بے حد ضروری ہے۔

۶ : ۹ - اور کافر کہتے ہیں کہ پیغمبر پر مَلَکٌ کیوں نازل نہیں ہوا۔ اگر ہم اُن کے رُوبرو براہِ راست مَلک کو نازل کرتے تو اُن کا کام ہی فیصل ہو گیا ہوتا۔ (کیونکہ کافر اُن کی توانائیوں کی برداشت کی طاقت ہی نہ رکھتے تھے۔) اور کافروں کو قطعاً مہلت ہی نہ دی جاتی۔ نیز اگر ہم انہیں سمجھانے کی خاطر اُن کے روبرو مَلَکٌ بھیج بھی دیتے۔ تو اُسے مرد کی صورت میں ہی بھیجتے۔ اور جو شبہ وہ اب کرتے ہیں۔ (کہ کوئی اور شخص حضرت محمدؐ کو یہ دانائی کی باتیں سمجھایا کرتا ہے) اُسی شبہ میں انہیں پھر ڈال دیتے۔"

اگرچہ مندرجہ بالا ہر دو آیات سابقہ اوراق میں دی جا چکی ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں ان کی مزید تشریح اِس لئے ضروری ہے۔ کہ ملائکہ کی صحیح ماہیت اور حقیقت تشنۂ تفسیر نہ رہ جائے۔ مَلَکٌ واحد ہے مَلٰۤئِکٌ اس کی جمع ہے۔ نیز لفظ ملائکۃٌ بذاتِ خود جمع ہے اور اس کا واحد مَلَکَۃٌ ہے۔ گویا ملائک اور ملائکہ میں تذکیر و تانیث کا پتہ چلتا ہے۔ اور خدا کی اس اطلاع کے مطابق کہ " وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ" ملائکہ اور ملائک میں بھی زوجین کا کھیل برپا ہے۔

۶ : ۶۱ - وَ یُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً -

Marfat.com

خدا تم پر نگہبان بھیجے رکھتا ہے۔ جو تمہیں حفاظت میں رکھتے ہیں۔

۴ : ۱۶۶ - اے محمد صلعم خدا کی طرف سے جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے۔ اس کی نسبت خدا خود گواہی دیتا ہے کیونکہ (وہ عین حقیقت ہے) اور اس نے اپنے علم کے ساتھ اُسے نازل فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد اس معاملہ کی ملائکہ بھی شہادت دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ملائکہ فی الحقیقت حیرت انگیز توانائیاں اور طاقتیں ہیں۔ جن کے طفیل نہ صرف ہم حفاظت میں ہیں بلکہ کائنات کا ہر چھوٹا بڑا وجود یعنی شمس و قمر کے تمام عظیم الشان کروں سے لیکر ایک نادیدنی مخلوق تک اپنی حیات کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ نیز یہ کہ ملائکہ کی مخلوق فی الحقیقت انسانی دانست میں آجانے والی مخلوق ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے ان کی شہادت اسی نہج سے باعث حجّت بن سکتی ہے۔

۳۵ : ۱ - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۔ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

ترجمہ :- سب تعریف خدا کو ہی سزاوار ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ ملائکہ کو قاصد بنانیوالا ہے۔ جو اپنے پر یا بازو (عام خاصیتوں میں) دو، تین اور چار تک رکھتے ہیں۔ اور وہی خدا ان کی پیدائش میں (اُن کی طاقتیں اور توانائیاں اس تعداد سے) اور بھی ایزاد کر دیتا ہے۔ (لیکن خاص مرحلے اور مقام کے لئے) جیسے چاہتا ہے (اور چونکہ ملٰئکہ کی توانائیاں عناصر کے وجود میں ہی مستور ہیں اس لئے) یقیناً اللہ تعالےٰ تو تمام عناصر پر عظیم قدرت رکھتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں دو باتیں بے حد قابل غور ہیں۔

اوّل - اَجْنِحَۃٌ - کے معنے تیرنے والی یا اُڑنے والی مخلوق کے بازو یا پر ہیں۔ چلنے والی مخلوق کے لئے قرآن میں بازو (یَد) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ گویا حکمت کے لحاظ سے ہر دو الفاظ ہم معنی کردار کے ہیں۔ خدا نے کتاب اللہ میں یَدٌ یا اَیْد سے مراد طاقت یا قوت لی ہے۔ اس لئے اَجْنِحہ سے مراد یہاں بھی طاقتیں اور قوتیں ہیں۔ مطلب یہ ہوگا۔ کہ کائنات میں اس اُڑنے والی مخلوق میں دو، تین اور چار تک کی حیرت انگیز طاقتیں اور توانائیاں موجود ہیں۔ اگر فی الواقع اس لفظ سے مراد عام پر ہوتے تو تین کا عدد پروں کی ہیئت کے لحاظ سے بے حد عجیب بن جاتا ہے۔ کیونکہ فطرتی نظریات کے تحت تین پروں سے کام لینا بالکل تعجب انگیز نظر آتا ہے۔ لہٰذا ان آیات سے جو معانی خیز مطالب سامنے آتے ہیں۔ وہ محض یہی ہیں کہ

(۱) ملائکہ بھی عناصر کی پیداوار ہیں۔ اسی لئے خدا نے ان آیات کے آخر میں اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے الفاظ دہرائے ہیں۔

(۲) ملائکہ حیرت انگیز طاقتوں اور توانائیوں پر مشتمل ہیں۔

Marfat.com

(۳) ملائکہ میں عام حالات کے تحت دو۔ تین اور چار قسم کی حیرت انگیز طاقتیں اور توانائیاں مستور ہیں۔ لیکن مخصوص حالات میں خدا اِن طاقتوں کی تعداد میں اضافہ بھی کر دیتا ہے۔

(۴) اَجْنِحَہ سے مراد اَلْاَیْد یعنی بازو ہاتھ یا پر ہیں۔ جو خدا کی نگاہ میں طاقت اور قوت کے مترادف ہیں۔ اس کا ثبوت مندرجہ ذیل آیات سے ملتا ہے۔

ا۔ ۳۸ : ۱۷۔ دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ۔ یعنی صاحب قوت و طاقت داؤدؑ۔

ب۔ ۳۶ : ۷۱۔ جو چیزیں ہم نے اپنی مخصوص طاقتوں سے بنائیں (اَیْدِنَا)

ج۔ ۶ : ۹۳۔ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ۔ اور ملائکہ اُن کی جانیں نکالنے کے لئے اپنی قوتیں اور طاقتیں آگے بڑھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ (یہاں خدا نے اَیْد کا لفظ اَجْنِحَہ کے بالکل مترادف استعمال فرمایا ہے۔ جس سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اَیْد اور اَجْنِحَہ کے الفاظ بالکل ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں۔

د۔ ۳۶ : ۷۱۔ اَیْدِنَا۔ کیا اُنھوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنی قوت و طاقت سے بنائیں ہیں...

ہ۔ ۵ : ۱۱۰۔ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ اور جب حضرت عیسیٰؑ کو روح القدس سے قوت اور توانائی بخشی گئی۔

الغرض ان مثالوں سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ملائکہ میں مختلف تعداد میں قوتیں اور طاقتیں موجود ہیں۔

۵۷ : ۴۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا ط وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ہ

ترجمہ:۔ وہی خدا تو ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر عرشِ سلطنت پر قائم ہوگیا۔ جو توانائیاں اُوپر سے زمین میں داخل ہوتی ہیں۔ اور جو اُس سے نکلتی ہیں اور جو آسمانوں سے نازل ہوتی ہیں۔ اور جو زمین سے نکل کر اُس کی طرف چڑھتی ہیں۔ اللہ اُن سب کو جانتا ہے۔ اور تم جہاں کہیں ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے (یادہ قدرتِ خدا تمہارے ساتھ ہوتی ہے) اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اُسے بخوبی دیکھ رہا ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں خدا نے تخلیق کائنات کے ساتھ چند ایسی طاقتوں اور توانائیوں کا ذکر کیا ہے۔ جو خدا کے اِن الفاظ سے بخوبی واضح ہوتی ہیں۔ یعنی۔

یَلِجُ کے بعد یَخْرُجُ اور یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ کے بعد یَعْرُجُ فِیْھَا۔ یَلِجُ اور یَخْرُجُ کا دائرہ عمل محض زمین کے ساتھ اور خلاؤں تک محدود نظر آتا ہے۔ لیکن یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اور یَعْرُجُ فِیْھَا کا

Marfat.com

دائرہ عمل خلاؤں سے بالائی حدود سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کائنات کی ہر دو حدود میں خدا کا ایک حیرت انگیز باہمی حکمتی یا سائنسی نظام توانائی ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ ہر دو حدود جداگانہ خواص اور اعمال پر مشتمل ہیں۔ مزید برآں وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ کے الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ خدا کا یہ حیرت انگیز حکمتی نظام نوع انسانی کے لئے زمین اور زمین کے اُوپر نیز آسمانوں اور اس کی خلاؤں سے اُوپر یکساں طور پر معجزہ نما ہے۔ انسان خواہ زمین پر رہے یا خلاؤں یا خلاؤں سے اُوپر آسمانوں کی پنہائیوں میں پہنچ جائے اُسے ہر مقام پر خدا کے اسی نظام قدرت سے واسطہ پڑے گا۔ لیکن ارضی فضا کی حکمتیں کچھ اور ہوں گی۔ اور آسمانی اور خلائی فضاؤں کی حکمتیں جداگانہ اثرات پر مشتمل ہوں گی۔ الغرض خدا کی ان آیات سے خلانوردوں کو جہاں کئی سائنسی محاکمات کا پتہ چل سکتا ہے۔ وہاں اس امر کا بیّن ثبوت بھی ملتا ہے۔ کہ قرآن حکیم خلاؤں اور آسمانی فضاؤں کے حیرت انگیز معجزات کو انسان کی ارتقاء کے لئے کس عظیم الشّان حکمت سے بیان فرماتا ہے۔

یہ ظُلُمٰتٌ - رَعْدٌ - بَرْقٌ اور صَوَاعِقَ بھی ملائکہ ہیں لہٰذا یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ کائناتی موجیں رَوئیں، شعاعیں اور کششیں جن سے یہ حیرت انگیز اور ہیبت ناک مظاہر پیدا ہوتے ہیں فی الحقیقت وہی ملائکہ ہیں۔

۲ : ۱۹ ۔ أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ج يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِيٓ اٰذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ط وَاللهُ مُحِيطٌۢ بِالْكٰفِرِينَ ٥

ترجمہ :۔ اور جیسے (بادل) آسمان سے برسنے لگے۔ اور اس میں ظلمت اور رعد اور برق (کے ملائکہ) کوند رہے ہوں تو صواعق (جو ان تینوں کے مخلوط اعجاز اور ان کی مشترک توانائیوں سے وجود میں آجاتا ہے۔) سے وارد ہونے والی قوت سے بچنے کے لئے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ لیکن اللہ تو کافروں کو یقیناً ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔

گویا یہ تین قسم کی عظیم الشان توانائیاں بداعمال مخلوق کو ہر لحظہ گھیرے میں لئے رکھتی ہیں۔ اور جب اللہ اُسے تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کی تباہی ان تین طاقتوں اور توانائیوں سے معرض وجود میں آجاتی ہے۔ متقدمین نے بھی ان تین طاقتوں کو ملائکہ سے ہی منسوب فرمایا ہے۔ اس لئے ملائکہ کی صحیح ماہیت ان سے بھی واضح ہو جاتی ہے۔

۱۳ : ۱۲ ۔ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللهِ ج وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ٥ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ط

ترجمہ :۔ اور رعد (یعنی ملائکہ میں سے ایک فرشتہ) خدا کی تحمید و تسبیح کرتا ہے۔ اور (دیگر) ملائکہ بھی (خدا کے خوف سے) اُس کی حمد و تسبیح کرتے ہیں۔ اور صواعق (یعنی ظلمت۔ رعد اور برق کے مشترک ہیبت ناک نظارے) کو بھیجتا ہے۔ اور جس پر چاہتا ہے اُسے گرا بھی دیتا ہے۔ اور وہ تو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ لیکن وہ سخت داؤ والا ہے۔ حق (یعنی اسرافیلی طاقتوں کی) دعوت بھی اُسی کی طرف سے ممکن ہے۔

متقدمین کی تشریح کے مطابق رعد اور برق بھی ملائکہ میں شمار ہیں۔ اور صواعق اُن کے مظاہر ہیں۔

Marfat.com

۳۰ : ۲۴ - وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ہ

ترجمہ :- اور یہ بھی اسی کے اعجازات اور تصرفات میں سے ہے کہ تم کو خوف اور لالچ یعنی اُمید رزق دلانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے۔ اور آسمان سے مینہ برساتا ہے۔ پھر زمین کو (یعنی زمین کے تمام عناصر کو اُن کے) مرجانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے عقل والوں کے لئے اِن حکمتوں میں بہت سے اعجاز مضمر ہیں۔

گویا ارضی عناصر بارش کے پانی سے جن میں آکسیجن اور ہائیڈروجن کے عناصر شامل ہیں زندہ ہو جاتے ہیں یہ اعجاز بھی حکمت کے لحاظ سے بے حد حیرت انگیز ہے۔

۶۹ : ۱۷ - وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ط

اور اس دن کائنات کے چاروں طرف مَلَکْ یعنی نُوری توانائیاں اور قوتیں پھیلی ہوئی ہوں گی۔ (اَرْجَآئِهَا میں هَا کی ضمیر بے حد معنی خیز ہے) اور تیرے رب کا نظام سلطنت اُس دن محض آٹھ تک کے عددی محاکمے پر قائم نظر آئیگا۔

اس آیت پر مکمل بحث تو آگے چل کر کی جائے گی۔ یہاں اِس قدر بیان کر دینا کافی ہوگا کہ جس طرح اٹیمی توانائی کے نظریات میں پروٹانز نیوٹرانز اور الیکٹرانز کا نوری محاکمہ ایک خاص مقام تک الیکٹران کی مخصوص تعداد آٹھ تک رکھتا ہے۔ اُسی طرح قیامت کے دن جبکہ عزرائیلی قدرت جو ایٹمی محاکمہ کے اردگرد (اَرْجَآئِهَا) بطور محافظ رہتی ہے۔ کائنات کے چاروں طرف دور دراز وسعتوں میں پھیل جائے گی۔ اور خدا کا نظام سلطنت ایک نئے انداز میں اس طرح قائم ہو جائے گا۔ کہ کائنات کے اندر محض آٹھ الیکٹران کے نوری محاکمہ کا نظام باقی رہ جائے گا اور دیگر عناصر کے اٹیموں میں جان تک باقی نہ رہے گی۔ اگر یہ تشریح درست تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ تو قابلِ غور امر یہ ہے۔ کہ آیت کریمہ میں صرف ثَمٰنِيَةٌ کا لفظ نہ تو صریحاً عام تخیلی ملائکہ پر مشتمل کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ کسی اور مفروضہ نوع پر اس کا اطلاق ممکن نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ ملائکہ کا لفظ موجود نہیں۔ لہٰذا ہماری نگاہ میں حکمتی معنوں میں ملائکہ کی جو تشریح صفحاتِ ماسبق میں کی جاچکی ہے۔ اس کے مطابق ہی یہاں آٹھ سے مراد آٹھ ملائکہ یا الیکٹران لئے جاسکتے ہیں۔ اِس تشریح کے علاوہ صرف ثمٰنیۃ کا لفظ کوئی مزید انکشاف بظاہر پیش نہیں کرتا۔ لہٰذا ہم اس آیت کے محض حکمتی معنوں کو ہی قابلِ فہم تصور کرتے ہیں۔ اور مَلَکْ کے لفظ کو مَلَکُ الموت یعنی قدرت قدسیہ عزرائیل (SOULTRON) کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ (صلائے عام ہے)

۴۰ : ۹ - ۷ - اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ ..... ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ط

ترجمہ :- اور جو قدرتیں اور طاقتیں خدا کے نظام سلطنت کو اٹھائے ہوئے ہیں (یعنی جن سے کائنات

Marfat.com

خدا رواں دواں ہے) اور جو قدرتیں اور طاقتیں نظامِ سلطنت کے مرکزے کے اردگرد (یعنی نظامِ توانائی کے نیوکلس کے اردگرد) طواف میں ہیں (گویا نظام کائنات کو برقرار رکھنے والی قدرتیں بے حد طاقتور ہیں اور جو جبریل و میکائیل پر مشتمل ہیں اور یکجا ایک مرکزے میں موجود ہیں دیگر ہیں اور اُن کے اردگرد تجلّی ریز اور محافظت کرنے والی قدرتیں اسرافیل اور عزرائیل اُن سے علیحدہ ہو کر عمل پیرا ہیں اور عشاق کی طرح طواف کرتی ہیں (حَوْلَہٗ) تمام کی تمام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح میں لگی ہیں۔ اور (اپنے محاکمۂ نور کے ساتھ کائنات میں) امن و سلامتی کا موجب بن رہی ہیں (یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ) اور اُن انواع کے لئے جو امن و سلامتی بحال رکھنے کا موجب بن رہی ہیں۔ (لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا) بخشش کی طلب گار ہیں اور (ہر آن یہی کہتی ہیں) کہ اے ہمارے رب تیری رحمت اور علم تو کُل عناصر پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً) (گویا خدا کی رحمت سے حیرت انگیز علمی نظریہ کے مطابق اِن قدسیہ قدرتوں کا نوری نظام تمام عناصری جوہروں میں قائم ہے) تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے بتلائے ہوئے راستے پر چلتے رہے (یعنی خدا کی رحمت کے طفیل بے سود اعمال سے کنارہ کش رہ کر عناصر کے جوہروں پر اپنے علم کے زور سے قابو پانے اور اُن کے اعمال کو انتہائی تجربات کے بعد سمجھنے کی کوشش میں لگے رہے) اُن کو بخشش سے نواز دے۔ اور انہیں جہنّم کے آتشیں عذاب سے بچالے اے پروردگار انہیں ہمیشہ رہنے کے بہشتوں میں داخل فرما جن کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا اور جو ان کے باپ دادا اور اُن کی بیویاں اور ان کی اولاد میں سے بھی (اسی طرح تیری رحمت کے طلب گار بنے رہیں) اُن کو بھی (یہی بدلہ دے) بے شک تو حکمت و سائنس میں بے اندازہ غالب ہے۔ اور ان کو عذابوں سے بچائے رکھ اور جس کو تُو نے اُس دن عذاب سے بچا لیا تو اُس پر بے شک تیری عظیم رحمت ہوئی اور یہی اُن کی بڑی کامیابی ہے۔"

مندرجہ بالا آیات کی تشریح اور اُن کا مربوط ترجمہ صاف طور پر حکمتِ خداوندی کے نظریات کا ضامن ہے۔ اِس کائنات کا نوری نظام اور اس کے بعد عناصر کے ایٹموں کا نوری نظام ایک ٹھوس ترتیب کے ساتھ صاف واضح ہو جاتا ہے اس کے علاوہ یُؤْمِنُوْنَ اور آمَنُوْا کے قرآنی الفاظ کی اصل معنوی حقیقت بھی صاف سامنے آجاتی ہے۔ نیز خدا کی اِن حیرت انگیز قدرتوں اور اُن کی تجلّیاتی اور اعمالی طاقتوں اور قوتوں کا حیرت انگیز حکمی علم بھی واشگاف ہوتا ہے۔ حَوْلَ کے معنے پھرنا یا بدل بدل کر آنے کے ہیں۔ اور حَوْلَہٗ کے لفظ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ نوری کائنات کی طاقت مرکزے کے اردگرد طواف کرتی ہے۔ عرش کیا ہے گویا خدا کی کائنات کا نظام سلطنت ہے جو خدا کی چار قدسیہ قدرتوں کی حیرت انگیز طاقت اور حکمت سے چل رہا ہے۔ خدا تو یقیناً ایک مقام پر مکین نہیں اور نہ وہ انسانی تخت کی طرح کوئی ایسا تخت رکھتا ہے جس پر وہ سکون و اطمینان سے بیٹھا ہُوا ہو۔

ہماری نگاہ میں مندرجہ بالا آیات سے خدا کے نوری نظام یا اُس کے ایٹمی نظریات کا مکمل محاکمہ تمام پہلوؤں سے بالکل واضح ہو رہا ہے۔ یہی خدا کا پیدا کردہ نور ہے جو ایک جوہری ذرّے سے لیکر کائنات کے بڑے سے

Marfat.com

بڑے کرتے ہیں تجلی ریز ہے۔اور اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی مکمل تفسیر پیش کر رہا ہے۔

۳۹ : ۷۵۔ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ

(جنّت میں پہنچنے والے) اپنی آنکھوں سے یہ حیرت انگیز کرشمۂ ربانی صاف دیکھ لیں گے جبکہ ملائکہ خدا کے نظام سلطنت کے اردگرد گھیرا باندھے اور طواف کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہوں گے۔

یہ آیت پھر ایٹمی نظریۂ توانائی سے بالکل مماثل نظر آتی ہے۔اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدائی نظام سلطنت (عرش) کے مرکزے یعنی نیوکلس کے اردگرد حیرت انگیز موجوں رَووں۔شعاعوں اور کششوں کا جال ہوگا جو ملائکہ کی صورت میں اس عظیم محاکمۂ نور سے پیدا ہو ہو کر ادھر ادھر پھیل رہا ہوگا۔نیز تَرَی کا لفظ یہ بھی ثابت کرتا ہے۔کہ اسی دُنیاوی جنّت میں بسنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔کہ خدائی نظام توانائی کا رنگ ڈھنگ کیا ہے۔اور کائنات میں اس کی سلطنت کیونکر رواں دواں ہے۔

۷۰ : ۴۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ

اس آیت کریمہ اور اس کے ساتھ والی دیگر آیات کی جو سورۃ معارج میں واقعہ ہوتی ہیں مفصل تشریح ملاحظہ ہو۔

"ایک عذاب طلب کرنے والی قوم نے خود ہی عذاب طلب کیا۔جو نازل ہو کر رہے گا۔لیکن وہ محض کافروں پر وارد ہوگا۔اور کوئی اُسے ٹال نہ سکے گا۔وہ خدائے درجات کی طرف سے اُن کی بدکرداری اور بداعمالی کے باعث آئے گا۔یہ اُس دن آئے گا جب ملائکہ اور رُوح (یعنی تمام قدسیہ قدرتیں اور ان کی موجیں رَوئیں شعاعیں اور کششیں اُس موعودہ عذاب کے بعد) اُس کی طرف بلند ہوتی ہیں جس کی میعاد کا اندازہ پچاس ہزار سال ہوگا تو تم (اس ہیبت ناک اطلاع سے) انکار کرنے والوں کی باتوں کو پُوری قوت کے ساتھ برداشت کرتے رہو۔(اور انتظار کرو) وہ عذاب اُن لوگوں کی نگاہ میں دُور نظر آئے گا۔لیکن ہماری نگاہ میں بہت قریب ہے جس دن آسمان (اُن پر) ایسا نظر آئے گا۔جیسے پگھلا ہُوا تانبہ اور پہاڑ ایسے جیسے دُھنی ہوئی اُون (گویا وہ ایک آتشیں عذاب ہوگا جس کی وجہ سے آگ کی لپٹیں اور دھوئیں آسمان کی طرف اُٹھیں گے۔اور آسمان تانبے کی مانند نظر آنے لگے گا۔نیز پہاڑ بھی دُھنی ہوئی اُون کی طرح اور سفید و سُرخ پانی کی مانند اُڑتے اور بہتے نظر آئیں گے۔یہ ہیبت ناک نظارے محض اُس آگ سے پیدا ہوجائیں گے جو فضائے آسمانی میں پھیلی ہوئی ہوگی۔) اور کوئی ملک کسی دوست ملک کا پُرسانِ حال نہ ہوگا حالانکہ اُس وقت (تباہی کی حالت میں) ایک دوسرے کو (تباہ ہوتے) صاف دیکھ رہے ہوں گے۔(لیکن کسی کی دوستی کسی کے کام کچھ نہ آسکے گی) مجرم قوم (جس پر یہ آتشیں عذاب نازل ہوگا) خواہش کرے گی کہ کسی طرح اُس عذاب کے دن کو ٹلنے کے بدلے سب کچھ دے دے۔اپنے بیٹے اپنی بیویاں اور بھائی اور اپنا تمام خاندان جس میں وہ (قوم) رہتی تھی اور جو کچھ زمین میں ہے سب دیکر اپنی نجات کا سامان پیدا کرے لیکن بچنے کے لئے اُس کے پاس کوئی چارہ کار نہ رہے گا۔(اور وہ عذاب اُس پر ضرور نازل ہو کر رہے گا۔) وہ عذاب تو

Marfat.com

ایک بھڑکتی ہوئی ایسی شدید آگ ہوگی جو کھال ادھیڑ دے گی اور آنِ واحد میں وہاں کی تمام قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ کیونکہ وہ قوم قانونِ خدا سے اعراض کرنے والی اور صرف مال کو جمع کر کے رکھنے والی ہوگی (یعنی ربوبیتِ عامہ کے شاندار اور حیات انگیز اصول سے منکر ہوگی)

اگرچہ بر سبیلِ حقیقتِ ملائکہ مندرجہ بالا آیات پیش کی جا رہی ہیں لیکن ان سے جو عظیم الشان پیشگوئی ثابت ہوتی ہے۔ وہ بالکل ہی حیرت انگیز ہے۔ یعنی آنے والے دور میں کوئی ملک یا قوم خود ہی بطور سائل عذاب طلب کرے گی۔ اور حق سے منکر ہوگی۔ اور ربوبیتِ عامہ کے حیات بخش قانون سے عاری ہوگی۔ یہ عذاب لازماً اُس پر آئے گا۔ عذاب آتشیں ہوگا جو اُس علاقے کے پہاڑوں اور جانداروں کو آنِ واحد میں بھسم کر دے گا۔ اُس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ عین ممکن ہے کہ جو میعاد اِن آیات میں یعنی پچاس ہزار سال خدا کی اطلاع کے مطابق درج ہوئی ہے۔ اُس ملک کے قیام اور اس پر انسانی آبادی کی مدت کو ظاہر کرتی ہو۔ بہرحال یہ واقعہ قرآنی اطلاع کے مطابق کسی آنے والے دَور سے تعلق رکھتا ہے۔ نیز اس عذاب کی پیشگوئی محض منکرینِ حق تک مخصوص کی گئی ہے۔

ہم نے اِس سابقہ عالمگیر جنگ میں ملکِ جاپان کے جزیرہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر بذریعہ ایٹم بم آگ کی بارش ہوتی صاف دیکھ لی ہے۔ اور جیسا کہ سائنسدانوں کا کہنا ہے۔ آسمان کا رنگ اور پہاڑوں کا منظر وہاں اسی صورت میں دیکھا گیا۔ اگر ان دو جزیروں کے متعلق انسانی آبادی کی تاریخ کہیں سے دستیاب ہو جائے تو پچاس ہزار سال کی میعاد کا بھی بیّن ثبوت مل سکتا ہے۔ جنگ مذکورہ میں جاپان کے ساتھی جرمنی اور اٹلی بھی تھے۔ اور ان تین ملکوں کے اشتراک کو تگڈم کہا جاتا تھا۔ جاپان کی تباہی اور اس کے سکوت کو یہ دونوں ملک اپنی آنکھوں سے بخوبی دیکھتے رہے۔ لیکن اس کی امداد کو نہ پہنچ سکے۔ بلکہ وہ خود بھی برباد ہو گئے۔ چونکہ اِس زمین پر ایٹمی آگ کا یہ ہیبت ناک منظر پہلی بار سامنے آیا ہے۔ اِس لئے کیا عجب کہ قرآنِ عظیم کی یہ پیشگوئی اِسی واقعہ پر منتج ہوتی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آج دُنیا میں جو قومیں ربوبیتِ عامہ کے حیات بخش خدائی قانون سے منکر نظر آ رہی ہیں اُن پر بھی اِسی قسم کا آتشیں عذاب آنے والا دَور دیکھ لے۔

متقدمین نے اپنی تفسیروں میں اِسی پیشگوئی کو حادثۂ قیامت سے منسوب کیا ہے۔ حالانکہ آیات میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ اِس کے بالکل برعکس ہیں۔ قیامت کے حادثہ میں تو کافروں کے علاوہ مومن بھی ختم ہو جائیں گے۔ نیز صفحۂ ارض پر کوئی جاندار باقی نہ رہے گا۔ نیز اطلاع کی رُو سے شخصِ واحد یا ملکِ واحد کی طرف سے عذاب طلب کیا جانا ثابت کرتا ہے کہ جس طرح جاپان نے بلاوجہ اور بغیر کسی دوسرے ملک کی چھیڑ چھاڑ کے مشرق کو تختۂ مشق بنانے کی کوشش کی تھی مزید برآں عذاب کی خواہش تمام دنیا کے ممالک یا اقوامِ عالم کی طرف سے قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا مفکرین کو مزید دعوتِ فکر دی جاتی ہے۔ تاکہ اقوامِ عالم پر اس کے صحیح معانی اور آیات کے صحیح نتائج پیش کرنے کی کوشش فرمائیں۔

۲۵ : ۲۲ - يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝

Marfat.com

جس مخصوص دن میں مجرمینِ حق (خدائی طاقتوں) ملائکہ کے مکمل حالات اور سچے واقعات وحقائق کو بچشمِ خود دیکھ لیں گے۔ تو وہ دن گناہ گاروں کے لئے کوئی خوش آئند دن نہ ہوگا۔ اور وہ کہیں گے کہ اب (ان کا علم کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے) اے طاقتو! اور توانائیو!! تم روک لی جاؤ تو اچھا ہے۔ نیز نگاہوں سے دُور ہٹا لی جاؤ تو بہتر ہے۔

گویا ان طاقتوں کا علم بھی اسی دنیا میں انسانی شعور کے سامنے آنے والا ہے۔ نیز منکرینِ حق بھی اُن سے بخوبی واقف ہونے والے ہیں۔ آج جبکہ روس امریکہ برطانیہ فرانس اور چین دنیا میں ایٹمی طاقتیں بن چکے ہیں۔ اور ان کے پاس ایٹم بموں کے ہیبت ناک ذخیرے موجود ہیں۔ تو اُنہیں ایٹم کی تباہ کاریوں کا بھی صاف علم ہو چکا ہے۔ خدانخواستہ اگر کہیں کوئی ایٹمی چنگاری سلگ اُٹھی تو دنیا ایک خواب بن کر رہ جائے گی نہیں بلکہ ان ممالک کا اپنا وجود بھی ختم ہو جائے گا۔ ان ایٹم بموں کے انبار بنا لینے کے بعد اُنہیں اس لئے چین نصیب نہیں۔ کہ وہ خود بھی اس کا شکار ہونے والے ہیں۔ اور ان کے پاس اس عذاب سے بچنے کا کوئی مداوا نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

۵۵ : ۳۵۔ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۝

(یعنی عناصر اور اُن کے ایٹموں سے) تم پر آگ کے شعلے اور دھواں (جو ایٹم بم کی صورت میں نازل ہوگا) چھوڑ دیا جائے گا۔ تو پھر تم اُس کا مقابلہ ہی نہ کر سکو گے اور نہ مدد ہی دے جا سکو گے۔

۱۴ : ۱۸۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ط لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ط ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

جنہوں نے اپنے رب (کے پُرامن اور سلامتی بخش علم) سے انکار کیا تو اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ایٹمی عذاب کے دن (يَوْمٍ عَاصِفٍ) ایٹم بموں کے عظیم طوفان سے (بِهِ الرِّيْحُ) ہر چیز راکھ ہو جائے۔ اور وہ (تخریب پسند سائنسدان یا ممالک) جو (ایٹم بم) عناصر (اور اُن کے جوہروں پر) اپنے کسب وعمل اور تجربات کے بعد بناتے ہیں۔ اُس پر تو وہ بچاؤ کی کوئی تدبیر اپنے پاس رکھتے ہی نہیں۔ یہی اُن کی حد درجے کی گمراہی ہے۔"

۱۴ : ۲۱۔ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا ...... الخ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط

(اس دُنیا میں ایک دن ضرور ایسا آئے گا) کہ سب اور تمام کے تمام لوگ اللہ سے امداد کے لئے (گھروں سے نکل کر) باہر کھڑے ہو جائیں گے۔ (جَمِيْعًا) اور حکمت وسائنس میں بے علم قومیں متکبر اقوام (یعنی تخریبی سائنس کے بل بوتے پر تکبر میں گرفتار ہو جانے والی اقوام) سے کہیں گی کہ ہم تو تمہاری دستِ نگر تھیں (آپ سے ہی کھانے پینے اور جنگ کے اوزار اور اشیاء بھیک کے طور پر مانگا کرتی تھیں) (اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا) تو اب بتلاؤ کہ اللہ کے اس عذاب سے جو عناصر پر تمہارے (تخریبی) کردار کی وجہ سے نازل ہو رہا ہے۔ اس کے دفع کرنے کا کوئی وسیلہ بھی تمہارے پاس ہے یا نہیں (فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ) متکبر قومیں جواب میں خوف زدہ

Marfat.com

قوموں کو کہیں گی کہ اگر خدا ہمیں (اس ایٹمی عذاب سے بچاؤ کی) کوئی تدبیر بتاتا یا رہبری کرتا تو ہم تمہاری بھی راہبری کر سکتے (قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ) (اب یہ عناصر اور ان کے جوہروں سے ایٹم بموں کا عذاب سامنے آ ہی چکا ہے) ہم سب گھبرائیں یا صبر کریں سب کے لئے برابر ہے۔ اب تو اس سے بچنے کی کوئی جگہ یا کوئی تدبیر قطعاً نہیں۔ (مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ)

ہم نے اِن آیات کے معانی میں جابجا ایٹم بم جو عناصر کے جوہروں پر تخریبی حکمتِ عملی سے بنائے جا رہے ہیں کی نشان دہی اس لئے ضروری سمجھی ہے۔ کہ خدا کا کلام اِن آیات میں عذاب اللہ کے ساتھ مِنْ یا علیٰ شَیْءٍ کا استعمال کرتا ہے۔ جس کے صحیح معنے محض عناصر پہ تخریبی اعمال سے بنائے جانے والے ہلاکت انگیز اور عذاب آور ہتھیار ہی ہوسکتے ہیں۔ نیز قرآنِ عظیم نے جہاں بھی عَذَابُ النَّارِ کے الفاظ درج فرمائے ہیں ہماری نگاہ میں ایٹمی عذاب آتشیں پر منتج ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات ملائکہ کے ضمن میں اس لیئے درج کی گئی ہیں۔ کہ ملائکہ جنّتی یعنی حیات بخش بھی ہیں۔ اور اصحابُ النّار بھی یعنی آگ کے دوست بھی جب یہی ملائکہ انسان کی تخریبی حکمتِ عملیوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ تو فی الحقیقت اصحابُ النّار بن جاتے ہیں۔ جیسے کہ خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔

رکوع ۱۵۔ پارہ ۲۹۔ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً

یعنی آگ کے دوست نہیں بنائے گئے مگر ملائکہ

مَلٰٓئِكَة کے صفاتی نام جو قرآنِ حکیم میں وارد ہوئے ہیں۔

قبل اس کے ہم قرآن حکیم میں سے ملائکہ کے وہ صفاتی نام پیش کریں۔ ملائکہ کی ماہیّت کو صحیح طور پہ سمجھنے کے لئے خدا کی مندرجہ ذیل آیات کو پیش کرتے ہیں۔

۴۱ : ۲۰۔ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

(قیامت کے دن) جب تمام اُس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ تو اُن کے کان آنکھیں اور اُن کے جسمانی اعضا اور چمڑے حیرت انگیز طور پر اُن کے اعمال کی شہادت دیں گے۔ اور انسان (اپنی حیاتِ دنیاوی کی فلم کو دیکھ کر) اپنے بدنوں کو کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں کر شہادت دی۔ وہ کہیں گے کہ جس خدا نے سب کو نطق سکھایا (نطق کے لفظ سے اس کی ماہیّت یعنی بولنے والی فلم سے پوری طرح سمجھی جاسکتی ہے۔) اُسی نے ہم کو اور ہمارے ہر عضو کو بلا دیا۔

۴۳ : ۸۔ کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کی پوشیدہ باتوں کو سُنتے نہیں۔ ہاں ہاں سب سُنتے ہیں اور ہماری بھیجی ہوئی خاص توانائیاں اُن کے آس پاس رہ کر اُن کی سب باتیں منضبط کر لیتی ہیں۔ (بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ) قرآن حکیم وعظیم میں تقریباً اٹھارہ آیات ایسی ہی وارد ہوئی ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ خدا کی کئی طاقتیں ہر شخص کی گفتار اس کے کردار و اعمال کو اصل شکل وصورت میں فلما رہی ہیں۔ اور قیامت کے دن وہ فلمیں انسانوں کے رُوبرو

Marfat.com

کھول دی جائیں گی جن سے ہر شخص اپنی شہادت آپ بن جائے گا۔ یہ کون سی طاقتیں اور ملائکہ ہیں جو اس کام پر لگے ہیں۔ آج ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ کائنات میں ہماری آواز اور شکل وصورت عملی طور پر ضرور ایک خاص ہیئت ہی نہیں رکھتی بلکہ کہیں نہ کہیں محفوظ بھی ہو رہی ہے۔ ریڈیو ٹیلی ویژن کی ایجاد نے خدا کے اِن ملائکہ کو واشگاف کر دیا ہے۔ اور صاف ثابت ہو رہا ہے۔ کہ ریڈیائی موجیں اور لہریں۔ برقی اشعاع اور مقناطیسی موجیں اور لہریں اِس حیرت انگیز آلے میں کام کر رہی ہیں۔ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہی موجیں اور لہریں اور اشعاع فی الحقیقت وہی ملائکہ ہیں جن کا نام خدا نے کراماً کاتبین رکھا ہے۔

قرآنِ حکیم میں ملائکہ کے صفاتی نام حسب ذیل آئے ہیں جن سے واضح طور پر یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ملائکہ فی الحقیقت موجوں لہروں۔ رؤوں شعاعوں اور مختلف قسم کی کششوں پر ہی مشتمل ہیں۔

ہم ذیل میں بہت سے ایسے نام پیش کرتے ہیں جو محض موجوں یا لہروں، رؤوں۔ شعاعوں اور کششوں کے خواص پر مشتمل ہیں۔ اور متقدمین نے اپنی تفاسیر میں اِن سب کو ملائکہ کا نام دیا ہے۔

۱) رکوع/پارہ ۵/۱۳ ۔ مُعَقِّبَاتٌ ۔ ایک کے پیچھے ایک آنے والیاں۔ ہٹ ہٹ کر آنے والیاں۔

۲) ۱۸/۲۲ ۔ مُقَسِّمَاتٌ ۔ تقسیم کرنے والیاں۔

۳) ۲۵/۳۰ ۔ مُغِیْرَاتٌ ۔ ٹوٹنے والیاں۔ تغیر پیدا کرنے والیاں۔

۴) ۱۳/۲۳ ۔ مُمْسِکَاتٌ ۔ روکنے والیاں منع کرنے والیاں۔

۵) ۲۵/۳۰ ۔ مُوْرِیَاتٌ ۔ عناصر سے آگ نکالنے والیاں۔

۶) ۳/۳۰ نَازِعَاتٌ ۔ سختی سے جان کھینچنے والیاں

۷) ۳/۳۰ ۔ نَاشِطَاتٌ ۔ نرمی سے جان نکالنے والیاں

۸) ۲۱/۲۹ ۔ نَاشِرَاتٌ ۔ بکھیرنے والیاں۔

۹) ۲۱/۲۹ ۔ فَارِقَاتٌ ۔ جُدا جُدا کرنے والیاں۔

۱۰) ۲۱/۲۹ ۔ مُرْسَلَاتٌ ۔ مخصوص بھیجی ہوئیں۔ وحی لانے والیاں

۱۱) ۳۰ : ۲ ۔ زَاجِرَاتٌ ۔ سرزنش کرنے والیاں۔

۱۲) مُدَبِّرَاتٌ ۔ تدبیر کرنے والیاں۔ کسی ایجاد کیلئے عمل پیرا ہونے والیاں۔

۱۳) مُلْقِیَاتٌ ۔ وحی لانے والیاں۔ کچھ لانے والیاں۔

۱۴) صٰفّٰتٌ ۔ صف باندھنے والیاں اور گھیرے میں اُڑنے والیاں۔

۱۵) سَابِحَاتٌ ۔ تیرنے والیاں۔ اور اُڑنے والیاں۔

۱۶) سَابِقَاتٌ ۔ آگے بڑھنے والیاں۔ سبقت کرنے والیاں۔

Marfat.com

(۷) نَفّٰثٰتِ ۔ نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۔ کے معنے اگرچہ مفسرین نے تعویزوں اور گنڈھوں پر دم کرنے والیوں کے کئے ہیں لیکن ہمارے خیال میں اس کے صحیح معانی مشکلات میں اضافہ کرنے والیاں اور مشکلات سے دوچار کرکے مصیبت میں مبتلا کرنے والیاں ہیں۔

(۸) اَلصّٰفّٰتِ ۔ صف بصف رہنے والیاں۔

(۹) تَالِیَاتِ ۔ تَالِیَاتِ ذِکْرًا ۔ ذکر دُہرانے والیاں۔

وغیرہ وغیرہ (ممکن ہے کہ مندرجہ بالا صفاتی ناموں میں سے کئی نام ملائکہ کے ضمن میں وارد نہ ہوئے ہوں لیکن یہ صفات فی الحقیقت ملائکہ کی ہی ہو سکتی ہیں)

مندرجہ بالا تمام قرآنی نام یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ ان کے معانی حکمتی انداز میں ابھی مزید قابلِ تلاش ہیں۔ ہم نے مندرجہ بالا معانی عام مفسرین کے کئے ہوتے معانی کے مطابق درج کئے ہیں۔ لیکن انہی مفسرین نے ان سب کو ملائکہ کہا ہے۔ اس لئے اب یقین و اطمینان سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ملائکہ فی الحقیقت کائناتِ سماوی و ارضی میں پھیلی ہوئی تمام اُن توانائی لہروں یا موجوں۔ رَودوں۔ شعاعوں اور مختلف قسم کی کششوں پر مشتمل ہیں۔ اور ان کی مزید ماہیت اور حکمتی اعجاز سمجھنے کے لئے انسان کو لاتعداد تجربات اور مشاہدات کی ضرورت لاحق ہے۔ یہ اس لئے کہ قرآن عظیم کا ارشاد اِس طرف ہماری توجہ نہایت شدت سے مبذول فرماتا ہے۔

۴۵ : ۴ ۔ آسمانوں اور زمین۔ خلقتِ انسان اور جانوروں میں رات اور دن کے آگے پیچھے ہٹ ہٹ کر آنے جانے میں۔ اور آسمانوں سے اتارے ہوئے رزق میں جس سے مُردہ زمین یا اس کے عناصری جوہروں کو روئیدگی کے لئے زندہ کر دیا جاتا ہے۔ اور گیسوں کے تغیرات میں ان کے دعویداروں (مُؤْمِنُوْنَ) یقین رکھنے والوں اور عقلمندوں کے لئے بہت سے نشانات اور اعجاز ہیں۔ (آیات)

صاف ظاہر ہے۔ کہ کائناتی تجربات اور مشاہدات کے لئے مومنون عقلمندوں اور خدا کی حیرت انگیز حکمتوں کا کھوج لگانے والوں پر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے بہترین اعمال سے خدا کے حکمتی کارہائے نمایاں کو بنظرِ غور دیکھیں اور پھر اُن کے نتائج محاکمات اور تھیوریوں کو زیرِ نظر رکھ کر اپنی ارتقاء اور تسخیرِ کائنات کی طرف قدم بڑھاتے جائیں۔ انسانی حکمت فی الحقیقت اِسی قرینے پر چل رہی ہے۔

میں نے تو کیا پردہ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرضِ کور نگاہی

Marfat.com

یہ علمِ نبوّت میں آیاتِ خُدا اور اخلاقی معاشرتی اور روحانی پاکیزگی کے اٹل قانون نیز علمِ کائنات اور علمِ حکمت وسائنس کے عظیم عطیّات بھی خُدا کی ربوبیّت کے اظہار ہیں

قرآن عظیم کی اطلاع کے مطابق نوعِ انسانی کی فلاح وارتقاء کے لئے جن قوانین اور جن وسائل کی ضرورت تھی۔ روزِ آفرینش سے اُسے اس کی شعوری قدروں کے مطابق عطا کئے گئے اور کئے جاتے رہے اِن قوانین اور وسائل کو خدا نے ایک دین کی صورت میں پیش فرمایا جسے اِسلام کہا گیا۔ یہی دین آدم یعنی نوعِ انسانی کی اوّلین تخلیق کو عطا کیا گیا۔ اور پھر نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دینے کے بعد انبیاء علیہم السلام کی صف کے آخری پیغمبر حضرت محمد مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو عطا کیا گیا۔ اِس دین کے معجزات میں جہاں علم نبوّت یعنی کتابِ خدا کی حیرت انگیز آیات وحی کی صُورت میں نازل ہوئیں جن میں انسانی شعور اور زمانی حدود کے مطابق اخلاقی معاشرتی اور روحانی پاکیزگی کے اٹل قوانین موجود تھے وہاں شعوری قدروں کے مطابق علمِ کائنات اور علمِ حکمت وسائنس کے لاتعداد اور حیرت انگیز اسباق بھی صاف صاف نظر آئے۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ اِس دین کے لانے والوں نے علم نبوّت سے بے شمار ایسے کارنامے سرانجام دیئے جو آج بھی اس ارتقائی دَور میں چشمِ عبرت کے لئے کچھ کم نہیں۔

حضرتِ آدمؑ۔ اِنہیں علم الحروف اور علم الاعداد بخشا گیا۔ (عَلَّمَ بِالْقَلَم) تمام عناصر سے روشناس کرایا گیا۔ (عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا) اور کائنات کی تمام طاقتوں کو اُن کے زیر نگیں یا اُن کے سامنے سرنگوں کرا دیا گیا (وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا .....) آج ہم صاف دیکھ رہے ہیں کہ نوعِ انسانی ابھی تک اِن معجزات کو زیر عمل لاکر اپنی دُنیا اور عاقبت سنوار رہی ہے۔ اِس لئے انسانی شعور کے لئے یہ علمِ نبوّت کا اوّلین احسانِ عظیم ہے۔

حضرتِ نوحؑ۔ انہیں کائنات میں غور وفکر کے بعد دنیاوی وسائل کے لئے عجیب وغریب اوزارات بنانے کا حیرت انگیز ہُنر بخشا گیا۔ جس کے بعد وہ ایک عظیمُ الشّان بحری بیڑہ تیار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ اُنہی کے فیضِ علم

Marfat.com

سے ہے کہ آج بھی نوع انسانی اِسی قسم کے فنون میں مستغرق ہے

حضرتِ ابراہیمؑ - انہیں کائنات میں غور و فکر اور اُس سے صحیح نتائج اخذ کرنے کا عظیم الشان علم بخشا گیا۔ وہ آگ جیسی مہلک چیز پر بھی قابو پانے میں حیرت انگیز معجزہ پیش کر گئے۔ اور یہ انہی کے فیض سے ہے کہ آج اس ایٹمی دور میں بھی کعبہ کی سرزمین یقیناً بلد امین اور حَرَمًا آمِنًا رہے گی۔

حضرتِ موسیٰؑ - انہیں علم الاشیاء، حکمتی نسخوں کا عظیم دفتر۔ کائناتی ملائکہ کا کما حقہ علم بخشا گیا۔ اپنے کلام کو خدا تک پہنچانے کی حیرت انگیز قدرت بخشی گئی۔ اسی لحاظ سے وہ کلیم اللہ تھے۔ اپنے جسمانی اعضا میں حیرت انگیز برقی اور مقناطیسی قوتیں پیدا کیں۔ ید بیضا کا اعجاز انہی سے تھا۔ انہوں نے اپنے عصا کو حکمت و سائنس سے حیرت انگیز طور پر نواز دیا۔ کہ جب چاہتے اسے اژدہا بنا لیتے اور جب چاہتے اس سے کئی اور حکمتی کارنامے سرانجام دے لیتے۔ آج بھی جب ہم بنی اسرائیل کے باقی ماندہ علمائے فطرت کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی علم الاشیاء میں اس قدر کمال رکھتے ہیں کہ ہم سب انگشت بدنداں ہیں کائناتی اور عناصری موجوں رودوں۔ شعاعوں اور کششوں کی چھان بین ایسے حیرت انگیز طریق پر کر رہے ہیں۔ کہ ان کی ایجادات نے دُنیا کو حیرت زدہ کر رکھا ہے۔ ریڈیو۔ ٹیلی ویژن کی ایجاد کو پیش کر کے یہ ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ محض لکڑی کا عصا تو کیا کائنات کے چند عناصری اجزاء کو ترتیب دے کر اور کائناتی ملائکہ کو گرفت میں لا کر ایک بے جان اور بے زبان آلے کو نہ صرف انسان کی طرح بُلایا جا سکتا ہے۔ بلکہ اُس سے کئی میلوں کی دُوری کے۔ باوجود بولنے والے کا فوٹو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ نہیں بلکہ فلمی ایجاد کے ذریعہ ہر شخص کے اعمال و کردار فلمائے جا سکتے ہیں۔ اِن عظیم الشان ایجادوں کو محض وہی علمائے فطرت غور سے دیکھ سکتے ہیں جن کے دلوں میں یہ لگن ہو۔ کہ انجام کار خدا سے کیسے ہمکلام ہوا جا سکتا ہے۔ یا کائنات کے ہر ذرّے کو کیسے کلیم بنایا جا سکتا ہے۔

حضرتِ لقمانؑ - علم الاشیاء اور علم الابدان میں کمال پیدا کر گئے۔ اور اپنے بعد ارسطو۔ جالینوس اور بقراط جیسے عظیم حکمت شناس چھوڑ گئے۔

حضرتِ سُلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ - علم الاشیاء میں کمال پیدا کیا۔ گیسوں اور معدنیات سے حیرت انگیز کمالات پیش کئے۔ شیشہ سازی طیارہ سازی اور تعمیراتی فنون نیز سمندری تحقیقات میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی نوعِ انسانی اِسی قسم کے عظیم کارنامے سرانجام دے رہی ہے۔

حضرتِ عیسیٰؑ - علم تشخیص امراض کے مسیحا بن کر آئے علم بصارت و سماعت علم الاجسام گیسوں اور عناصر کے اعجازات سے حیرت انگیز اُڑنے والی ایجادت اور نفسیاتی علوم میں ایسا کمال دکھایا کہ وہ ایک مجسّم کلمۃ اللہ بن گئے۔ آج اُن کی اُمّت کے علمائے فطرت بھی انہی کے نقشِ قدم پر چل کر دنیا میں وہ مظاہر پیش کر رہے ہیں کہ اُنہیں دیکھ کر ایک عالم انگشت بدنداں ہے۔

آئیے اَب آخری نبی صلعم کے اعجازات پر بھی غور کیجئے۔

کتاب اللہ کی شہادت کے مطابق جناب رسالت مآب صلعم مندرجہ ذیل چار عظیم الشان کارنامے پیش کرنے کیلئے مبعوث ہوئے

اوّل - یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ - یعنی یہ آخری پیغمبر صلعم نوعِ انسانی کو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے اعجازات اس لئے پڑھ پڑھ

Marfat.com

سناتے ہیں کہ آج ابنِ آدم ارتقاء کی آخری منزلوں میں داخل ہو چکا ہے۔ اس کا شعور پختہ تر ہو چکا ہے اور آج خدائی علم کو سمجھنے کی استطاعت کے بعد وہ اس مرحلہ میں داخل ہو چکا ہے کہ تسخیرِ کائنات کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھا کے رہے۔ خدا کی کائنات میں شمس و قمر پر کمندیں ڈال دے اور اس تمام کارخانۂ خدا کو دیکھ کر اپنے آپ کو اُس عطیۂ ربانی کا اہل ثابت کر دے۔ کہ وہ ملاقاتِ رب کا فی الحقیقت اور بجا طور پر مستحق ہے۔ یہ اس لیے کہ تسخیرِ کائنات کی مہم نہ تو کسی سابق پیغمبر کے سپرد ہوئی۔ اور نہ ان کی اُمتیں اس قدر شعوری ارتقاء ہی رکھتی تھیں۔ لہٰذا محض چھڑی کا اژدہا بنا لینا اور اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر لینا۔ یا عناصر سے چھوٹے چھوٹے طیارے بنا کر اڑا لینا تسخیرِ کائنات کی مہم کے بالمقابل کیونکر بڑے کارنامے تصور کئے جا سکتے ہیں۔ آج اس کائناتِ ارضی میں تمام نوعِ انسانی محض امتِ مُحَمَّدِیہ یا امتِ واحدہ ہے یہ اس لئے کہ یہ آخری پیغمبر صلعم تمام انسانیت کے پیغمبر ہیں (کَآفَّةً لِّلنَّاسِ) نہیں بلکہ اُن کا قرآنی دعویٰ فی الحقیقت قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ وہ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ بھی اسی نہج سے ہیں۔ اس لیے اس آخری نبی کی کتاب بھی خدا کی آخری کتاب ہے۔ جس میں ایسی تمام آیات موجود ہیں جو ارتقائے انسانی کے لیے کامل طور پر مکتفی ہیں۔ لیکن ان کو سمجھنے کے لیے ایک نئے لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ ہے

دوم۔ وَيُزَكِّيْهِمْ۔ اور آن قرآنی آیات کا عظیم الشان اعجاز یہ ہے۔ کہ وہ اخلاقی۔ معاشرتی اور روحانی پاکیزگی کے اصل قوانین اس لیے پیش کرتی ہیں۔ کہ نوعِ انسانی انجام کار ربوبیتِ عامہ کی فکر سے تسخیرِ کائنات کی مہم میں کامیاب و کامران ہو سکے۔ خدا کی پاک کائنات میں پاک بن کر قدم رکھ سکے۔ اس پاکیزگی کے بعد خدا کا آخری پیغمبر صلعم تمہیں تسخیرِ کائنات کی درجہ بدرجہ منزلوں سے آگاہ فرماتا ہے۔ اور وہ یوں ہیں :۔

سوم :۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ۔ گویا اُسی قرآن عظیم کی تعلیم سے نوعِ انسانی کو الکتاب یعنی صحیفۂ فطرت یا کائنات کا حیرت انگیز علم بھی بخشتا ہے۔ یہ وہی الکتاب ہے۔ جسے کتابِ مبین اور کتابِ منیر کہا گیا ہے۔ اسی الکتاب میں ہر خشک و تر فضا موجود ہے اور تمہارے دائیں بائیں اردگرد پھیلی ہے۔ یہ بھی لاتعداد کروں سے منقش ہے۔ اسی میں خدا کی تمام پیدا کردہ قدرتیں۔ قوتیں، طاقتیں توانائیاں تخلی رنیہ ہیں اور ان کی شاہد و غائب دونوں حالتوں کو دیکھ اور محسوس کر رہے ہو۔ تو اس کائنات پہ قابو پانے اور اسے تسخیر کرنے کا لائحہ عمل محض اسی حیرت انگیز علم سے ممکن ہے جس کی نشان دہی مندرجہ ذیل اطلاع میں موجود ہے :۔

چہارم :۔ وَالْحِكْمَةَ :۔ گویا یہ آخری پیغمبر تمہیں حکمت کے عظیم الشان علم سے بھی بہرہ ور فرماتے ہیں۔ جس میں عام فلاح و بہبود اور خیراتِ انسانی کے علاوہ تسخیرِ کائنات کے حیرت انگیز محاکمات جو محض کائنات میں مشاہدات علمی نظریات اور عناصری تجربات کے بعد حل کئے جا سکتے ہیں۔ فی الحقیقت موجود ہیں ہر ایجاد کی بنیاد اسی حکمت و سائنس سے ہے اور ہر تخلیق میں یہی علم کارفرما ہے۔

Marfat.com

اب ہم مختصراً ان چار مرحلوں کو درجہ بدرجہ پیش کرتے ہیں۔ مفصل تشریحات کتاب کے آئندہ اوراق میں اپنے مقام پہ آئیں گی۔

اوّل :- آیات کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

۳۰ : ۲۷-۱۸ ——— وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ ...... الخ - وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ترجمہ :- آسمانوں اور زمینوں میں اسی خدائے جل وعلا کی تعریف ہو رہی ہے۔ اور تیسرے پہر اور جب دوپہر ہو جائے۔ وہی مردہ (عناصر) سے زندہ (نفوس یا ایٹموں کو) نکالتا ہے اور وہی زندہ (نفوس یا ایٹموں کو پھر یک لخت کر کے) مردہ عناصر) کو نکال باہر کرتا ہے۔ (گویا ہر عنصر محض نفسوں یعنی جوہروں یا ایٹموں کا مجموعہ ہے) اور وہی زمین (کے عناصر کو اُن کے) مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم بھی زمین سے (یعنی تمہارے جسمانی عناصر ایٹموں میں تبدیل ہو جانے کے بعد خَلْقِ جَدِيْد کے خدائی نظریہ کے مطابق) نکالے جاؤ گے (یہ تمام حیرت انگیز اعجازہ یا آیات ہیں لیکن) یہ بھی اُسی کے اعجاز میں سے ہے (آیۃً) کہ اس نے تمہیں مٹی (کے عناصر) میں سے پیدا کیا۔ (یعنی مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ کے نظریہ کے مطابق پیدا کیا) اب تم ایک بشری نوع کی شکل میں جابجا پھیلے ہوئے ہو اور یہ بھی اسی کے اعجاز میں سے ہے (آیۃ) کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں (یعنی عناصری ایٹموں میں ہمجا کا عظیم الشان اصول قائم کر دیا) تاکہ ان سے آرام حاصل کرو۔ اور (عناصر میں نظریۂ ہمجائی کی وجہ سے) تم میں محبت اور رافت پیدا کر دی۔ جو لوگ (ان محاکمات حکمت کو یعنی عناصری جوہروں یا نفسوں کے حیرت انگیز عمل پہ اور خود بشریت میں مرد اور عورت یا نر و مادہ کے اعجاز پر) غور و فکر کرتے ہیں۔ اُن کے لیے ان باتوں میں فی الحقیقت کئی اعجاز (آیات) صاف نمایاں ہیں۔ اور یہ بھی اسی کے اعجاز (آیۃ) میں سے ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا گیا۔ (اور انہی سات آسمانوں اور سات زمینوں کے حیرت انگیز اعجاز سے) تمہاری زبانوں (آواز کی سات سروں) اور (سات ہی مستحکم) رنگوں کا جُدا جُدا ہونا۔ اہلِ دانش کے لیے انہیں (خدا کی قدرتوں اور توانائیوں کے عظیم الشان بے شمار معجزات ہیں۔

(نوٹ، گویا سات زمینوں اور سات آسمانوں کے حیرت انگیز مخصوص اعداد پہ رنگ و آہنگ کے یکساں عددی اعجازات قائم ہیں) اور یہ بھی اسی کے اعجاز میں سے ہے (آیہ) کہ تمہارا رات میں (سورج کی منعکس توانائیوں کے طفیل) سونا اور دن میں (سورج کی براہِ راست توانائیوں کے طفیل) بیدار رہ کر اس کے فضل و کرم کی تلاش میں لگے رہنا گوشِ ہوش رکھنے والوں کے لیے ان میں بھی (علم حکمت کے) بے شمار معجزات ہیں۔

(نوٹ) یہاں سننے والوں کے الفاظ کے استعمال سے واضح ہوتا ہے کہ علم سب سے پہلے شعورِ انسانی میں محض قوتِ سماعت سے حاصل ہوتا ہے۔ جناب رسالت مآب صلعم نے غالباً اس لیے امت کو حکم دیا تھا کہ نو مولود کے کانوں میں پیدا ہوتے ہی

Marfat.com

اللہ اکبر کی آواز بلند کیا کرو۔ ان الفاظ سے مزید بہتر شرح ہوتا ہے کہ نیند کی حالت میں قوت سماعت کا سلب ہو جانا بھی ایک حیرت انگیز اعجاز ہے کیونکہ کوئی فرد نیند میں علم حاصل نہیں کر سکتا) اور یہ بھی اُسی کے اعجاز سے ہے (آیہ) کہ تم کو خوف اور لالچ کی امید دلانے کے لیے بجلی دکھا کر آسمان سے مینہ برساتا ہے۔ پھر زمین (کے عناصر کو) مرجانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے عقل والوں کے لیے اس میں بھی (خدائی توانائیوں اور قدرتوں کے) بہت سے معجزات ہیں (آیات) اور یہ بھی اسی کے اعجاز میں سے ہے (آیہ) کہ زمین اور آسمان اسی کی قدرت سے قائم ہیں (یعنی ان میں ایک حیرت انگیز المیزان یعنی مقناطیسی اور ثقلی کششیں موجود ہیں) پھر جب وہ (قدرتِ قدسیہ اسرائیل کے ذریعے) زمین سے نکلنے کے لیے آواز دیگا تو تم جھٹ نکل پڑو گے۔ اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے۔ اسی کی مملوک (اور تمہارے لیے بطور امانت ہے) اور اسی کی فرمانبرداری کا دم بھرتی ہے۔ وہی تو ہے جس نے خلقت کو پہلی بار پیدا کیا۔ پھر دوبارہ (بار بار) پیدا کرتا رہتا ہے اور یہ اسے بہت آسان ہے اور بلند ترین اور حقیقت افروز مثال اگر کوئی زمین و آسمان میں دی جا سکتی ہے۔ تو وہ فقط اسی کی ہو سکتی ہے اور وہی حکمت و سائنس کے علم میں پورے کمال کے ساتھ غالب ہے

۲۷ : ۶۵ ۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

کہدو کہ تم (یعنی اسے بے علم اور بے حکمت انسانو!) نہیں جانتے مگر اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی غیبی اور مستور قدرتوں قوتوں اور توانائیوں کو پوری طرح جانتا ہے۔

نوٹ:۔ یہاں الارض الغیب کے الفاظ بے حد معنی خیز ہیں۔

۲۷ : ۷۵ ۔ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ؕ

آسمانوں اور زمین میں کوئی غیبی قوت اور طاقت ایسی نہیں جو اس صحیفۂ کائنات میں موجود نہ ہو۔

نوٹ:۔ یہاں کتابِ مُبین کے الفاظ واضح طور پر کائنات کو پیش کرتے ہیں۔

۲۷ : ۸۴ ۔ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا ؕ

کیا تم نے میری آیات اور حکمتی نشانات و معجزات کو جھٹلا نہیں رکھا تھا۔ اور تم نے تو ان پر علم سے (جو حکمت و سائنس سے پیدا ہوتا ہے) احاطہ کیا ہی نہیں تھا۔

۴۵ : ۱۳ ۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ؕ

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمام کو (جمیعًا) تمہارے مسخر کر دیا گیا ہے۔ اور جو لوگ اس محاکۂ عظمیٰ میں تفکر سے کام لیتے ہیں انہیں اس میں بہت سے اعجاز صاف نظر آئیں گے۔

۴۵ : ۴ ۔ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ؕ

Marfat.com

بے شک آسمانوں اور زمینوں کے اندر امن پیدا کرنے والوں (مومنین) کے لیے بے شمار اعجاز ہیں۔ اور بذاتِ خود تمہاری اپنی خلقت بھی اعجاز ہے۔ اور وہ زمین پر دباؤ ڈالنے والی تمام موجیں اور روئیں شعاعیں اور کششیں اور دیگر تمام جاندار بھی جن کو وہ پھیلا ئے ہوئے ہے۔ سب کے سب یقین رکھنے والوں کے لئے اعجاز ہیں۔

۱۰ : ۱۔ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝

بے شک رات اور دن کے اختلاف میں اور جو خلقتیں اللہ نے آسمانوں اور زمینوں میں پیدا کر رکھی ہیں اُن سب میں ایسے لوگوں کے لئے جو قانونِ خدا سے خوف زدہ رہ کر لاستہ تلاش کرنے والے ہیں اعجاز مضمر ہیں۔

۳ : ۲۔ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

بے شک آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق میں دن اور رات کے اختلاف میں دانشور انسانوں کے لئے بہت سے اعجاز ہیں۔

۳۰ : ۲۲۔ یہ آسمانوں اور زمینوں کی مختلف خلقتیں بذاتِ خود اُس کے اعجازات میں سے ہیں اور تمہاری زبانوں کا آپس میں مختلف ہونا بھی علم والوں کے لئے حیرت انگیز اعجاز ہے۔

الغرض آیاتِ ماسبق میں الفاظ آیۃ اور آیات بار بار استعمال ہوئے ہیں اور جو تشریح اِن الفاظ کی خود خدا نے فرمائی ہے۔ اُس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ اِس لفظ کے معنے نہ تو محض نشانی ہیں اور نہ ایک قرآنی سطر جو ہمارے علمائے متقدمین نے اپنے تراجم میں کر رکھے ہیں بلکہ ہر قرآنی سطر بھی اس لحاظ سے آیت کہلاتی ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی اور سچائی اور حقیقت کے لحاظ سے بے مثال اور یکتا ہے اور اسی لحاظ سے وہ بھی ایک اعجاز ہے۔ کائنات کی تمام اعجوبہ نمائیوں اور اس میں خدا کے لاتعداد معجزات کو آیات کہا گیا ہے۔ اور اِن آیات کو ہمارے سامنے پیش کر کے ہمیں توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ ہم علمِ خداوندی کو سمجھیں حکمت خدا کو نگاہ میں رکھ کر مفکر۔ مومن۔ متقی اور اولی الالباب یعنی دانشور بن جائیں نیز تسخیرِ کائنات کو اپنا مطمع نظر سمجھ کر حکمت میں وہ کمال پیدا کریں۔ کہ خدا کی دنیا اور کائنات بالآخر فتح ہو کر رہے۔

دوم۔ تزکیہ یا پاکیزگی

تزکیہ سے ہمارے نزدیک ربوبیّت عامہ کی حدود میں اخلاقی معاشرتی اور روحانی پاکیزگی مراد ہے اِس کی ضرورت خدا نے انسان کے ساتھ اِس لئے لازم قرار دی کہ خدا خود پاک ہے۔ اس کی حیات بخش قدسیہ قدرتیں سب پاک ہیں۔ اس کی کائنات فی الحقیقت پاکیزہ اس لحاظ سے ہے۔ کہ اس کا فیض ہر کس وناکس پر یکساں کھلا ہے۔ اِس لئے اس اشرف الخلق انسان کو بھی پاکیزہ رکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس کے مدِ مقابل ایک ایسی طاقت خود خدا نے آزاد کر رکھی ہے۔ جو اُسے ہر آن ناپاک کرنے پر تلی ہے۔ اس کا نام شیطان سب نے سُنا ہوگا۔ اس طاقت میں محض تخریب کی حسیات موجود ہیں۔ اسے عزازیل بھی کہا گیا ہے۔ یہ جہاں خدا کی قدسیہ قدرتوں میں ایک ہیبت ناک جنگ کے شعلے بھڑکا دینے کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ وہاں انسان کی قدسیہ تخلیق میں بھی تخریب اور فساد کے ناپاک جراثیم

Marfat.com

پیدا کرسکتی ہے۔ جس سے یہ اشرف الخلق نوع پھر اَسْفَلُ السافلین کی صف میں شامل ہوجاتی ہے۔ اس تخریب اور فساد میں ناپاکی کے جراثیم کیونکر ہیں۔ اسکی تشریح طول وطویل ہے۔ اگر ہم پاک کے لفظ کو محض نجاست وغلاظت کی ضد سمجھیں تو قطعاً درست نہ ہوگا کیونکہ نجاست کی ضد طہارت ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ جس نجاست وغلاظت کو طہارت کی ضد قرار دیا جارہا ہے۔ اگر وہ انسانی جسم کے اندر مستور وموجود ہو تو محض ظاہری وضو یا غسل کے بعد اُسے مطہر تو کہا جاسکتا ہے۔ لیکن پاکیزہ نہیں کہا جاسکتا۔

تزکیہ کے لغوی معنے۔ مال میں زکوٰۃ دینا۔ پاکیزہ کرنا۔ اپنی تعریف پیدا کرنا۔ کسی سے زکوٰۃ لینا۔ کسی چیز کو بھرنا یا پُر کرنا

لیکن

قرآنی انداز میں اس کے صحیح معانی یُوں ہوں گے۔ یعنی خدا کی ربوبیتِ عامہ کا پیکر بن کر اپنی زندگی کے ہر فعل وکردار کو نقص شر فساد اور تخریب سے بچائے رکھنا۔ زکوٰۃ لینے یا دینے اور تعریف کے قابل بننے یا کائنات کے ہر فرد کو اپنے مال سے سیر کئے رکھنے کے صحیح وسائل اسی میں مضمر ہیں۔

نقص شر، فساد اور تخریب پیدا کرنے کی واحد طاقت اور قوّت

محض عَزازیل ہے جس کی تشریح یوں کی جاسکتی ہے :-

عَزازِیل۔ یہ دو لفظوں سے مشتق ہے۔ یعنی عزّاز + ایل

عزاز کے معنے سخت اور بیکار عنصر کچھ فائدہ نہ پہنچانے والا۔ بلکہ تخریب کی طرف مائل کرنے والا اور ایل کے معنے خدا کی پیدا کردہ قدرت۔

ابلیس اس کی توانائی کا نام ہے جس میں تخریب اور شر کی حسیات موجود ہیں۔ اس کے لغوی معنے رحمتِ خدا سے بے اُمید رہنے والی طاقت ہیں۔

حِکمتی خاصیت۔ شیطان۔ یعنی شیط + طان۔ اِن میں سے ایک ط کے حذف ہونے سے شیطان بنتا ہے۔

شیط کے معنے۔ جل جانا۔ راکھ ہوجانا۔ ختم ہوکر بے فائدہ ہوجانا۔ عجلت میں اپنے کردار کو ضائع کر بیٹھنا۔ اور طان کے معنے بھرا ہوا مقام گویا حکمتی لحاظ سے اس قدرت کا نام شیطان ہے۔

یہ طاقت اُسی طرح اس زمین پر مسلّط ہے جس طرح کہ خدا کی چار قدسیہ قدرتیں، فرق یہ ہے کہ یہ طاقت خود بخود قدسیہ قدرتوں کے نزدیک نہیں بھٹک سکتی البتہ انسانی جبر سے قدسیہ قدرتوں کے مرکز سے یا نیوکلس میں پہنچائی جاسکتی ہے۔ اور اس طرح الملاءِ الاعلیٰ کی قدسیہ قدرتوں کو ایک ہیبت ناک جنگ پر مجبور کردیتی ہے۔ جیسا کہ الملاء الاعلیٰ کی تشریح میں قرآنی آیات سے واضح کیا جاچکا ہے۔ اس

Marfat.com

طرح اُس نوری محاکمہ کو صفر میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اِسی لئے اُس کا حسابی نشان صفر (۰) ہے۔

مغرب نے اس کا نام ابھی تک غالباً کوئی مخصوص نہیں کیا لیکن مغربی حکمت کے مطالعہ سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ ایک طاقت کو ایٹم کی قدسیہ قدر تقسیم میں جبراً داخل کرنے سے ایٹم کو موجب ہلاکت بنا دیتی ہے۔ اور حیات بخش ایٹم کو تخریب کائنات کا پیش خیمہ بنا کر صفر کے برابر بنا دیتی ہے۔

لہٰذا اخلاقی معاشرتی اور روحانی جملہ خرابیوں کا باعث یہی ایک طاقت ہے۔ اسی کو ایٹم تخلیقی سے دور ہٹائے رکھنے کا نام تزکیۂ نفس ہے۔ رُوح (یعنی نظامِ طاقت و توانائی) سے جدا کئے رکھنے کا نام تزکیہ روح ہے۔ اور اسے معاشرتی اور اخلاقی زندگی سے دوچار نہ کرنے کا عمل تزکیہ معاشرت اور تزکیہ اخلاق ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا کی مفصل تشریح اگرچہ اپنے مقام پر آئے گی لیکن خدا کی مراد اس آیت سے محض یہی ہے کہ خدا رب العلمین ہے اس لئے انسان کو بھی رَبِّ انسانیت ہونا چاہیئے۔ خدا کی جس قدر صفات ہیں انسان کو بھی انہی صفات سے ممیّز ہونا چاہیئے۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ کے معنے بھی یہی ہیں۔ چونکہ خدا میں شیطانیت کے سوا باقی سب کچھ ہے۔ اس لئے انسان کو بھی شیطانیت کے سوا باقی تمام اعمال کو اپنانا ضروری ہے۔ خدا کے نزدیک اِسی عمل کا نام تزکیہ ہے۔

لہٰذا یُزَکِّیْھِمْ سے مراد بھی یہی ہوگی۔ کہ رسالت مآب صلعم انسانیت کو اس قدر پاکیزہ بنانے میں مصروف ہیں۔ کہ اُن میں شیطانی حیات کا کوئی شائبہ تک باقی نہ رہے اور وہ ہر لحاظ سے پاکیزہ ہو کر پاکیزہ خدا کی دوبدو ملاقات کے اہل بن جائے۔ نیز انسانیت تسخیر کائنات کے نصب العین پر پوری طرح عمل پیرا ہو سکے۔

سوئم:۔ علمِ کائنات

روزِ آفرینش سے انسانی شعور کے لئے یہ تجسّس بظاہر سطحی اور بلا مقصد نظر آتا رہا ہے۔ کہ کیا یہ کائنات جسے خدا نے اپنے مخصوص حساب سے صرف چھ دنوں میں اور ہمارے حساب کے مطابق کم از کم چھ ہزار سالوں میں حیرت انگیز طور پر بنا دکھایا فی الحقیقت ایک گھڑی یا مشین کی طرح پُرسکون اور خاموش عامل ہے؟ نوعِ انسانی شروع سے اِسے اسی ہیئت اور صورت میں دیکھتی چلی آ رہی ہے۔ شمسی اور قمری کرّوں اور اُن کی فضائی گردشوں نیز اُن کی نور افشانیوں کو بدستور ایک ہی رنگ میں دیکھتی رہی ہے۔ اس زمین پر رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا پیہم سلسلہ توجہ کو اس طرح مبذول کرتا رہا کہ باقی کرّوں اور سیّاروں میں دن رات کی قدریں کیا ہوں گی۔ ہر زمانے کا انسان اپنے زمانے کے حساب کے مطابق یہی سمجھتا رہا کہ روزِ آفرینش سے ہمارے دن رات یکساں مدت کے چلے آ رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی اِسی مقدار عرصہ میں چلے جائیں گے۔ سورج کی توانائیاں روزِ آفرینش سے ایک ہی حساب سے پڑتی چلی آ رہی ہیں۔ اور شاید آئندہ بھی اِس مقدار میں پڑتی رہیں گی۔ اس کا حشر قیامت کے دن کیا ہوگا۔ کیونکر ہوگا۔ نیز پہاڑوں دریاؤں اور سمندروں کا جو سلسلہ پہلی بار قائم ہوا۔ شاید اسی طرح قائم رہیگا۔

Marfat.com

یا آئندہ چل کر ان میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی رہیں گی۔

یہی نہیں بلکہ انسانی شعور کا آج تک خالقِ کائنات سے یہی سوال رہا۔ کہ اس کائنات نے کیونکر جنم لیا۔ یہ سورج اور چاند کے چھوٹے بڑے سیارے کیونکر بن گئے۔ کب بنے اور ان کا انجام بالآخر کیا ہوگا۔ اگر زمین انسانی تخلیق سے قرن ہا قرن پہلے بنائی گئی تو اس سے پہلے اس پر کس شکل وصورت کی خلقتیں آباد تھیں۔ آج وہ کیوں موجود نہیں۔ خود انسان کیونکر اس زمین پر بسایا گیا۔ اس کی تخلیق کی غرض وغایت کیا تھی۔ اگر پہلی اُمتیں اس صفحۂ ارض سے نابود ہوگئیں تو کیا انسانی نوع کا قرار ابدی ہوگا یا یہ بھی فانی مخلوق ہے۔ اگر فانی ہے تو ایسی فانی انواع کو یکے بعد دیگرے جنم دیتے رہنے میں کیا غرض وغایت تھی۔ نوعِ انسانی کے دستور العمل کے بالمقابل سابقہ انواع کا دستور العمل کیا تھا کیا یہ کائنات اور خود ہماری زمین انقلابات سے دوچار ہوئی وہ انقلابات کس طرح اور کیوں وارد ہوئے۔ نہیں نہیں خدا کے یہ پیدا کردہ عناصر جن سے یہ تمام کائنات معرضِ وجود میں آئی کیسے اور کب پیدا ہوئے گویا اس مادی دُنیا کا آغاز کب سے ہوا۔ اور اس سے پہلے کیا تھا۔ اور اب وہ کہاں غائب ہوگیا۔ خدا نے سب سے پہلے کیا پیدا کیا پھر کیا اور علیٰ ہذا القیاس پھر کیا۔ گویا یہ کیا کیا کی انسانی جستجو اور اس کے شعوری سوالات کیوں سامنے آرہے ہیں۔ اور ان کے حل سے ہمیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

ہاں تو کائنات میں یہ لاتعداد پھیلی ہوئی مخلوق کیا کیا اور کیونکر آباد ہے۔ اُن کے رزق کے سامان کیا ہیں۔ شمسی کرّوں کی مخلوق کیونکر زندہ ہوگی قمری کرّوں میں کس قسم کی مخلوق ممکن ہے۔ یہ کرّے آپس میں کیوں ٹکراتے نہیں۔ ان کی حیات کے لئے ایک مضبوط سلسلہ کیونکر قائم ہے۔ ان میں کیا کیا خصوصیات ہیں۔ اور ان سے ہماری زندگی کا کیا تعلق ہے۔ یہ زمین وآسمان میں نوری نظام کیونکر قائم ہے۔ اُس سے انسان کو کیا فوائد اور دیگر انواع کو کیا حاصل ہو رہا ہے۔ اس میں قدسیہ قدرتیں کتنی ہیں۔ اور تخریبی قدرت کس لئے اور کیونکر ہے۔ دیگر توانائیوں کا نظام اور اُن سے کائنات کی جملہ خلقتوں کا رشتہ کیونکر ہے۔ کیا ہم اور ہماری زمین اور اس کی تمام اشیاء یہ آسمان اور اس کے لاتعداد کرّے اور اُن کی تمام خلقتیں محض بے فائدہ، بلا مقصد اور باطل ہیں۔ انسانی شعور کے لئے اِن کا وجود کس قسم کے غور وفکر کا متقاضی ہے۔ نہیں بلکہ انسان کو اِن تمام موجودات پر غور وفکر کی ضرورت لاحق ہے بھی یا نہیں۔

ہاں تو اِس کائنات میں موت کے بعد حیات اور حیات کے بعد پھر موت اور علیٰ ہذا القیاس پھر حیات کیونکر ہے۔ یہ غیب اور الشہادۃ کیا ہیں۔ یہ نور اور ظلمت کس کا نام ہے۔ اِن کا وجود کہاں سے ہوا۔ الغرض یہ ہست وبود کی داستان کہاں سے شروع ہوئی اور کب اور کیونکر ختم ہوگی۔ اس کا مورخ کون ہے۔ اور اس کے پاس اسے منضبط کرنے کے اسباب اور ذرائع کیا ہیں؟

آپ نے دیکھا کہ اس کائنات کی داستان کس قدر طویل ہے۔ اور اس کے باب ایک عام انسان سے کیونکر لکھے جانے ممکن ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسے سمجھنے کے لئے ہمیں دو ذرائع کی ضرورت ہے۔ اوّل یہ کہ ہم اپنے شعور۔ غور وفکر اور فقہ وتدبّر کو ایک ایسی سطح پر لائیں جس سے ہمیں اس وسیع تر کائنات کا کوئی نہ کوئی حصّہ دکھائی دے سکے۔ دوم یہ کہ ہم کسی خارجی طاقت سے کچھ حاصل کر کے کائنات میں غور وفکر کیلئے قدم بڑھائیں یہ خارجی طاقت کہاں سے میسر ہوگی۔ خدا نے اِس کی نشان دہی سلسلۂ وحی سے کی ہے۔ جو روزِ آفرینش سے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی رہی۔ اس ضمن میں اگر آخری سلسلۂ وحی پر غور وفکر کیا جائے۔ تو ہمارے خیال میں یہ طول وطویل مسافت ایک قلیل عرصے

Marfat.com

میں طے ہو سکتی ہے۔ چونکہ وحی کو سمجھنے کے لئے "تزکیہ" کی ضرورت لاحق تھی اس لئے خدا نے حروفی کتاب کے بعد تزکیہ کی منزل منتخب فرمائی اس کے بعد کائنات کا علم شروع ہوا۔ اور اس کائناتی علم کو سمجھنے اور اسے اپنے اعمال میں لانے کے لئے حکمت و سائنس یعنی مشاہداتی نظریاتی اور تجرباتی اعمال کو علم کی ایک ترتیب وار زنجیر کے ساتھ منسلک فرما دیا۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے۔ کہ انبیاءؑ کے بعد کوئی فرد واحد سلسلۂ وحی کو کماحقہٗ سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہاں اگر اس ضمن میں علماء کی ایک مستقل جماعت قرینۂ خدا کے مطابق ایک پیہم اور مسلسل جد و جہد میں مصروف رہے تو عین ممکن ہے۔ کہ کئی صدیوں کے بعد اگرچہ اس عظیم کائنات کی تمام تر ہیئت کا علم نہ بھی حاصل ہو تو اس کا عشرِ عشیر تو ضرور حاصل ہو کر رہے گا۔ اور یہ فی الحقیقت ایک عظیم معجزہ ہوگا۔ قرآن عظیم نے اسی لئے ہمیں مندرجہ ذیل اطلاعات بہم پہنچائی ہیں۔ کہ ہم ان پر غور و فکر کے بعد انہیں نتیجہ خیز بنائیں۔

اوّل۔ ۳ : ۱۹۱ - اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں علم و دانش رکھنے والوں کے لئے ضرور بالضرور کئی اعجاز اور نشانات مستور ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (تسخیرِ کائنات اور اپنے حفظ و دوام کے لئے) اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے لیٹے فطرتِ خدا کا مطالعہ کیا کرتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی مخلوقات اور پیدائش کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں اور بالآخر جب کسی معاملہ میں وہ تلاش و تفتیش کے کسی مرحلے پر پہنچ جاتے ہیں تو حیرت سے پکار اٹھتے ہیں۔ کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ان تمام پیدائشوں کو بے فائدہ اور باطل ہرگز نہیں بنایا۔ (ہم ان معجزات کو دیکھ کر تسخیرِ کائنات کی منزلوں کو طے کریں گے اور اپنی سلامتی اور اپنے حفظ و دوام کے لئے ہر ایک سے کام لیکر تیری ملاقات کے لئے ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے رہیں گے) تیری ذات پاک ہے۔ (اس لئے ہم بھی پاک رہنے کی تمنا رکھتے ہیں یہی پاکیزگی ہر قسم کی آگ سے خواہ وہ ایٹمی آگ ہی کیوں نہ ہو اور جس کا عذاب مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ یعنی عناصر سے پہنچنے والا عذاب مراد لیا جا سکتا ہے بچا سکتی ہے) پس ہمیں ہر قسم کی آگ کے عذاب سے بچا۔

دوم۔ ۹ : ۱۲۲ - اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن یعنی کائنات میں امن پیدا کئے رکھنے کے مدعی سب کے سب غور و فکر کے لئے باہر نکل آئیں۔ تو پھر یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل آتے تاکہ دینِ فطرت میں غور و فکر اور سمجھ بوجھ پیدا کرتے (وَیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ) اور جب وہ اس غور و فکر کے بعد قوم کے سامنے آتے تو اپنے حیرت انگیز تجربات و مشاہدات کو قوم کے سامنے پیش کر کے (تخریبِ کائنات سے) اُسے ڈرا دیتے تاکہ وہ حذر کرتے (یعنی چوکنا اور ہمہ تن مصروفِ عمل رہ کر علمِ فطرت کے محاکمات پر تجربات کرتے اور اپنی فلاح و ارتقاء کے لئے نئی نئی ایجادات پیش کرتے۔)

جہاں تک ہم نے اپنی مختصر سی حیات میں کائنات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے اشارات کتاب کے مختصر صفحات پر غالباً صاف نظر آئیں گے۔ لیکن اختصار کے ساتھ حسبِ ذیل زائچہ قارئین کرام کے سامنے لاتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ ہم کچھ نہ کچھ اس

Marfat.com

کائنات کو سمجھ سکیں۔

کائنات کا شجرہ حیات

اوّل :۔ خَلَقَ الْمَوْتَ ۔ گویا اس کائنات سے پہلے موت تھی۔

وَالْحَیٰوۃَ ۔ پھر ہم نے کائنات کو پیدا کر کے حیات کی تخلیق کی۔

دوم ۔ یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ ۔ ہر چیز کو ظلمت سے نکالنے کا عمل شروع کیا گیا۔

اِلَی النُّوْرِ ۔ اور ظلمت سے نکال کر حیات بخش کائنات کے نور کی طرف لایا گیا۔ جو عناصر کو وجود میں لانے کے بعد ابدی ہے۔

گویا کائنات سے پہلے موت اور محض ظلمات کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ کائنات کو پیدا کر کے حیات اور نور کی فراوانی پیدا کر دی گئی۔ یہ موت کے بعد حیات کیونکر پیدا ہوئی۔

اوّل ۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ۔ ہم نے ہر عنصر کو ایک حیرت انگیز بھاری پانی میں سے جس میں تمام عناصر کا محلول موجود تھا علیحدہ علیحدہ کر کے زندہ کر دکھایا۔ پھر انہی عناصر سے بے شمار فلکی کرّے بنا دئے گئے۔ اِن عناصر نے ہی نوری قدسیہ قدرتوں اور تخریبی قدرت کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ (جو عناصر سے مادری مخلوق تھی)

الم : ۲۵ ۔ وَقَیَّضْنَا لَھُمْ قُرَنَاءَ فَزَیَّنُوْا لَھُمْ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَحَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِھِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ج اِنَّھُمْ کَانُوْا خٰسِرِیْنَ ہ

ترجمہ :۔ اور ہم نے اُن قدیم تعمیری اور تخریبی قدرتوں کی مخلوق کو بھی اُن کا (یعنی چھپی ہوئی مخلوقات (جن) اور سامنے نظر آنے والی مخلوقات (انس، کا) ہم نشین ٹھہرا دیا۔ اور ان (قدیم) خلقتوں نے اِس کائنات کو جو (آج) ان کے سامنے ہے اور آگے پیچھے پھیلی ہوئی صاف دکھائی دے رہی ہے ان کے لئے سنوار دیا اور اُسے زیب و زینت بخش دی۔ اور (اس طرح) اُن چھپی ہوئی خلقتوں (جن) اور سامنے نظر آنے والی خلقتوں (انس) کی امتوں میں اُن کی پیش رو قدیم قدرتوں کی مخلوق پر جزا و سزا) کا اعلان سچ کر دکھایا۔ اور یہ جن و انس کی اُمتیں تو (اُن انعام یافتہ اُمتوں کے بالمقابل) خسارے میں ہی رہیں۔

نوٹ :۔ مندرجہ بالا ترجمہ متقدمین کے ترجموں سے بالکل نرالا ہے جہاں تک یقین غالب آتا ہے یہ اس قدر صحیح اور مربوط ہے۔ کہ قارئین کرام خود ہی اس کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔ متقدمین نے قُرَنَا سے مراد محض شیطان (واحد) لیا ہے۔ حالانکہ شیطانی مخلوق نے اِس کائنات کو زیب و زینت قطعاً نہیں بخشی بلکہ وہ تو اِس کی تخریب کے درپے ہے۔ مزید برآں مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ کے معنے اُن کے اعمال کو جو انہوں نے اب کئے یا پہلے کئے فرمائے ہیں۔ لیکن وہ بھول گئے کہ اگر فی الحقیقت یہاں اعمال

Marfat.com

ہی مُراد تھے۔ تو جو اعمال وہ بعد میں کریں گے اُن کا بدلہ انہیں کیونکر ملے گا۔ اِس لئے یقین سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ اِن خلائی الفاظ سے مُراد فی الحقیقت وہی کائنات ہے جو ہمارے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چاروں طرف زیب و زینت اور خوبصورتی کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے۔ مزید برآں متقدمین کے ترجموں میں اور بھی مشکوک معنے موجود ہیں جن سے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ کے معانی کا ترتیب کے لحاظ سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ بہرحال چونکہ ان آیات میں قَيَّضْنَا لَهُمْ کے ساتھ کسی خاص نوع کا نام واضح نہیں کیا گیا اس لئے ہم قُرَنَاءَ سے مراد قدیم تعمیری اور تخریبی دونوں خلقتوں کو پیش کرنے میں حق بجانب نظر آتے ہیں۔ قرآن عظیم میں ایک اور مقام پر نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ کے الفاظ بھی آئے ہیں اس لئے ہمارے معانی اس کے نقیض ثابت نہیں ہوتے۔ اِس وضاحت کے علاوہ متقدمین نے حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ سے مراد قیامتی عذاب لئے ہیں۔ حالانکہ اس کے معنے صاف ہیں کہ اُن پر اعلان بالکل سچ ثابت ہوگیا۔ اگر بالفرض اِن الفاظ کے معنی قیامتی عذاب ہی درست ہیں تو یہ امر ظاہر ہے۔ کہ نہ تو جنوں پر ابھی قیامت آئی ہے۔ اور نہ انسانوں پر ہی۔ غرضیکہ متقدمین کے معانی نہ تو اِس آیت عظیمہ کے سیاق و سباق کے مطابق صحیح تصوّر کئے جا سکتے ہیں۔ اور نہ وہ بذاتِ خود قابلِ فہم سمجھے جا سکتے ہیں۔

الغرض اشیاء کے احیاء سے قبل قدرتوں کی تخلیق ثابت ہوتی ہے۔ جو آج بھی اس کائنات میں کارفرما نظر آتی ہیں۔ اِن کے بعد اِن کے ملائکہ تخلیق میں لائے گئے۔ اور ملائکہ کے بعد دیگر انواع جن میں جنّ یعنی چھپی ہوئی خلقتیں اور پھر بعد میں انس جن میں ظاہر نظر آنے والی اُمّتیں شامل ہیں۔ تعمیری قدرتوں سے سٰجدین کی ارواح اور تخریبی قدرت سے غیر ساجدین کی ارواح ظہور میں آئیں (لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ یا وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ) اس کے بعد ہر دو قسموں کی انواع میں رِجَالٌ اور نِسَاءٌ کا محاکمہ یکساں طور پر قائم ہوا۔ ($\frac{۷۲}{۵-۲}$) رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ اور رِجَالٌ مِّنَ الْجِنِّ) اس کے بعد پھر ان میں صاحبِ ارادہ اور شعوری انواع نے جنم لیا۔ اِنس کی انواع نے طین یعنی مٹی کے ایسے عناصر سے تخلیق پکڑی جو بذاتِ خود آگ پیدا نہیں کرتے۔ اور جن کی انواع نے ایسے عناصر سے تخلیق پکڑی جو بذاتِ خود آگ پیدا کرتے ہیں۔ (۱۵ : ۲۷-۲۶ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ) انس کی انواع کے لئے ایسے تمام عناصر یا جمادات و معدنیات کرتے اور جانور وغیرہ جو اُن کے کھانے اور مکین ہونے کے لئے مفید تھے حکمتی لحاظ سے جُدا جُدا مخصوص کر دئے گئے۔ اور جنّ کی انواع کے لئے جو مفید تھے علیحدہ کر دئے گئے۔ انس سے تعمیری اور پُرامن انواع ظہور میں آئیں اور جنّ سے تخریبی اور شر انگیز انواع اکثر پیدا ہوئیں۔ لیکن اگر انسان بھی تخریب کی طرف لوٹ جائے تو اُسے شیطان کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اور اگر جنوں میں سے کوئی تعمیر کی طرف لوٹ آئے تو اُسے انسان سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔ لہٰذا اس کائنات میں ارضی خلیفۂ اوّل پہلے ابلیس تھا جو اَلنّار کے بطن سے پیدا کیا گیا تھا۔ اور دوسرا خلیفہ ارضی انسان یا آدم ہوا جو مٹی کے بطن سے پیدا کیا گیا۔ ایک کی معزولی اور دوسرے کی تخت نشینی سے جو ذہنی کشیدگی ظہور میں آسکتی تھی۔ اُس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ ابلیس ابنِ آدمؑ کو گمراہ کر دینے میں پیش پیش ہے۔ گویا انسان اور ابلیس دونوں ارضی طاقتیں ہیں جنہیں تعمیر و تخریب کی کشمکش جاری ہے۔

Marfat.com

ہمارے بعض علماء نے جنّ اور انس کی انواع کو ایک ہی نوع کہا ہے۔ ممکن ہے ان کی تشریح صحیح ہو۔ ہماری تحقیقات میں جو کچھ آیا ہے ہم نے اپنے خیالات کا اظہار مندرجہ بالا الفاظ میں صاف کر دیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیات اور یُزَکِّیْهِمْ جن میں محض آیاتِ خدا یعنی خدائی اعجازات کا بیان اور قانونِ بقا یعنی ربوبیت عامہ کے سوا کچھ نہیں تھا کے بعد تیسرے مرحلہ پر علم کی باری سامنے آئی۔ یعنی یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ یا صحیفۂ فطرت کا علم اس میں علمی محاکمات اور نظریات صاف دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان علمی محاکمات اور نظریات کو سمجھنے اور ان سے خیر و برکت کے وسائل پیدا کرنے کے لئے ایک اور تجرباتی مشاہداتی اور عملی علم کی ضرورت تھی جسے خدا نے چوتھے درجے پر علمِ حکمت کا نام دیا ہے۔

چہارم۔ علمِ حکمت

آپ نے دیکھ لیا۔ کہ خدا نے انسان کے سامنے دو مختلف کتابوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک کتاب کائنات کی صورت میں ہمارے سامنے ہے اور دوسری حروف میں یعنی سطروں اور جملوں میں تحریر ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی رہی۔ گویا یہ کتاب فی الحقیقت اُسی صحیفۂ فطرت یعنی کائنات کا دیباچہ یا تمہید تھی جس نے ہمیں دو قسم کے عظیم علمی میدانوں میں داخل کرنا چاہا۔ دینِ اسلام میں صالح اعمال کی تشریح وہی ہے جو حضرتِ داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے عملی اعجازات سے اخذ ہوتی ہے۔ نوعِ انسانی کے لئے علم کی بخشش کیوں ضروری سمجھی گئی اِس کا جواب محض محاکمۂ تسخیرِ کائنات ہی دے سکتا ہے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ وحی کی اطلاعات کے مطابق علم صرف دو شقوں پر منقسم ہے۔ ایک کائناتی محاکمات اور نظریات سے وابستہ ہے اور دوسرا اُن پر مشاہداتی اور تجرباتی اعمال سے متشکل ہوتا ہے۔ ہمارے متقدمین نے ان دو علموں کا نام علمِ ہیئت اور علمِ حکمت و سائنس رکھا ہے۔ علمِ ہیئت پر غور و فکر سے خدا کی لاتعداد پیدائشوں کی نشان دہی اور ان کے دائرہ اعمال کا پتہ چلتا ہے۔ جن سے انسانی شعور مشاہدات تجربات اور نظریات میں داخل ہو کر نہ صرف اپنی بقا، حفظ و دوام اور امن و سلامتی کی راہیں تلاش کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ بلکہ جوں جوں ایجادات اور تخلیقات میں آگے بڑھتا ہے۔ یہی جستجو رکھتا ہے۔ کہ یہ کائنات قائم و دائم رہے امن و سلامتی پر قائم رہے۔ تاکہ وہ اپنے لئے اِس پر مزید غور و فکر کے بعد فلاح و بقا کے کئی اور اسباب بھی تیار کرے۔ یہی فلاح و بقا۔ ارتقا اور احیاء۔ غلبہ و استیلا کے اسباب تیار کرنا حکمت کے مترادف ہیں جن سے آگے چل کر تسخیرِ کائنات کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ انسان اپنی ایجادات اور تخلیقات کے بعد خلاّقی کے میدان میں قدم رکھتا ہے۔ اور خدا کو جو فی الحقیقت خلاّقِ عظیم ہے۔ اپنے صالح اعمال اور حکمتی کردار سے اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن ثابت کر دکھاتا ہے۔ اگر اِس کون و مکان میں محض خدا کی ذات ہی خالق ہوتی تو وہ اپنے لئے اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن کا اعلان کبھی نہ کرتی۔

علمی شعور پیدا کرنے کے لئے ہمیں نہ صرف اپنے پاکیزہ ذہن رسا سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ بلکہ علمِ نبوّت سے علم کے اشارات

Marfat.com

پاکر ایک صراطِ مستقیم ———— اور ایک پُرامن اور سلامتی کی شاہراہ کی تلاش بھی ضروری ہے۔ ورنہ ہمارے تمام اعمال اور ہمارے تجربات و مشاہدات تخریب کا شکار ہو کر ہمارے لئے جانی اور مالی تباہی کا موجب بنیں گے۔ اور ہم خسارے سے دوچار رہیں گے۔ اس لئے خدا کے نزدیک حکمت کی دو متضاد شاہراہیں قائم ہیں۔ ایک کی بنیاد خالص خدائی علم فطرت پر قائم ہے۔ اور دوسری کی بُنیاد تخریب کی ناہموار اور تباہ کن چٹانوں پر رکھی گئی ہے خدا نے اپنی زبان میں اس حکمت کا نام سحر رکھا ہے۔ جس کے معنی تخریبی سائنس ہے۔

حکمت عربی لفظ ہے جس کے بلمقابل انگریزی لفظ سائنس ہے (SCIENCE) ہمارا خدا اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ یعنی بہت زبردست سائنسدان ہے۔ ہمارا قرآن بھی وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ہے۔ یعنی یہ شہادت اور قسم سے دعویٰ ہے کہ قرآنِ عظیم بھی حکمت و سائنس کے محاکمات اور تھیوریوں سے پُر ہے۔ ہمارے پیغمبر صلعم کے متعلق بھی کتاب خدا کا یہ دعویٰ ہے کہ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ گویا رسالت مآب صلعم بھی تمہیں ربوبیتِ عامہ کے قواعد و ضوابط سمجھانے کے بعد الکتاب یعنی صحیفہ فطرت کا اور حکمت و سائنس کا علم بخشتے ہیں۔ اور ایسا حکمتی علم مزید سکھاتے ہیں۔ جس سے تسخیر کائنات ممکن ہے۔ کیونکہ یہ علم نہ تو تم سے پہلی کتابوں میں دیا گیا اور نہ سابقہ اُمتوں کو عطا ہُوا۔ اِسی لئے تم بھی اُسے قبل ازیں نہیں جانتے تھے۔ ادھر انسانی ارتقاء کے لئے خدا کی عظیم الشان بخشش بھی حکمت و سائنس قرار دی گئی۔ یعنی وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا یعنی جسے ہم حکمت و سائنس کا علم بخش دیتے ہیں۔ اُسے تو فی الحقیقت انسانی فلاح و بہبود کے لئے بے شمار انعامات اور خیر و برکت کے لاتعداد خزانے بخش دئے جاتے ہیں۔ گویا خدا کی نگاہ میں انسانیت کے لئے سب سے بڑا انعام حکمت و سائنس کا علم ہے جس سے نہ صرف تسخیر کائنات ممکن ہے۔ بلکہ نوعِ انسانی کی سلامتی فلاح و بہبود اور حفظ و بقا بھی وابستہ ہے۔

خدا نے اِن نُوری شاہراؤں کو مندرجہ ذیل آیات میں یوں واضح فرمایا ہے:۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلَامِ ۝

یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف حیرت انگیز نورانی توانائیاں اور کائناتِ فطرت آچکی ہے اللہ تعالیٰ ان دو عظیم الشان عطیات سے یعنی نور اور جس میں وہ نور تجلی ریز ہے یعنی کائنات سے سلامتی اور حفظ و امان چاہنے والوں اور پُرامن و استحکام راہوں کو تلاش کرنے والوں کے لئے رشد و ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

الغرض اِن علوم کو نوعِ انسانی کے حوالے کرنے والی سب سے برگزیدہ جماعت فی الحقیقت انبیاء کی ہے۔ جن کے طفیل اِس کائناتِ ارضی میں رشد و ہدایت کے دروازے کُھل گئے۔ اور آج مشرق و مغرب جو کچھ حاصل کر رہا ہے۔ اُنہی کے طفیل اور انہی کی دہلیز پر سرنیاز خم کر کے حاصل کر رہا ہے۔

Marfat.com

انبیاءؑ کی خصوصیات

انبیاء علیہم السلام کا برگزیدہ اور پاک گروہ اگرچہ بشریت میں سے ہی تھا۔ لیکن قدرتوں اور توانائیوں کے لحاظ سے اُن کا وجود عام بشریت سے یقیناً جداگانہ تھا۔ ان کے نفوس طیبہ میں خدائی انوار کی تجلّیات کچھ اس قدر فزوں تر تھیں کہ وہ ان کے طفیل خدا کی وحی کو سُن سکتے تھے بلکہ خدا سے سوال وجواب کا اعجاز بھی رکھتے تھے۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس کائنات میں خیر و شر کی توانائیاں موجود ہیں جس میں خیر زیادہ ہو وہ صالح اور جس میں شر زیادہ ہو وہ غیر صالح۔ لیکن جس میں محض خیر ہی خیر کی توانائیاں موجود ہوں۔ تو اُس کے وجود کے تمام صالح سوئچ (SWITCH) ہی اپنی توانائیوں اور تجلّیات کو دانشگاف کریں گے۔ خدا جملہ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ انہی صلاحیتوں کے طفیل اُس نے یہ تمام کائنات اور اُسے سمجھنے کے لئے تمام علوم انسان کے سپرد فرمائے۔ اور چونکہ خدا پاک اور منزّہ ذات ہے۔ اس لئے انسانیت میں سے بھی جو پاک اور منزّہ ہوگا اُس میں خدا کی کائنات کو سمجھنے اور اس کے علوم سے بہرہ ور ہونے کی صلاحتیں بدرجہ اتم ہوں گی آج مغرب کی تعمیر و تخریب سے ہل جل اقوام کا ہمارے عوام کی طبائع پر اس قدر غلبہ ہے۔ کہ اکثر مسلمان بھی وحی کے حقائق سے ناآشنا ہو رہے ہیں۔ حالانکہ اگر وحی کا سلسلہ اس کائناتِ ارضی پر نازل نہ ہوتا۔ تو یہ انسانیت نہ تو قلم کو سمجھتی۔ نہ لکھ پڑھ سکتی اور نہ یہ شعور ہی رکھتی کہ اس کائنات کو دیکھ کر اُس سے علمی روشنی حاصل کر سکے۔ یہ فیض و کرم محض انبیاءؑ کی برگزیدہ جماعت کے طفیل ہے۔ کہ انہوں نے اِس زمین میں رہنے سہنے درجہ بدرجہ ارتقاء کی طرف قدم بڑھانے اور علومِ خدا سے بہرہ ور ہونے کے اسلوب اور ڈھنگ سمجھائے۔ اُن کے وجود اور اُن کی علمی صلاحیتوں سے انکار فی الحقیقت ایک کفرِ عظیم ہوگا۔

وحی کی حقیقت

نفسِ تخلیقی پر سمع و بصر اور افئدہ یعنی قلب و ذہن کے آلات اور عالمِ بیداری اور عالمِ خواب کی صورت میں روح کی نُورانیت جہاں حیرت انگیز اعجاز پیدا کرتی ہے۔ وہاں ایک اور مقام اُس پر ایسا پیدا ہوتا ہے جس کے مظاہر نہ تو بیداری کی حالت میں اور نہ خواب کی محویت میں رونما ہوتے ہیں بلکہ ان دو حالتوں کے بین بین ایک تیسری حالت میں روح کے عظیم الشان معجزات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اِس حالت میں نفسِ تخلیقی سراپا نفسِ مطمئنہ کی خاصیت میں پہنچ کر دو منزلوں کی طرف لپکتا ہے۔ پہلی منزل میں وہ خدا کی اُس وحی کو سُننے پر قادر ہو جاتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے محض کسی راز یا خبر کو افشا کرنے کے لئے بغیر کسی استدعا کے نازل ہوتی ہے۔ لیکن دوسری منزل انتہائی دُشوار اس لئے ہے۔ کہ اس میں کسی استدعا کے ساتھ رُوح اپنے نفسِ مطمئنہ کو لے کر از خود خُدا کی بارگاہ میں پہنچنا چاہتی ہے۔ اور حسب طلب خدا سے اپنے سوال کا جواب لینے کی متمنی ہوتی ہے۔ لیکن اِس انداز میں جب تک کوئی بشر خدا کی اِس منزل سے پُوری طرح آشنا نہ ہو اور

Marfat.com

اُس کے آداب اور قرینوں سے کماحقہٗ واقف نہ ہو۔ اُس وقت تک کوئی روح اپنے نفسِ مطمئنہ کو لے کر خدا کی بارگاہ میں نہیں پہنچ سکتی۔ یہ آداب اور قرینہ محض انبیاءؑ کو عطا ہوتا ہے۔ اِس لئے وُہی اِس سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ اِس وحی کو وحیِ نبوّت یا کتاب اللہ کہا گیا ہے۔

یوں سمجھئے کہ علمِ خداوندی کے حصول کے لئے اگرچہ ہر انسانی جسم میں کئی طاقتیں اور قوتیں ایک مستقل وجود میں اپنے اپنے مقام پر مستور ہیں۔ لیکن نہ تو یہ از خود تجلی ریز ہو سکتی ہیں اور نہ بیک بار تجلّی ریز ہو کر نفسِ تخلیقی میں تجلّیات کا ظہور برپا کر سکتی ہیں۔ جسم انسانی میں صالح عناصر کی بہتات ہو گی تو صالح نفوس کی فراوانی بھی ہو گی۔ اور اگر تخریبی عناصر کارفرما ہوں گے تو ان کے نفس بھی جسم انسانی میں ویسا ہی اثر پیدا کریں گے۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے ایک پاور ہاؤس کی مثال سامنے رکھ لیجئے۔ جس کے سوئچ بورڈ پر کئی قسم کے سوئچ (SWITCH) لگے ہیں۔ اُن میں کولر (COOLER) کے ہیٹر (HEATER) کے روشنی کے۔ اندھیرے کے سفید روشنی کے لئے۔ سبز و سُرخ روشنی کے لئے علیٰ ھذا القیاس ہر قسم کے سوئچ موجود ہیں۔ اب یہ پاور ہاؤس (POWER HOUSE) کے انجنیئر پر وابستہ ہے۔ کہ وہ جس قسم کے مظہر کی تمنا رکھتا ہے۔ اُسی کا سوئچ کھول دے۔ اور اپنی منشا کے مطابق لُطف اُٹھالے۔ لیکن اگر کسی سوئچ کی تار کسی وجہ سے ٹوٹ جائے۔ تو اس کے مظہر سے کوئی کیونکر فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہی حالت انسانی جسم کے پاور ہاؤس کی ہے۔ اس کے سوئچ بورڈ پر بھی نیکی برائی۔ شعور، علم، بلوغت اور موت وغیرہ کی توانائیوں کے سوئچ موجود ہیں جو محض انسانی طاقتوں کی تدریج ارتقاء اور اُن پر انسان کے ذاتی اعمال کے اثر سے کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے انسان محض ایک انجنیئر کی حیثیت رکھتا ہے۔ نہ کہ اپنی مشینری کا مُوجد اگر موجد ہی مشینری کے سوئچ بورڈ پر کوئی سوئچ لگانا مناسب نہ سمجھے تو انجنیئر جو مشینری کو محض چلاتے رکھنے یا اس کی توانائیوں سے لُطف اٹھانے کا اہل ہے کیونکر ایسی توانائی کا لُطف اٹھا سکے گا جس کا سوئچ مشینری میں موجود ہی نہیں۔

یہ ایک مثال تھی۔ اور اگر ہم اِس مثال پر غور کریں تو اِس نتیجے پر آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔ کہ جسم انسانی میں اس کی توانائیوں کے بٹن طاقتوں کی تدریج ارتقاء سے اور انسانی اعمال کی نوعیت کے مطابق خود بخود کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں۔ کئی بٹن بوقت تخلیق کئی تولید کے بعد کئی سِن بلوغت پر کئی عمر کی پختگی پر اور کئی اپنا وجود رکھنے کے باوجود بھی نہیں کھل سکتے۔ بلا حصول مقصد زنگ آلود ہو کر خود بخود ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن جُوں جُوں اور منزل بمنزل اِس خاکی وجود کے بٹن کھلتے ہیں اُن کی مخصوص قوتیں اور طاقتیں اپنا نرالے سے نرالا اعجاز دکھاتی ہیں۔

آپ نے خدا کے اس اعجاز پر کبھی غور کیا ہے۔ کہ عورت کے جسم پر پستان کا وجود بظاہر بچّے کو دودھ پلانے کے لئے وقف ہے۔ لیکن مرد کے وجود پر جس میں دودھ کی صلاحیتیں موجود ہی نہیں سینے کے دائیں بائیں عین اُسی مقام پر دو نشان حیرت انگیز طور پر موجود ہیں۔ خدا نے کیا اِن دو نشانوں کو عبث اور بے معنی بنایا ہے؟ ہرگز نہیں یہ بھی ایک عظیم الشان طاقت کے بٹن ہیں۔ عورت میں سِن بلوغت پر خود بخود کھل جاتے ہیں۔ لیکن مرد اپنے مرتے دم تک اِس بٹن کو کھول نہیں سکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے۔ کہ اُس میں خدا کی عظیم الشان بیرونی طاقتیں جنسی تبدیلی پیدا کر دیں۔ اور اِس طرح مرد کے یہ بٹن کھل جائیں۔ اور علیٰ ہذا القیاس عورت کے یہ بٹن بند ہو جائیں۔ اس لئے سمجھنا چاہیئے کہ اِن بٹنوں کے کھولنے یا بند کرنے میں بیرونی طاقتوں کا بھی ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ

Marfat.com

جہاں انسان کی اندرونی قوتیں کسی بٹن کو بند کرنے اور کھولنے کی مخصوص صلاحیت رکھتی ہیں وہاں انسان کا بیرونی ماحول بھی حیرت انگیز طور پر اعجاز دکھلا رہا ہے۔

اسی بیرونی ماحول کو دُرست رکھنے کے لئے خدا کے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ اُن کا کام محض یہی تھا۔ کہ وہ انسانی ماحول کو درست کر کے اس کے اندرونی ماحول میں تغیر پیدا کر دیں۔ اور اُن کی قوتوں کے وہ بٹن جو بند ہوں یا زنگ آلود ہو رہے ہوں۔ کسی نہ کسی کوشش سے کھول دیں۔ جسمِ انسانی میں نورانیت کا صرف ایک بٹن ایسا ہے۔ جو خدا کے بیرونی اعجاز سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ مرد اور عورت دونوں میں یکساں طور پر موجود ہے۔ اس کا اعجاز یہ ہے۔ کہ جب خدا کو کسی شخص پر کسی راز افشائی کی ضرورت ہو۔ تو اس کا بٹن محض ایک لمحہ کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جب مقصد پُورا ہو جاتا ہے۔ تو خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ اس بٹن میں نفسِ مطمئنہ اور روح کے انوار کے اتحاد سے خدا کی بیرونی توانائی کو گرفت میں لینے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے جسمانی سمع و بصر اور قلب و ذہن رضائے الٰہی میں مست و الست ہو کر فنا فی اللہ کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اس کی آنکھیں خدا کی آنکھیں اور اس کے کان اور قلب و ذہن کی قدرتیں خدا کی قدسیتہ قدرتوں سے براہِ راست منسلک ہو جاتی ہیں۔ یہی حالت اس مخصوص وحی سے منسوب کی جاتی ہے۔ یہ قلب و ذہن کا حیرت انگیز اعجاز ہے جس کا حصول عام انسانی طاقت سے بعید ہے۔

ہمارے مفکر آج تک یہی کہتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ نوعِ انسانی کے لحاظ سے عورت اور مرد کا مقام یکساں ہے۔ اِن میں فرق صرف یہ ہے۔ کہ مرد نسل کو برقرار رکھنے اور عورت نسل کو پیدا کرنے کے لئے مخصوص ہے۔ حالانکہ جب خدائے حکیم و عظیم کی حکمتوں پر نگاہ جمتی ہے تو پتہ چلتا ہے۔ کہ خدا نے تذکیر و تانیث کا حیرت انگیز کرشمہ مختلف خواص پر قائم کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عربی زبان میں بھی تذکیر و تانیث کا وجود حیرت انگیز طور پر موجود ہے۔ پرندوں اور جانوروں میں حتّٰی کہ جمادات اور نباتات میں بلکہ فلکی کروں اور خدا کی تمام موجودات میں یہ مسئلہ یکساں طور پر موجود ہے۔ (وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ) لیکن نوعِ انسانی میں اس کا جو عظیم الشان فرق موجود ہے وہ نہ صرف حیرت انگیز ہے۔ بلکہ خدا کی عظیم الشان حکمتوں کو بے مثال طور پر پیش کرتا ہے۔ یعنی مذکر میں وحیِ نبوت کا بٹن موجود ہے۔ لیکن عورت میں قطعاً ناپید۔ یہی وجہ ہے کہ عام وحی اور وحیِ نبوت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وحیِ نبوت محض برگزیدہ مردوں کو نصیب ہوئی لیکن عام وحی شہد کی مکھی سے لے کر امّ موسیٰؑ امّ عیسٰیؑ نیز زمین و آسمان جیسی خلقتوں کو بھی حاصل ہوئی۔ قرآنِ عظیم جا بجا اس کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اور کسی کو اس سے مُفر نہیں۔

جب کوئی برگزیدہ شخصیت وحی کے مقام علیہّ تک پہنچتی ہے۔ اور انوارِ خدا کی تجلّیوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کر لیتی ہے۔ تو اُس کے کان اور آنکھیں اس کے قلب و ذہن اگرچہ بظاہر وہی نظر آتے ہیں لیکن فی الحقیقت اُن کی توانائیوں میں ایک نیا عظیم انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ جس سے یہ اعضاء فطرتِ خداوندی کے تیسرے اور چوتھے اعجاز سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ تیسرے اعجاز میں برگزیدہ شخصیّت محض کلام خدا کو سننے پر قادر ہو جاتی ہے۔ لیکن چوتھے میں وہ نہ صرف کلامِ خدا کو سُن سکتی ہے۔ بلکہ سوال و جواب بھی کر سکتی ہے۔ قوّتِ ارادی کی یہ دو عظیم مثالیں ایسی ہیں جن کو عام انسانوں کا ذہنِ رسا نہ تو پہنچان سکتا ہے۔ اور نہ پُوری طرح اُس پر

Marfat.com

احاطہ کر سکتا ہے۔ ہاں صاحبِ وحی کو دیکھ کر ہم صرف یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صاحبِ وحی کی ہیئتِ جسمانی اور فکری انداز بدل رہا ہے پسینہ پھوٹ چکا ہے بدن کی عجیب کیفیت ہو رہی ہے ۔ نہ عام بیداری نظر آتی ہے نہ خواب کی محویت حیرت انگیز کیف و حال ہے۔ وحی کے الفاظ قلب پر اتر رہے ہیں۔ انہیں برگزیدہ شخصیت تو خوب غور و خوض سے سن رہی ہے۔ لیکن آس پاس بیٹھنے والے وحی سے کُلیتہً بے خبر ہیں۔ کوئی آواز سنائی نہیں دیتی ۔ اُن کی آنکھیں وحی لانے والی "قدرتِ قدسیہ کو دیکھ نہیں سکتیں۔ غرضیکہ ایک پر وحی خداوندی کی بارش ہو رہی ہے اور باقی بیٹھے حیرت و استعجاب میں غرق ہیں۔ کہ خدا کا پیغام کیا آتا ہے۔ وحی کے الفاظ کیا ہوں گے۔ خدا سے کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ اور ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ

ہم کہہ چکے ہیں اور جیسا کہ احادیثِ نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ عالمِ وحی کے وقت نہ تو عام بیداری کے اثرات نظر آتے ہیں۔ اور نہ خواب کے۔ یہ کیوں ہے۔ جہاں تک ہمارا ناقص فکر کام کرتا ہے۔ یہ ہے کہ وحی کی آمد کے وقت صاحبِ وحی کی کامل یکسوئی اور دُنیا کے تمام رشتوں سے کامل قطع تعلقی اِس لئے ضروری قرار پاتی ہے۔ کہ وہ خدا کی آواز کو غور و فکر سے سُننے میں سرگرداں ہوتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے۔ کہ محض یکسوئی کی کوشش سے ایک دُور بیٹھے انسان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اس کی حالت کو بھی دیکھ لیا۔ یکسوئی سے جہاں چھوٹے چھوٹے مسائل کا حل آسان ہو جاتا ہے وہاں لاینحل عقدوں کی گرہ کشائی بھی ممکن ہو جاتی ہے اسلئے غور و فکر کیلئے یکسوئی کا ہونا از بس ضروری ہے۔

مغربی اقوام کی اکثریت اگرچہ آج وحیِ خدا سے برگشتہ ہو کر حضرتِ مریمؑ اور حضرت اُمِّ موسیٰؑ کی وحی اور حضرت موسےٰؑ و حضرتِ عیسیٰؑ کی وحیٔ نبوت کو بھی ایک قِصّۂ پارینہ سمجھ رہی ہے۔ نیز وحی کے اعجاز سے بھی انکار کر رہی ہے۔ لیکن وہ دن دُور نہیں کہ دینِ فطرت میں اُن کی پُرامن کوشش بہت جلد اِس امر کو اظہر من الشمس کر دے گی۔ کہ اس کائنات میں یہ منتشر عناصر اور اُن کے ایٹموں، کائناتی قدرتوں اور اُن کے ملائکہ کی حیرت انگیز مخلوق میں خدائے حکیم و علیم کے لاتعداد حیرت انگیز اعجاز ایسے بھی مستور ہیں جن کی تحقیقات سے حقیقتِ وحی کے رازہائے دروں کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ابھی ابھی اُن قوموں کے ایک سچے اور دینِ فطرت کے پیرو نے مندرجہ ذیل تحقیقات کو پیش کر کے انسانی فکر میں حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اور وحیٔ خدا کو سمجھنے میں بہت سی آسانیاں پیدا کر دی ہیں :۔

محترم گلن او بلو (DR: GLENN – O – BLOUGH) جو غالباً امریکہ کے مشہور سائنسدان اور مفکر ہیں۔ اپنی کتاب جوہر کے کرشمے (ترجمہ محترم محمد سعید صاحب) کے صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں :۔

"جب پارے کے بخارات میں بجلی جاری ہو۔ تو روشنی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ایسی روشنی سے حرارت بالکل پیدا نہیں ہوتی اور اِس روشنی میں ایک نقص یہ ہے۔ کہ آپ اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ ایک ایسی روشنی کا ذکر جسے آپ دیکھ نہیں سکتے حیرت کی بات ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس روشنی کو ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں ہمارے کان بھی تو ہر قسم کی آواز سُننے کے قابل نہیں۔ غالباً آپ نے وہ سیٹی دیکھی ہوگی جس سے نکلنے والی آواز کُتّا تو سن سکتا ہے لیکن آپ خود نہیں سن سکتے۔ پارے کے بخارات سے

Marfat.com

خارج ہونے والی روشنی انسان تو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن بعض کیڑے مکوڑے اور دوسرے جانور اُسے دیکھ سکتے ہیں"

ایک مغربی عالمِ فطرت کے اِس حیرت انگیز حکمتی انکشاف کے بعد ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب ہماری یہ عام آنکھیں بعض روشنیوں کو دیکھ سکتی ہیں اور بعض قطعاً نظر ہی نہیں آسکتیں۔ نیز ہمارے ظاہری کان بعض آوازوں کو بخوبی سُن سکتے ہیں۔ اور بعض کو سُننا ہی محال ہے۔ لیکن اُن روشنیوں اور آوازوں کو انسان کے علاوہ دیگر مخلوق دیکھتی اور سُنتی ہے تو یقین پیدا ہوتا ہے۔ کہ نفسوں یا عناصر کے ایٹموں اور جوہروں کی حیرت انگیز ترتیب و ترکیب سے پیدا ہونے والے اعجاز کس قدر عجیب اور حکمت کُشا ہیں۔ کیا عجب کہ وحیِ خدا کے لئے بھی خدا نے اسی قسم کے اسباب اسی کائنات کے اندر مستور کر رکھے ہوں جن سے کوئی مخصوص شخصیت عین ضرورت کے وقت یا عام اجازت سے مستفیض ہو رہی ہو۔ لہٰذا یہ محاکمات نہ صرف مشرق کے لئے باعثِ غور و فکر ہیں۔ بلکہ مغرب کے لئے بھی انکارِ وحی کے متعلق توجہ طلب ہیں بہر حال یہ محض صناعِ عظیم کی حیرت انگیز حکمتوں کا اعجاز ہے۔ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

وحی کا اعجاز اکتسابی نہیں بلکہ آنے والے دَور کے ارتقائی اسباب پیدا کرنے کے لئے ٹھوس اشارات کا ایک خدائی ذریعہ ہے۔ اس لئے جو حقیقت آنے والے دَور کا انکشاف کرتی ہے۔ وہ اکتسابی کیونکر کہلا سکتی ہے۔ کسی گذری ہوئی حقیقت کا انکشاف تو انسان کے بس میں ہے۔ لیکن آنے والے دور کی پیشگوئی کرنا اکتساب سے ممکن نہیں۔ اِس لئے صاحبِ وحی کا انتخاب عوام نہیں کرتے بلکہ ذات باری کرتی ہے۔ (اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ۲۲/۵) ہاں عقل و فکر اور ادراکِ نفسانی کی رہبری یقیناً وحی سے ہوئی اور وحی سے ماورا عقل و فکرِ انسانی کا دائرہ عمل کہیں ممکن نہیں۔ اِس لئے تجربات اور مشاہدات کے بعد ایک تجلّی پہ اکتفا کرنا اور دوسری تجلّی کی آرزو پیدا نہ کرنا کفر ہے۔ ہاں سمع و بصر اور افئدہ کی حدُود جہاں ختم ہو جاتی ہیں وہاں سے وحی کی حدود شروع ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انسانی حکمت و سائنس اور عقل و فکر کو محض علمِ وحی کے تابع قرار دیا جا سکتا ہے۔

الغرض انبیائؑ خدا سے پیغامات۔ اشاراتِ فطرت و حکمت اور علمِ کائنات کے عظیم الشان محاکمات و آیات لے کر آئے۔ یہ اعجاز اس لئے نہ تھے۔ کہ اپنے آپ کو عام بشریت سے بلند و بالا اور جُداگانہ نوع تسلیم کرایا جائے۔ یا عام اور بے سمجھ انسانوں سے علمی مقابلہ کیا جائے بلکہ یہ اعجاز محض اس لئے تھے۔ کہ اُن کی اُمّتیں حکمتِ خداوندی کے اعجازات اور کارناموں کو بچشمِ خود دیکھ سکیں اور ان میں حکمت و سائنس کی ایک ایسی لگن پیدا ہو جائے کہ آگے چل کر وُہ بھی اِسی قسم کے اعجاز پیش کر سکیں اور تمام نوعِ انسانی کو خدا کے سچّے دینِ فطرت سے روشناس کرا کر انجامِ کار اِس کائنات میں نہ صرف اپنے حفظ و دوام کے اسباب پیدا کر لیں بلکہ کائنات کی امن و سلامتی کو برقرار رکھنے کی تگ و دو میں لگی رہیں۔ گویا انبیاءؑ نوعِ انسانی کو محض قوانینِ فطرت اور حکمتِ خداوندی کے راز افشا کر کے ایک ناطق جسد ان کو باشعور انسان بنانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔ اس لئے یہ

Marfat.com

برگزیدہ گروہ نہ صرف نسلِ انسانی کا نگران ثابت ہُوا بلکہ تمام کائنات کی محافظت کا مدعی بھی ثابت ہُوا۔ یہ برگزیدہ گروہ کائنات میں محض معلّم المخلوق کی حیثیت سے زندہ رہا۔ نہیں بلکہ تخریب۔ یعنی شیطانی کارناموں سے ہٹا کر خدا کی توحید سے بغل گیر کراتا رہا۔ یہ توحید کیا تھی۔ اور اس میں شرک کے معانی کیونکر ہیں۔ فی الحقیقت ہمارے لئے ایک بے حد پیچیدہ سوال ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ خدا وحدت میں ہے۔ لیکن اسی کائنات میں جو انواع پیدا کی گئیں اُن کا باعثِ تخلیق بھی وحدت میں ہے۔ جس کا نام خدا نے نفس رکھا ہے۔ (خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ) اس جوہری ایٹم کی وحدت میں اور خدا کی وحدت میں فرق یہ ہے۔ کہ جوہری ایٹم کو موت لازم ہے۔ لیکن خدا کو موت نہیں وہ حیّ و قیّوم ہے۔ (كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ) اور (اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ) خدا میں بھی حیرت انگیز تجلّیات موجود ہیں۔ اور نفس میں بھی لیکن خدا کی تجلّیات ہمیشہ دائم و قائم ہیں اور نفس کی تجلّیات کو تخریب کی ایک معمولی سی چوٹ نیست و نابود کر دینے کے لئے کافی ہے۔ لہٰذا اگر انسان محض نفس کی وحدت کا شکار ہو کر خدا کی وحدت سے انکار کر جائے یا اُسے بھول کر محض نفس ہی کو اس کائنات کا موجد اور خلّاق سمجھنے لگ جائے تو اُس نے ایک کبیرہ گناہ کیا۔ اُس نے شرکِ عظیم کیا۔ وہ اپنے خلّاقِ عظیم کو بھول گیا جس نے اس کے نفسِ تخلیقی کو بھی پیدا کر دکھایا۔ خدا کے ہاں اسی کا نام شرکِ عظیم ہے۔ کتابِ خدا کو شروع سے آخر تک دیکھ لیجئے یہی نتیجہ اخذ ہوگا۔

چنانچہ انبیاءؑ ہر آن اِس دُھن میں رہے کہ نفس کی تجلّیات سے روشناس کرا کر خدائے قدّوس کی تجلّیات کی طرف لے جائیں۔ ایک مثال کو پیش کر کے اصل کی طرف بُلا لائیں۔ جنابِ رسالت مآبؐ نے فرمایا تھا۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ گویا جس نے نفسِ تخلیقی کو بغور و فکر سمجھ لیا وہ خدائے حقیقی کی پہچان کی طرف لپک پڑا۔ اِس سے معلوم ہُوا کہ نفس کی پہچان بھی لازم ہے۔ اس کی ماہیتوں سے بہرہ ور ہونا بھی ضروری ہے۔

ہاں! تو انبیاءؑ کو خدا سے جو کچھ ملا۔ انہوں نے اُسے اپنی اُمّتوں کے سپرد کر دیا۔ اُس میں سے ایک ذرّہ بھر بھی اپنے پاس چُھپا کر نہ رکھا۔ اُس میں ذرّہ سا بخل نہ کیا۔ لیکن ناہنجار اُمّتیں اُسے ہر آن بھولتی رہیں۔ تخریب کا شکار ہوتی رہیں۔ اُن کو یکے بعد دیگرے پیغامِ خدا کی یاد دہانی ہوتی رہی لیکن وہ ہر آن کُفرانِ نعمت کا شکار ہوتی رہیں۔ انجام کار اُس پیغامِ خدا اور دینِ اسلام کی تکمیل کا وقت آیا۔ انسانی شعور اُس ارتقا کو پہنچا جس سے تسخیرِ کائنات ممکن تھی۔ لہٰذا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکت اِس کائنات میں جلوہ افروز ہوئی۔ اور خدائے قدّوس کی طرف سے اعلان ہُوا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ محمد صلعم کے معانی ہی بتلا رہے ہیں کہ وہ بے اندازہ تعریف و تحمید کا سرچشمہ ہے۔ انہیں محض تسخیرِ کائنات کے لئے معراج سے نوازا گیا۔ انہیں خدا نے تمام کائنات کی سیر کرا کر تسخیرِ کائنات کے لئے نوعِ انسانی کو ایک ایسی راہ دکھائی۔ جس میں انسانیت کی تکمیل تھی۔ جو مقصود و نصب العین تھا۔ اس لئے اِس آخری نبی کو آخری کتاب بھی ایسی دی گئی جس میں تسخیرِ کائنات کے تمام محاکمات اور وسائل موجود تھے۔ یہ وہ عظیم نسخہ ربانی تھا جسے من و عن انسانیت کے حوالے کر دیا گیا۔ اُس میں سے کچھ چھپایا نہیں گیا۔ قرآنِ عظیم اِس کا ثبوت یوں بہم پہنچاتا ہے:۔

Marfat.com

"اے محمد صلعم جو کچھ بھی آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ اُسے موجودہ اور آنے والی نسلِ انسانی تک پہنچاتے رہو۔ اور اگر اُسے پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا گیا۔ تو یاد رکھیں کہ آپ نے رسالت کے عظیم مقصد کو پورا نہیں کیا۔ آپ کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ بنا کر اس لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ آپ کو حکمت و سائنس سے جو عظیم الشان نعمت سپرد ہوئی ہے وہ فی الحقیقت تمام جہانوں کی انواع کے لئے رحمتِ خداوندی ہے۔ لہذا اِسے بھی تمام نسلِ انسانی کے لئے عام کر دو۔"

اگر کوئی پیغام فی الحقیقت عمل کے لئے ہوتا ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ قرآنِ حکیم و عظیم بھی عمل کے لئے بھیجا گیا۔ اُس پر عمل محض نماز روزہ حج زکوٰۃ اور خدا کو ایک ماننے تک محدود نہیں بلکہ اس کا ایک ایک حرف باعثِ غور و فکر ہے۔ اُس کی ایک ایک سطر اور آیت اعجاز ہے۔ ایک کو مان کر دوسری سے پہلوتہی کر لینا ماننے کے مترادف نہیں ہیں (اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ) خدا کو ایمان اور کفر سے ملے جلے اعمال منظور نہیں۔ خدا یہی چاہتا ہے۔ کہ اس پیغامِ قدسی کے ایک ایک حرف پر نظر جم جائے۔ اور جب تک اس کا مطلب پوری طرح سمجھ میں نہ آجائے آگے نہ بڑھا جائے۔ ہاں آگے اس لئے پڑھا جائے کہ اُس سابقہ لفظ کے معانی کا علم ہو سکے کیونکہ قرآن کے ہر لفظ کی تشریح یا اس کے معانی خود اُسی کے اندر موجود ہیں۔ اُسے ہر چند کسی بیرونی یا خود ساختہ لغت کی حاجت نہیں اِسے سمجھنے کی شرائط یہ ہیں۔ کہ اس کے ہر لفظ اور اس کی ہر آیت پر پوری طرح تدبر غور و فکر اور تفقہ سے کام لیا جائے۔

(۱) قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ۔

ہم نے قرآنی اعجازات کو محض ایسی قوم کے لئے پیش کیا ہے۔ جو فقہ میں مصروف رہتی ہے۔ اور ان پر غور و فکر کے بعد صحیح نظریات قائم کرتی ہے۔

(۲) اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔

آسمانوں کے مینہ اور مینہ سے روئیدگی اور سبز سبز کونپلیں اور کونپلوں سے جڑے ہوئے دانوں۔ کھجور کے لٹکے ہوئے گچھوں انگوروں کے باغوں زیتون کے جنگلوں اور تمام درختوں کے حیرت انگیز ملتے جلتے پھلوں کی تخلیق پر غور و فکر کے بعد اور خدا کی ان عظیم الشان حکمتوں کے طفیل جو عظیم الشان علم فطرت افشا ہوتا ہے۔ وہی کسی قوم کے لئے امن و سلامتی کا ضامن بن سکتا ہے۔

(۳) يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔

خدا کے تمام اعجاز محض ایسی قوم کی ارتقاء کے لئے سُود مند ہیں جو عقل و شعور اور علم سے کام لیتی ہے۔

(۴) لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ۔

اور یہ آیات ایسی قوم کے لئے سود مند ثابت ہوتی ہیں۔ جو ہر تخریب سے بچ کر رہتی ہے۔ (تقویٰ تخریب سے بچنے کا نام ہے)

Marfat.com

(۵) يُدَبِّرُ الْاَمْرَ وَيُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ۔

وہی خدا کسی تخلیق کے لئے اپنے نظامِ قدرت کی تدبیر کرتا ہے۔ اور پھر اپنے اعجازات کو تشریح کر دیتا ہے۔

(۶) اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔

یقیناً خدا کے کارہائے نمایاں بے شمار اعجازات پر مشتمل ہیں۔ جو محض ایسی قوم کو حاصل ہو سکتے ہیں جو غور و فکر کرنے کی عادی ہو۔

(۷) اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔

نیز جو عقل و شعور سے کام لیتی ہے۔ اسی کے لئے اعجازات کا انعام مخصوص ہے۔

(۸) اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ۔

اور جو قوم ان اعجازات سے سبق اور نصیحت حاصل کرتی ہے۔ وہی خلاقی اور ارتقاء کے میدان میں اُتر سکتی ہے۔

الغرض کتاب خدا کو سمجھنے کے لئے عقل و شعور۔ تدبّر اور تفقہ کی ضرورت ہے۔ علم اس کا آلہ کار تخریب سے اجتناب اُس کا اتّقاء۔ امن و غلبہ اُس کا ایمان اور کائنات سے کچھ سبق اور نصیحت حاصل کرنا اس کا ذکر ہے۔ جو شخص ان اصولوں پر گامزن نہیں وہ قرآن اور اس کے علوم کو سمجھنے سے قاصر ہے وہی عالم ہے جو اس پر غور و فکر کے بعد کوئی ایجاد اور اعجاز دکھاتا ہے۔ وہی متقی ہے۔ جو اپنے اعمال میں تخریب سے بچتا ہے۔ وہی ایماندار کہلانے کا حقدار ہے۔ جو غلبے اور امن و سلامتی میں ہے اور وہی ذکرِ خدا کا طالب ہے۔ جو کائنات سے کچھ حاصل کر کے اپنی اور کائنات کی سلامتی کا باعث بنتا ہے۔

دینِ فطرت، دینِ قیّم اور دینِ اسلام

قرآنِ عظیم میں غور و فکر کے بعد اگر کچھ پتہ چلتا ہے۔ تو یہی ہے۔ کہ خدا کی نگاہ میں دینِ فطرت دینِ قیّم اور دینِ اسلام فی الحقیقت دینِ خدا یا اس کے دین کی زنجیر (حَبْلُ اللّٰہ) کی مختلف تین سلسلہ وار کڑیاں ہیں۔ گویا دینِ فطرت سے دینِ قیّم اور دینِ قیّم سے دینِ اسلام پیدا ہو رہا ہے۔ دین کے معانی پر اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ ایک مخصوص طریق کار قانون یا لائحۂ عمل کا نام ہے۔ جس میں حسابی انداز سے عدل و انصاف کے گُر۔ ربوبیّتِ عامہ کے منصوبے اور فطرتِ خدا کے محاکمات سے منکشف ہونے والی حکمت و سائنس اور اس سے سچا نفع اور بدلا حاصل کرنے کے وسائل موجود ہوں۔ گویا دینِ خدا علمِ فطرت کی ایک عظیم الشان شاہراہ ہے۔ جس سے کائنات کی لاتعداد پیدائشوں کے علوم۔ نوعِ انسانی کو ایک صراطِ مستقیم پر درستی سے عمل پیرا اور قائم رکھنے والے علوم جن سے بالآخر ایسے حکمتی اور سائنسی علوم ظہور میں آتے ہیں۔ جو مخلوقِ خدا میں سلامتی امن اور خیر و برکت کا موجب بن کر انسانی ارتقا اور تسخیرِ کائنات کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ گویا کائنات کی پیدائش کے بعد نوعِ انسانی پر جسے اس زمین پر خلافت

Marfat.com

سے نوازا گیا۔ دینِ خدا کا عطا کیا جانا فی الحقیقت ایک عظیم احسان ہے۔ یہی دین ہر آن قدرتِ شیطان کی تخریب کاریوں سے بچانے کا کام دیتا ہے۔ کائنات کی سلامتی اور اس میں موجود لاتعداد مخلوقِ خدا کا حفظ و دوام نوعِ انسانی کا غلبہ اور استیلا۔ امن و ایمان کی حیرت انگیز حکمتیں اور برکتیں اِسی سے ظہور میں آتی ہیں۔ یہی دین اُن عظیم الشان علوم سے بہرہ ور کرنے کا مدعی ہے۔ جن میں قدسیہ قدرتوں کا علمی نظام اُن کے ملائکہ کا علم۔ ظلمت و نُور کا علم۔ موت وحیات کا علم۔ ایجاد و تخلیق کا علم شامل ہے۔ زمین پر خلیفہ یا کسی امّت یا نوع کا جانشین بننے کے لئے نوعِ انسانی کو جہاں سمع و بصر اور قلب و ذہن کی عظیم صلاحیتیں محض اس لئے بخشی گئیں کہ ان سے کام لیکر تمام علوم کی تصدیق عملی طور پر کی جائے۔ وہاں ایسے تمام علوم کی نشاندہی بھی کر دی گئی جن سے نوعِ انسانی ایک نُوری مخلوق ایک باہنر اور خلّاق امّت نیز پوری طرح ارتقاء یافتہ ہو کر تسخیرِ کائنات کے قابل بن سکتی تھی۔

تخریبِ کائنات کا شیطانی دیو ہر آن اِس خلیفۂ ارضی یعنی انسان کے خلاف اپنی ضد اور تعصّب پر اس لئے اڑا ہے۔ کہ کہیں یہ نوع دوامی زندگی حاصل نہ کر پائے۔ نیز اِس دلفریب کائنات کو اپنی تخریبی سرگرمیوں کی آماجگاہ بنا کر یہ ثابت کر دے کہ نہ بانس رہے گا اور نہ بانسری بجے گی۔ عین ممکن ہے۔ کہ یہی تخریب بالآخر اس کائنات کے انجام کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ اور اِس کے ساتھ ساتھ انسانی خلافتِ ارضی کا یہ دلفریب گہوارہ بھی فنا کے گھاٹ اُتر جائے۔ اسی خطرہ کے پیشِ نظر خدا نے اتمامِ حُجت کے طور پر اور نوعِ انسانی کی اس مہیب کشمکشِ حیات کے لئے ایک ایسا دین عطا فرمایا۔ جس پر شیطانی تخریب غالب نہیں آسکتی۔ نہیں بلکہ اس تمام کائنات کی بقا اور اس کا حفظ و دوام بھی قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اِس لئے ہم دھڑلے سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اِس کائنات کی فنا کا باعث محض ہماری تخریب پسندی ہی ہوگی اور قیامت سے پہلے فنا کا بگل یا صورِ اسرافیل اِسی کے طفیل بجے گا جس خدا نے اِس کائنات کو بے مثال طور پر خوبصورت اور دلفریب بنایا ہے اُسے خود ہی فنا کر دینے میں کیا حاصل ہوگا۔ اس لئے ہمیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ خدا کو فی الحقیقت یہ ساری کائنات بے حد پیاری ہے۔ اُس نے اسی لئے اِس کے قیام و دوام کے لئے پے در پے اپنے پیغام نازل فرمائے اور بالآخر نوعِ انسانی کے ساتھ اپنی دُو بدو ملاقات کا روح افزا مژدہ بہم پہنچا کر اُس کے حیات کا آخری نصب العین تسخیرِ کائنات قرار دیا۔ ہر آن امن بحال رکھنے اور مومن بنے رہنے میں یہی پیشِ نظر تھا۔ اور کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ کا منشا بھی یہی تھا۔ اِسی میں ہر امر سلامتی اسی میں غلبہ اور اِسی میں حفظ و دوام کے وہ تمام مراحل موجود تھے جن سے اسلام اور ایمان قائم کیا جا سکتا تھا۔

Marfat.com

فِطرت

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا ط لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ق وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ہ (۳۰ : ۳۰)

خدا کا یہ علمِ پیدائش کائنات وہ حقیقت کُشا علم ہے جس کے مطابق تمام نظریاتی انواع کو پیدا کیا گیا۔ اللہ تو اپنی خلقت میں (کوئی انواعی) تبدیلی نہیں کرتا۔ (گویا ہر نوع کو اس کی مخصوص شکل وصورت میں پیدا کرتا ہے) یہی دین فطرت فی الحقیقت ہر ایک کو ایک صراطِ مستقیم پر سیدھا چلائے رکھنے والا اور نگاہ میں درست رکھنے والا ارتقا پذیر دین ہے۔ ولیکن باوجود اس کے اس کی عظیم علمی حقیقتوں سے انسانی اکثریت بے بہرہ ہے۔"

گویا یہی دینِ فطرت فی الحقیقت دین قیم ہے۔ انسانی فلاح وارتقاء کے لئے ایک صراطِ مستقیم ہے۔ انسانی فہم وادراک کے لئے کمالات وایجادات کا سرچشمہ ہے۔ اسی میں سلامتی اور امن کے راز مضمر ہیں۔ اس لئے یہی دین فی الحقیقت دین اسلام ہے نوعِ انسانی کے سرخیل اور آدمیت کے رہبرِ اوّل حضرت آدمؑ سے لیکر آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاؑ کو یہی دینِ اسلام عطا کیا گیا۔ اِسی کی تبلیغ صفحۂ ارض پر یکے بعد دیگرے ہوتی رہی۔ لیکن افسوس کہ صرف چند فہمیدہ انسانوں نے ہی اِسے قبول کیا۔ جو خدا کے انعامات سے سرفراز ہوتے رہے۔ اِسے بھولنے والوں کی اکثریت اپنی کم علمی اور ضد کے سبب ہلاک ہو ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹتی رہی۔ واقفِ اسرار اور حکمت شناس افراد ہی اپنی سطوت وجبروت کا ڈنکہ بجاتے رہے۔ بے شعور اور کم فہم اکثریت ذلت ورسوائی کا شکار ہوتی رہی اجتماعی صورت میں کوئی قوم اپنی بقاء کا کوئی ایک نظریہ قائم نہ کر سکی۔ اس کی اکثریت فلاحِ انسانی کے لئے کچھ پیش نہ کر سکی۔ اس لئے ایسی اکثریت کمزوری اور نامرادی کی حالت میں سمٹ کر اپنے خاندانوں سمیت صفحۂ ہستی سے معدوم ہوگئی۔ غور سے دیکھا جائے تو آج بھی جن قوموں کی اکثریت اسرارِ خدا کی تجلّیات اور حکمتِ خداوندی کے آبدار موتیوں سے تہی دامن ہے حرفِ غلط کی طرح مٹ رہی ہے۔ وہی اِس سطحِ زمین پر خلافت غلبے اور استیلاؔ کی دعویدار ہے۔ جس کی اکثریت شعور اور علم و حکمت سے بہرہ ور ہے۔ وہی حکمران نظر آتی ہے۔ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ کا مطلب اِسی سے واضح ہے۔ مُنہ سے مسلمان، ایماندار اور اسلام کی رٹ لگانے والی قوم لیکن اکثریت کے لحاظ سے علمی اور شعوری طور پر فطرتِ خداوندی اور حکمت و سائنس سے ناآشنا ملّت کس منہ سے دعویٰ کر سکتی ہے کہ وہ دُنیا میں ایک غالب عنصر ہے۔ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ کی صف میں کھڑی

Marfat.com

ہے۔ امن وسلامتی کے گہوارے ہیں ہے۔ نہیں بلکہ شعور، علم اور حکمت کے بغیر مسلم اور مومن بھی ہے۔ محض بے رُوح نمازوں کو کاہلی اور سُستی کے ساتھ عادتاً تر خا لینے اور ایک ماہ بھوکا اور پیاسا رہنے کے بعد خدا کی غلبہ آفریں اور امن وسلامتی کی آماجگاہ یعنی اَلصَّلٰوۃ اور اَلصِّیَام کے حیرت انگیز اور فیض بخش نتائج سے بے پرواہ اور اپنی بے علمی اور بے شعوری کے عالم میں اپنی بقا سے ناآشنا قوم اپنے منہ سے مسلم یا مومن کہلاتی رہے تو اس کا نتیجہ مضحکہ انگیزی کے سوا اور کیا نکل سکتا ہے۔ ایسی قوم فی الحقیقت فریب خوردہ ہے۔ اپنے انجام سے بے خبر ہے حکمتِ خداوندی کی برکتوں اور ہدایتوں کا منہ چڑا رہی ہے۔ خدا کو اور غضب میں لا رہی ہے۔ منکرِ خدا بن رہی ہے۔ دینِ فطرت، دینِ قیّم یا دینِ اسلام سے سرتاپا باغی ہے۔ امن وامان سے برگشتہ ہے۔ غلبہ واستیلا سے ناواقف ہے۔ آیاتِ خدا سے عملی انکار کر رہی ہے۔ فقیہ اور مفکّر قطعاً نہیں۔ عالم اور عاقل قطعاً نہیں۔ اُسے فہم وادراک سے کچھ واسطہ نہیں۔ اِس صریح بغاوت کے باوجود اُس کی طرف سے مسلم اور مومن بنے رہنے کی حیلہ جوئی محض عبث اور ناکار برار حجت ہے نہیں بلکہ صریح ریاکاری ہے ؎

کیا دُنیا میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

اِدھر دیگر ادیانِ عالم میں بھی یہی کیفیت ہے۔ آج بحیثیتِ مجموعی کوئی قوم نہ تو مسلم اور مومن نظر آتی ہے۔ اور نہ فی الواقعہ کافر اور منکرِ خدا ہے۔ ہاں جس قوم کی اکثریت دینِ اسلام کی عملی طور پر تابع اور خدا کی صحیح معنوں میں فرمانبردار ہے وہی غالب کہلا رہی ہے۔ وہی خدا کی حکمتوں سے بہرہ ور ہے۔ وہی کچھ علمی شعور رکھتی ہے۔ وہی نہ صرف اپنی زندگی سنوار رہی ہے بلکہ ارتقاء میں اپنے قدم بھی آگے بڑھا رہی ہے۔ خدا کو کائنات کا موجد اور خالق مان کر اُس کے حکم کے مطابق اس کی تسخیر میں لگی ہے۔ خدا کی خدائی سے کچھ اخذ کر کے خدا کو عملاً مان رہی ہے۔ خدا کے رسولوں اور نبیوں کے معجزات پر یقین کر کے خود بھی معجزات پیش کر رہی ہے ہماری نگاہ میں اَکْثَرَ النَّاس کی یہی اقلیت فی الحقیقت خدا کے نزدیک مسلم اور مومن ہے۔ مفکّر اور عالم ہے۔ فقیہ اور ذاکر ہے۔ انسانیت کی فلاح وخیر کے لئے کچھ پیش کر رہی ہے۔ شعور سے کام لے کر اپنے بقا کے فکر میں ہے۔ فطرتِ خدا کا مطالعہ کر کے اور اس سے کچھ اخذ کر کے ایجاد وتخلیق کے دائرے میں قدم بڑھا رہی ہے۔ اور فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کی مصداق بن رہی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ یہی افراد کتابِ خدا کے علم کو اور انبیاؑ سے حاصل کردہ دین کو عملاً سچا ثابت کر رہے ہیں وہ وہی کچھ پیش کر رہے ہیں۔ جو انہوں نے انبیاؑ سے ورثہ میں پایا اس لئے وہ نہ صرف عملاً کتابُ اللہ کو مان رہے ہیں۔ بلکہ اپنے انبیاؑ کو بھی صحیح معنوں میں مان رہے ہیں۔

یہ لاتعداد شعوری اور غیر شعوری مخلوق یہ شمس وقمر اور اُن کے لاتعداد دوسرے کرّے ہمارے سامنے یہ غیبی اور ظاہر طاقتیں۔ یہ بحیثیت غَیب وَالشَّھَادَة قدرتیں۔ یہ نوعِ انسانی اور اس سے حیوانات جمادات اور نباتات کا گہرا رابطہ۔ خدا کی چار قدسیہ قدرتیں اور اُن کی توانائیاں یعنی ملائکہ یہ مُلْقِیَات یہ مَلَکُوْت اور مَلَكُ الْمَوْت۔ یہ عناصر اور ان کے جوہر نفس یا ایٹم یہ ارواح اور روح القدس اور ان کے بالمقابل شیطانی قدرت جو ہر آن نوعِ انسانی کے پیچھے لگی ہے کہ اُسے گمراہ کر دے۔ یہ السَّمَاء اور الْاَرْض یہ ہوائیں اور بجلیاں۔ یہ میزان اور وزن اور اُن کی حیرت انگیز کششوں سے سمندروں کے بطن سے اُٹھنے والے جوار بھاٹے اور مدوجزر۔ یہ رِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَة یہ اَلسَّقَر یہ شُوَاظ یہ یَحْمُوْم۔ زَبَانِیَہ اور مُسْتَنْفِرَة

یہ مَارِج اور مُوْرِیَات یہ اَلسَّعِیْر اور صَوَاعِق یہ رِیْحِ الْعَقِیْم اور صَاعِقَہ یہ رَعْد اور بَرْق یہ حُبُکْ اور کِسْفاً مِّنَ السَّمَاءِ وغیرہ اللہ کی فطرت کے تمام مناظرات ۔ مشاہدات اور محاکماتِ علمی جو شب و روز ہمارے شعور کو چونکا رہے ہیں کیا فی الحقیقت محض بے فائدہ اور عبث ہیں ؟ کیا خدا نے یہ تمام اعجازات اور کمالات (مَعَاذَ اللہ) کسی نوع کے مقابلے میں علمی اور فنّی تغلب کے لئے پیش کئے ہیں ؟ نہیں ہرگز نہیں ! ہم جب دیکھتے ہیں کہ خدا نے اپنی وضع کردہ فطرت پر ہی انسانی فطرت کو استوار کیا (فِطْرَتَ اللہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا) تو یقین ہے ۔ کہ خدا نے یہ معجزات انسان کے سامنے محض اس لئے پیش کئے ہیں کہ وہ بھی اپنی فطرت کی مماثلت خدا کی پیدا کردہ فطرت پر رکھتے ہوئے کچھ بنا کر دکھائے کوئی نئی ایجاد اسی کائنات کے کل پرزوں کی مدد سے پیش کر سکے نہیں بلکہ نوعِ انسانی بھی خدا کی ایجادات پر غور و فکر کر کے اور اُن سے سبق حاصل کر کے حیرت انگیز کارنامے دکھا سکے ۔ تاکہ روزِ آفرینش میں جن ملائکہ نے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا تھا ۔ انسانی کردار کو دیکھ کر خدا کے سامنے اپنے عجز کا صاف اقرار کر لیں ۔ اور جس شیطانی قدرت نے اُس کے مطیع و فرمانبردار ہونے سے عَلَمِ بغاوت بلند کیا تھا وہ بھی پشیمان ہو کر اس امر کا اقرار کرے کہ نوعِ انسانی فی الحقیقت خدا کے اعجازاتِ علیہ میں سے ایک بلند ترین اعجاز تھا اور اب اس کے لئے کوئی چارۂ کار باقی نہیں کہ وہ اُس کا پیچھا چھوڑ کر کسی اور کدّے کی راہ لے ۔

یہ امر تو اپنی جگہ قائم ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق دینِ خدا کو طوعاً و کرہاً مان رہی ہے ۔ (٣ : ٨٢) فطرتِ خدا کی اعجوبہ نمائیوں اور معجزات کو بچشم خود دیکھ کر ایک فیصلہ کُن یقین سے دوچار ہے ۔ کہ فی الواقع کوئی نہ کوئی عظیم ہستی (جس کا نام حتمی طور پر اللہ تعالیٰ ہے) یقیناً فاطرِ کائنات ہے ۔ اور یہ تمام کارخانۂ موت و حیات اُسی کے اشاروں پر رواں دواں ہے ۔ لیکن کیا یہ تعجب انگیز امر نہ ہو گا کہ خود انسان جسے دیدۂ عبرت نگاہ بخشے گئے ۔ سماعت اور قلب و ذہن کے معجز نما آلات سے مزیّن کیا گیا خدا کی کائنات میں یہ سب دیکھتے اور محسوس کرتے ہوئے اندھا رہے ۔ اُس سے کچھ حاصل نہ کرے ۔ بے شعور اور بد کردار بنا رہے ۔ اِس کائنات میں مزید کسی ایجاد و تخلیق کا باعث نہ بنے ۔ اور بے شعور و بے علم کہلائے ۔ نیز خدا کی حکمتوں کو بروئے کار نہ لائے ۔

یاد رکھئے

دینِ فطرت یا حکمت و سائنس کا علم کسی مخصوص انسانی گروہ کے لئے وقف نہیں ۔ اس کے لئے کوئی خاص قوم یا اُمّت مختص نہیں ۔ اِس حکمت کُشا دین کو لانے والے پیغمبرِ اعظم صلعم محض ہم کلمہ گو افراد کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لئے بشیر و نذیر بن کر آئے ۔ وہ خَاتَمَ النَّبِیّٖن ہونے کے ساتھ ساتھ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن بھی ہیں ۔ لہٰذا وہ تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے اور ان کی کتاب تمام بنی نوع انسان کے لئے یکساں طور پر ہدایت بخش ہے ۔

١٥٨ : ٢٠ - قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (ص) فَاٰمِنُوْا بِاللہِ وَرَسُوْلِہٖ

Marfat.com

النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

ترجمہ:- اے نبی آخرالزمان صلعم کہہ دیجئے کہ میں تو تم سب انسانوں کی طرف (بلا تخصیص رنگ و نسل اور ملک و وطن) خدا کا رسول بن کر آیا ہوں۔ اُسی خدا کی طرف سے جس کے قبضۂ قدرت میں آسمانوں اور زمین کا وسیع ترین ملک ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اور اس کے ایسے رسول پر جو اُمّی ہے (اور آج تک ماسوائے قرآن کے کسی اور کتاب اللہ کو نہیں دیکھ سکا) اور فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے حیرت انگیز اعجازات کے طفیل تمہارے امن اور سلامتی کے لئے ایک عظیم الشان ماحول پیدا کر رہا ہے۔ لہٰذا اس امن کے پیدا کرنے میں اس کے ہمنوا بن جاؤ نیز خدا کے کلمات (یعنی محاکماتِ حکمت و فطرت) سے خود بھی ایماندار بن رہا ہے اور تمہیں بھی ایماندار بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا اُسی کی پیروی میں لگے رہو تاکہ تم حکمت و فطرت کی عظیم الشان شاہراہوں کو طے کر سکو اور ان سے رہبری حاصل کر سکو۔

۲۸: ۳۴- وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ:- اور ہم نے اے پیغمبر آپ کو تمام نوعِ انسانی کے لئے یکساں طور پر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اِس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔ (بلکہ آنے والے دَور کے مسلمان بھی آپ کو محض اپنے لئے مخصوص کر لیں گے اور دوسری قوموں سے منافرت کا بدترین جذبہ پیدا کر کے اُنہیں آپ کی اُمّت سے باہر سمجھیں گے) گویا اکثر النّاس کا اشارہ واضح طور پر موجودہ مسلمانوں کی طرف ہے۔ کیونکہ وہ اپنے سوا کسی اور قوم کو اُمّتِ محمدیہ سمجھتے ہی نہیں۔

(الحدید) هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ○

بنی نوع انسان کا خدا تو وہی ہے جو اپنے بندے محمدؐ پر واضح اعجاز نشانات و کمالات نازل کیا کرتا ہے۔ تاکہ تم سب کو اندھیروں کے عالم سے نکال کر نوُری محاکمات کے ماحول میں لے آئے۔

گویا رسولِ خدا صلعم تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔ وہ کسی مخصوص قوم اور مِلّت کے پیغمبر نہیں تھے بلکہ دنیائے شرق و غرب کی انسانیت کے لئے یکساں پیغمبر بن کر آئے۔ اُن کی لائی ہوئی کتاب اور اُن کے پیش کردہ فلسفۂ حیات اور اُن کی لائی ہوئی حکمت و سائنس کے دروازے تمام نوعِ انسانی کے لئے یکساں طور پر کھُلے ہیں۔ یہ انہی کا معجزہ ہے کہ آج مشرق و مغرب کے انسان ظلمت سے نکل کر نوُری محاکمات سے بہرہ ور اور ایٹمی توانائی کے حیرت انگیز اور حیات بخش نسخوں سے آشنا ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

آپ نے دیکھا کہ دینِ اسلام یا دینِ قیّم محض یہی ہے کہ کائنات میں غور و فکر کے بعد حکمتی نتائج حاصل کئے جائیں اور اِس امر پر یقین پیدا کیا جائے کہ زمین و آسمان میں کوئی چیز باطل اور ناکار برار قطعاً نہیں لہٰذا اِس کارخانہ فطرت کو باطل اور بیکار سمجھنے والی قوم ہی فی الحقیقت مُنکرِ خدا اور کافر ہے اور کائنات سے کچھ اخذ نہ کرنے والے ہی اسے فی الحقیقت باطل سمجھ رہے ہیں۔ اس لئے کیا اِس کفرانِ نعمت کی سزا انہیں بالآخر نہ ملے گی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

۳ : ۳۸ - وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ..... كَالْفُجَّارِ ۝

"اور ہم نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ اُن کے درمیان موجود ہے باطل و بیکار ہرگز پیدا نہیں کیا۔ یہ گمان وہی کر سکتے ہیں جو (اپنے زعمِ باطل میں اِس کائنات کے پیدا ہو جانے کے بعد اُسے فی الحقیقت بے کار اور ناکار برار سمجھ کر) کافر بن چکے ہیں۔ تو ایسے کافروں کی اِس نادانی اور جہالت کی وجہ سے اُن پر جہنم کی آگ (جس میں ایٹمی آگ السقر کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے) کیا ہی افسوسناک منظر پیدا کرے گی۔ اور کیا ہم ایسی قوم کو جو فی الحقیقت امن و سلامتی کے لئے تگ و دو کر رہی ہے۔ ایسی قوم کے ہم پلّہ سمجھ لیں جو زمین میں کاہل بے علم۔ بے حکمت اور بیکار عنصر بن کر ہر آن آمادہ فساد رہتی ہے۔ اور کیا ہم ایسے لوگوں کو جو عذابِ خدا سے (اپنی حکمت و سائنس سے کام لیکر) باقی اقوامِ عالم کو ڈرا رہے ہیں اُن فاسقوں اور فاجروں کے برابر کر دیں جو فی الحقیقت اپنے مقصدِ حیات سے ہی بے خبر ہو رہے ہیں۔"

۳ : ۱۹۱ - اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .... مِنْ اَنْصَارٍ ۝

ترجمہ:- آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلافات میں علم و دانش رکھنے والے انسانوں کے لئے ضرور بالضرور کئی اعجاز ہیں اور یہ ایسے لوگ ہیں جو اُٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے لیٹے فطرتِ خدا اور کائنات کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ نیز آسمانوں اور زمینوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں (وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اور بالآخر جب وہ کسی معاملہ میں تحقیق و تفتیش کے کسی مرحلے پر پہنچتے ہیں تو حیرت زدہ ہو کر بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں۔ کہ اے پروردگار تُو نے اِس کارخانۂ فطرت کو بے فائدہ اور باطل ہرگز نہیں بنایا۔ (ہم اِن معجزات کو دیکھ کر تسخیرِ کائنات کی منزلوں کو طے کریں گے اور اپنی سلامتی اور اپنے حفظ و دوام کے لئے کائنات کی ہر چیز سے کام لے کر تیری ملاقات کے لئے ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے رہیں گے) تیری ذات پاک ہے۔ (اِس لئے ہم بھی پاک رہنے کی تمنّا رکھتے ہیں یہی پاکیزگی) ہر قسم کی آگ سے خواہ وہ ایٹمی آگ ہی کیوں نہ ہو اور جس کا عذاب "مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ" یعنی عناصر سے پہنچنے والا عذاب مراد لیا جا سکتا ہے بچا سکتی ہے) پس ہمیں ہر قسم کی آگ کے عذاب سے بچائے رکھ۔"

گویا وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے عظیم الشان اور معنی خیز الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں کہ دینِ فطرت میں غور و خوض کے بعد ہی علمِ فطرت اور علمِ حکمت و سائنس کے عقدے انسانیت پر کھلتے ہیں اِسی حکمت و سائنس کی تلاش کے لئے مشاہدات۔ مناظرات اور تجربات کا ایک لامتناہی سلسلہ سامنے آتا ہے۔ پھر ان صالح اعمال کیلئے حیرت انگیز

Marfat.com

آلات اور ایجادات کی داغ بیل پڑتی ہے۔ تب کہیں انسان بے علمی بے خبری اور جہالت کی زنجیروں کو توڑ کر ایک عالم ایک ادنے خالق و موجد اور فاطر کی حیثیت اختیار کرتا ہے۔ نیز نہ صرف خود تجلیاتِ خدا سے منور ہو کر فطرتوں کی منتہائے اُولیٰ اور انجام کار منتہائے کبریٰ ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ انسانیت کے معراج کے لئے ایک لازوال شاہراہِ ارتقاء اور ملاقاتِ رب کے عظیم الشان وسائل باقی چھوڑ جاتا ہے۔

الغرض اِس کائنات میں حفظ و امن کا ماحول (یعنی ایمان) اسی گروہ یا قوم کو حاصل ہے۔ جو حکمت شناس ہے۔ کائنات میں غور و فکر کے بعد کچھ بنا رہی ہے۔ اِن صالح اعمال کا اجر اُسی قوم کو مل رہا ہے جو علمِ فطرت میں مہارت رکھتی ہے۔ حکمت و سائنس سے ایجادات و تخلیقات میں غرق ہے۔ دنیا والوں کو خیر و برکت سے نہال کر رہی ہے۔ (فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا) اِس محاکمۂ حفظ و امن اور حکمت و سائنس کے لئے کِس قوم کی تخصیص نہیں کسی کالے یا گورے کی تمیز نہیں۔ فطرت اور حکمت میں غور و فکر کرنے والے افراد کو ہی عالِم کہا گیا ہے۔ اور انہی کے لئے اجرِ عظیم لکھا ہے۔ وہی دُنیا و آخرت میں بے خوف و خطر اور بے حُزن و ملال زندگی گذارتے ہیں۔ یہی وہ افراد ہیں جو رسولِ خدا صلعم کی سچّی اُمّت میں شمار ہو رہے ہیں۔ خواہ وہ ظاہراً یہودی النسل ہیں، عیسائی ہیں یا ستارہ پرستی کا لیبل اپنے نام کے ساتھ چسپاں کئے ہوئے ہیں۔ وہی اپنے اعمال و کردار سے فی الحقیقت عملی صورت میں تمام انبیاء اور اُن کے معجزات کو مان رہے ہیں۔ کیوں کہ اُنہی کی تعلیم اور انہی کے مشترک دین پر چل رہے ہیں۔ خدا کا اعلان یہی ہے۔ کہ محض ایک ہی دینِ اسلام دینِ فطرت یا دینِ قیّم تمام انبیاء کو عطا فرمایا گیا۔ اس لئے اگر یہ عظیم المرتبت بندگانِ خدا اور علمائے فطرت کسی نہ کسی نبی کے لائے ہوئے دین پر چل رہے ہیں تو انہیں کافر اور بے دین کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ نہ صرف اپنے رسول کو عملی طور پر مان رہے ہیں بلکہ تمام انبیاء پر ایمان لانے کا ثبوت بھی بہم پہنچا رہے ہیں۔ خدا کا ارشاد ہے:۔

۴ : ۱۵۲ - وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہ

اور جو افراد خدا اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور اُن میں (یا اُن کی تعلیم میں) کسی قسم کا فرق پیدا نہ کیا (یعنی تمام کی تعلیمات سے حفظ و امن کے داؤ سیکھے) ایسے لوگوں کو وہ عنقریب (اُن کے حکمتی اعمال) کے صلے میں اجر عطا فرمائے گا۔ اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔

۲ : ۶۲ - اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ

جو لوگ حفظ و امن کے ماحول میں آ چکے ہیں (اٰمَنُوْا) یا یہودی۔ عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی خواہ

Marfat.com

کوئی شخص بھی اِن اقوام میں سے ہو) جو خدا اور روزِ آخرت کے ساتھ ایمان لاتا ہے۔ اور نیک اعمال بھی کرے گا۔ تو ایسے لوگوں کو اُن کے اعمال کا صلہ خدا سے یقیناً مل کر رہے گا۔ اور انہیں (دُنیا و آخرت میں) نہ کسی قسم کا خوف لاحق ہوگا۔ اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔ (اور خدا کے نزدیک ایسے افراد ہی اولیاء اللہ تصوّر ہوں گے کیونکہ یہ اوصاف اولیاء اللہ کے ہیں)

الغرض اِس کارگاہِ جہاں میں جو افراد اپنے پیغمبروں کے لائے ہوئے دین اور دین کے فرامین و احکام کی پاسداری میں لگے ہیں وہی سچے اسلام پر ہیں انہی کے لئے سلامتی کے دروازے کھُلے ہیں۔ اِس لئے ان اوصاف کے مطابق اُنہیں کافر یا بے دین کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

خدا تُجھے کسی طُوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تُو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

Marfat.com

علم اور حکمت کی قرآنی تشریح

اسلام میں کسی بات کو یا کسی محاکمے کو بلا سوچے سمجھے مان لینا درست نہیں۔ قرآن میں ہر بات کو سمجھنے کے لئے عقل وفکر غور و تدبر اور دلیل و برہان کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ لیکن یہ غور و فکر کیونکر ممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

۱۷ : ۳۶ - وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ٥

جن ذرائع سے تمہیں کوئی علم حاصل نہیں ہو سکتا اُن کے پیچھے نہ پڑو (علم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کن نظریہ تو یہ ہے) کہ بے شک (علمِ فطرتِ کائنات تو) محض تیری قدرتِ سماعت وقدرت بصارت اور قدرتِ قلب و ذہن سے ہی ممکن ہے۔ کیونکہ ہر معاملہ کی باز پرس اور اُن کے حکمتی فوائد کی چھان بین تو محض ان آلات سے ہی ہوا کرتی ہے۔

ان آیات سے ماقبل اور مابعد کئی ایسے معاشرتی اخلاقی احکام اور کائناتی محاکمات درج ہیں جنہیں خدا نے ان الفاظ سے واضح فرمایا ہے۔ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ط یعنی یہ انکشافات اور احکامات اُن ہدایتوں میں سے ہیں جو خدا نے تمہاری طرف حکمت کے علم سے وحی کئے ہیں۔

ہم خوب سمجھتے ہیں۔ کہ انسانی حواس میں سے سب سے پہلے سماعت کسی آواز کو سنتی ہے۔ اس بیرونی آواز سے آنکھ کو جستجو پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ آواز کے مبدا کو دیکھے۔ ان دو شہادتوں کے بعد یہ دونوں آلات اُس مخصوص واردات کو قلب و ذہن کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ذہن میں تصورات اور تخیلات پیدا ہوتے ہیں۔ مختلف سوالات اور اُن کے جوابات بھی سامنے آتے ہیں۔ ان سوالات کے بعد قلب و ذہن جس فیصلہ کن نتیجے پر پہنچتا ہے۔ اُسی کا نام خدا نے علم رکھا ہے۔

گویا جب تک خدا کے انکشافات اور احکامات کو سماعت بصارت اور افئدہ یعنی قلب و ذہن کے سپرد کر کے اُن سے فیصلہ کن نتائج اخذ نہ کئے جائیں اس وقت تک ان کا صحیح علم محال ہے۔ اور اُن سے رہبری ممکن نہیں۔ اب ایک اور حیرت انگیز سوال یہ ہے کہ چرند پرند کسی معاملے کا نتیجہ اُس نہج سے حاصل نہیں کر سکتے جس طرح انسان کسی معاملہ پر غور و خوض کے بعد حاصل کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا جواب بھی حکمتِ خداوندی کے نظریات اور محاکمات میں مضمر ہے۔ یعنی ہر جاندار کا نفس، یا جوہر یا تخلیقی ایٹم کسی نہ کسی مخصوص عنصر سے وابستہ ہے۔ اور جس قدر کوئی عنصر اپنے خواص میں بلند مرتبت اور عظیم فوائد کا حامل ہے۔ اُسی قدر اس کے جوہر یا نفس میں فوائد کی پہنات ہے۔ انہی فوائد کا یہ خاصہ ہے کہ ہر جاندار کی رُوح یا اس کے اندرونی نظامِ قدرت کی تجلیات اُس کے سمع و بصر اور

Marfat.com

افئدہ یعنی قلب و ذہن پر جُدا جدا اثرات پیدا کر رہی ہیں۔ یہ اعجاز فی الحقیقت انہی اثرات کا ہے۔ کہ انسان اس ارضی دُنیا میں اشرف المخلوقات ہے۔ احسنِ تقویم کے زمرہ میں ہے۔ اور تسخیرِ کائنات کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

علمی آلات یعنی سمع و بصر اور افئدہ کی تین مختلف حالتیں!

حکمتِ خداوندی کی رُو سے اِن تین جسمانی آلات کی عملی حالتیں بھی تین ہیں۔

اوّل ۔ حالتِ بیداری میں اِن کا کائنات میں عمل و دخل۔

دوم ۔ عالمِ خواب میں اِن تینوں کے مشابہ آلات کا حیرت انگیز عمل و دخل۔

سوم ۔ عالمِ بیداری اور عالمِ خواب کے بین بین اِن تینوں کے مشابہ آلات کا معجز نما عمل و دخل۔

حالتِ اول سب پر عیاں ہے۔ یعنی گناہ و ثواب کے تمام اعمال عالمِ بیداری میں سرزد ہوتے ہیں۔ یہ حالت انسانی نفسِ امّارہ اور قدسی روح کی کشمکش کا امتزاجی دَور پیش کرتی ہے۔ اگر نفسِ امّارہ نفسِ لوّامہ سے بازی لے جائے تو انسان روحانی کردار سے دُور ہو جاتا ہے۔ گویا نظامِ توانائی یعنی روح پر جسم کے اندرونی اچھے یا بُرے جوہروں کا اثر جسمانی توانائی کو سنوار یا بگاڑ سکتا ہے۔

حالتِ دوم ۔ رُوح اور نفسِ لوّامہ کی باہمی دوستی اگر مستقل صورت اختیار کرلے۔ تو رُوح کی تجلّیات سے انسان آنے والے واقعات اور آئندہ پیش ہونے والے حالات کو عالمِ خواب یعنی رؤیا صادقہ میں دیکھنے کے قابل بن جاتا ہے۔ لہذا اِن سچے حالات اور واقعات سے آگاہ ہو کر زندگی کے کردار کی صحیح تعبیر بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر روح اور نفسِ لوّامہ کی باہمی دوستی مستقل شکل اختیار نہ کرے۔ اور اُن میں نفسِ امّارہ کا دخل بھی ہو جائے تو ایسی حالت روح کے لئے رؤیائے کاذبہ کا باعث بنتی ہے۔ جن سے حقیقی علم کا کوئی حصّہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ دوسری صورت میں اگر نفسِ لوّامہ رُوح پر غالب آ جائے تو نظامِ توانائی کا رابطہ نفوسِ مطمئنہ سے قائم ہو جاتا ہے۔ اِس طرح روح کی تجلّیات سکون و اطمینان سے معمور ہو جاتی ہیں۔

حالتِ سوم ۔ عام انسانوں کی روحانی حالت عموماً حالتِ اوّل اور دوم سے دوچار رہتی ہے۔ لیکن اگر نظامِ توانائی کے ساتھ خالص سکون و اطمینان بخش جوہروں یا نفوس کا اجتماع پیدا ہو جائے یا روح کے ساتھ لوّامہ یا امّارہ جوہروں کا تعلق کلیتاً باقی نہ رہے تو ایسی رُوح رُوح القدس بن جاتی ہے۔ یہ حالت محض خدا کے برگزیدہ انسانوں یعنی انبیاء کے ورثہ میں آتی ہے۔ جس سے حقیقی علم کے سرچشمے وحیِ خدا کی صورت میں پھوٹتے ہیں اور چشم زدن میں انسانیت کو نہال کر دیتے ہیں۔ خدا نے قرآنِ عظیم میں ان تین حالتوں اور عناصری جوہروں کے تین حتمی خواص کو اِن آیات میں پیش فرمایا ہے:۔

اوّل ۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ ۔

Marfat.com

یعنی ایسے عناصری جوہر جو انسانی نظامِ توانائی کو بُرائی سے دوچار کر دیتے ہیں اور انسان روحانی حسیات کو ناکام بنا کر برائی یا تخریب پر قادر ہو جاتا ہے۔

دوم - وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔

یعنی نیکی اور بدی کے تمام مناظر بحالت بیداری اور بحالتِ خواب پیدا کرنے والے جوہر یا ایٹم جن سے نیکی کا احساس اور بدی سے بچنے کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔

سُوم - یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝

محض نیکی اور صلاحیت پر مطمئن کر دینے والے عناصری جوہر یا ایٹم جن سے انسانی رُوح یا اُس کا نظامِ توانائی معراجِ کمال تک پہنچتا ہے۔ یہی نظامِ توانائی خدا کی رضا کا فاتح اور مفتوح ہے۔ اسی سے ابدی اطمینان اور سکونِ قلب کی وراثت حاصل ہوتی ہے۔ اور انسان بالآخر وحیِ خدا اور الہاماتِ ربِّ قدیر کا اہل ثابت ہوتا ہے۔

الغرض علمِ خداوندی کے اِن ذرائع کی تشریح کے بعد علمی نتائج کی منزل سامنے آتی ہے۔ جو محض اعمال سے تعلق رکھتی ہے۔ اور علمی مشاہدات اور تجربات تک محدود ہے۔ جس کا نام خدائی زبان میں حکمت اور مغربی زبان میں سائنس ہے۔

حکمت یا سائنس

ہمارے علمائے کرام سائنس اور ٹیکنالوجی کے انگریزی الفاظ سنکر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور معاً فیصلہ دے دیتے ہیں کہ سائنس وغیرہ محض مادہ پرستی کا نام ہے۔ مغرب کی شیطانی ایجاد ہے۔ اس لئے اس کا دینِ اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن یہ کس قدر تعجب انگیز ہوگا۔ کہ خدا نے خود اپنی حکمت بالغہ سے مادّے عنصر اور ایٹم کی تخلیق کی اور اس کائنات میں ہر چیز انہی سے ایجاد فرمائی۔ جب خدا کی ذاتی حکمت اسی مادّے عنصر اور ایٹم پر استوار ثابت ہوتی ہے۔ تو یہی حکمت نوعِ انسانی کے لئے کیونکر کفر۔ مادّہ پرستی اور حرام کہی جا سکتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کے اِس افسوسناک نظریے کو اُس لُومڑی کے احساسات کے مطابق سمجھنا چاہیئے جو اپنی نااہلیت کی وجہ سے انگور کے گچھے تک نہ پہنچ سکی اور اس ناکامی پر یہ کہتے ہوئے چلتی بنی کہ انگور کھٹّے تھے۔ انہیں کھاتی تو بیمار ہو جاتی۔ وغیرہ وغیرہ

اگر فی الحقیقت غیر تو میں اِسی سائنس اور ٹیکنالوجی کو اپنا کر اپنے حفظ و دوام کے اسباب بنا رہی ہیں۔ اور ان کے نتیجے میں غلبہ کے انعام سے سرفراز ہو رہی ہیں۔ تو کیا یہ قرین قیاس نہ ہوگا۔ کہ دنیا میں امن اور غلبے کے وسائل فی الحقیقت اسی حکمت و سائنس میں مستور ہیں۔ یہ امن اور غلبہ کیوں ضروری ہے؟ نیز کیا خدا نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی ہے۔ کہ وہ امن اور غلبہ میں ہی

زندگی بسر کریں؟ ہمارے نزدیک قرآنِ عظیم کی یہ آیت بے حد قابلِ غور ثابت ہوتی ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ....

یعنی اے مسلمانو! ہر آن جہاں تک تمہاری استطاعت ہے، غلبہ آفرین قوت اور فوجی طاقت سے نیز اپنی چھاؤنیوں میں گھوڑے ٹینک بکتر بند گاڑیاں اور ہوائی جہاز اور اپنے سمندروں میں بحری جنگی بیڑے ہر وقت تیار رکھا کرو یہ اس لئے کہ تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر غلبہ کے طفیل ہیبت طاری رکھ سکو۔"

اِس کے علاوہ خدا نے قرآنِ عظیم میں یہ الفاظ کہہ کر ہمارے فکری شعور کو اور بھی چونکا رکھا ہے کہ "مومن وہی ہیں۔ جو غالب ہیں۔" "مومن ہی ہمیشہ غالب رہتے ہیں۔" "ہم نے کفار کی اکثریت پر مومنوں کی اقلیت کو غلبہ عطا فرمایا۔" وغیرہ وغیرہ

خدا کے یہ الفاظ ایسے ہیں جو ہمارے بقا اور حیات کے صریح طور پر چارہ ساز نظر آتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو قوم کے عدم وجود سے ہماری مسجدیں۔ ہمارا قرآن حکیم وعظیم۔ ہماری نمازیں۔ روزے زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔ کیونکر بحال رہ سکتے ہیں جب قوم نہ ہوگی مسجدیں کون آباد کرے گا۔ نمازیں کون قائم کرے گا۔ قرآن حکیم کون دیکھے گا۔ الغرض مسلمانوں کے وجود اور غلبہ کے بغیر خدا کا کوئی حکم باعثِ تعمیل نہیں بن سکتا۔ لہٰذا خدا کے ہر حکم کو بحال رکھنے کے لیے حکمت کی ضرورت ہے۔ ملی استحکام درکار ہے۔ ایک عظیم الشان حکومت کا قیام ضروری ہے۔ آپ نے دیکھا کہ حکم حکمت استحکام اور حکومت کے تمام الفاظ ایک ہی مصدر حکم سے نکلے ہیں۔ اس لئے کیا یہ امر ہمارے غور و فکر کے لئے کافی نہ ہو گا۔ کہ ہم اسی حکمت سے اپنا استحکام اسی حکمت سے خدا کے حکم کی تعمیل اور اسی حکمت سے اس کائناتِ ارضی میں ایک ایسی بے مثال اور غلبہ آفرین حکومت قائم کر کے دکھائیں جس سے خدائی دین کے دشمن اور خود ہمارے اپنے دشمن کپکپا اور تھر تھرا جائیں۔ اسی ہیبت سے خدا اور اُس کے دین کو تسلیم کر لیں۔ اور اس طرح نوعِ انسانی کے لیے اُمتِ واحدہ کا صحیح مقام پیدا ہو جائے۔

حکمت کا لفظ قرآنِ حکیم میں کم و بیش انیس ۱۹ بار مختلف مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ ہماری نگاہ میں انسانی لغت ہی اس کے معانی کو واضح کرنے میں کافی سمجھی جا سکتی ہے۔ مغرب نے اِس لفظ کے بالمقابل سائنس (SCIENCE) کا لفظ استعمال کر رکھا ہے۔ اور اس کے متعلق انسانی لغت میں جو معانی پیش کئے گئے حکمت کے معانی سے اس قدر مماثلت اور یک رنگی پیدا کرتے ہیں۔ کہ بالآخر یقین ہو جاتا ہے کہ مشرق و مغرب کے یہ دو الفاظ یعنی حکمت و سائنس فی الحقیقت ہم معنی اور ہم مطلب ہیں۔ آئیے اور غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

سائنس (انگریزی لغت میں)	حکمت (عربی لغت میں)
علم	علم
ترتیب وار اور پختہ تر حاکمانی علم	عقلمندی کا علم

Marfat.com

فہم و دانش سے تعلق رکھنے والا علم

کسی پیدائش کی حقیقت سے آگاہی کا علم

پختہ اور علمی محاکمہ جو ٹھوس نتائج کا ماخذ ہو۔

دانائی کے ضابطوں کا علم

علاج معالجے کا علم

وغیرہ

فطرتی اور کائناتی علم۔ قدیم علم۔ پائیدار قاعدوں اور مستحکم ضابطوں سے تحقیقات کا علم۔ ایک مخصوص انداز میں علمی تحقیقات اور قدرتی تحقیق پر چلنے والا فنی علم۔ تجرباتی۔ مشاہداتی اور نظریاتی علم۔

انسانی حیوانی نباتاتی اور جماداتی تحقیقات کا علم۔ عناصر کی تحقیقات کا علم۔ ایجادات اور تخلیقات کا علم

علم کی ایک عظیم الشان قسم۔ ہیئت کائنات کا تحقیقاتی علم۔

ریاضی اور قدرتی تاریخ کو پیش کرنے والا علم

علاج معالجے کا علم۔ ادویاتی تحقیقات کا علم

علم طبیعی یا طبیعیات۔ اقتصادیات و معاشیات کا علم۔

وغیرہ

الغرض لغت اگرچہ ہر دو الفاظ کے معانی کو واضح طور پر پیش کرتی ہے۔ لیکن ہماری تحقیقات میں حکمت کے صحیح معانی جو قرآنی آیات سے واضح ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں۔

کتاب فطرت سے اخذ کیا ہوا تجزیاتی اور مشاہداتی علم۔ کائنات کی مختلف پیدائشوں کو حفظ و امن میں رکھنے والا علم۔ انسانی معاشرت اخلاق اور ربوبیت عامہ کے صحیح اصول وضع کرنے والا علم۔ فہم و ادراک میں ایجاد و تخلیق کا ہنر پیدا کرنے والا۔ اپنی ذات اور خدا کی کائنات کو پختہ انداز میں سمجھنے کا علم۔ نفع و نقصان اور جزاء و سزا کے صحیح جائزے پیش کرنے والا علم غرضیکہ جسے علم کہا جا سکتا ہے۔ اُسی کا نام حکمت ہے۔

ہم بھولے بھٹکے اور دینِ خدا سے نابلد مسلمانوں نے اگرچہ غیر قوموں کی ایجادات کو آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اور ہم یہ بھی سمجھ رہے ہیں۔ کہ اُن پر کوئی نئی وحی نہیں اُتری جس کے طفیل انہوں نے یہ علمی اعجاز پیش کئے ہیں۔ لیکن ہمارے وہ عزت مآب جو اپنے آپ کو علماء کے خطاب سے بزعم خود نواز رہے ہیں۔ جب کبھی اُڑتے ہوئے ہوائی جہاز کو ٹیلی ویژن اور وائرلیس کے آلات کو چلتے ہوئے دیکھتے ہیں تو نہایت سادگی سے کہہ دیتے ہیں: ھٰذَا سِحْرٌ عَظِیْمٌ (یہ تو ایک بہت بڑی تخریبی سائنس ہے) ریڈیو اور ملوں کی عظیم الشان مشینری پر راکٹوں اور خلائی سیاروں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو چپکے سے یہ کہہ کر قومی شعور کو ختم کر دیتے ہیں کہ ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ (یہ تو ایک تخریبی قدرت کے اعمال ہیں) الغرض یہ اندوہناک

Marfat.com

معاملہ جو کئی صدیوں سے دینِ خدا کے ساتھ اِس ناہنجار قوم کی طرف سے درپیش ہے۔ اس قدر المناک صورت اختیار کر چکا ہے۔ کہ آج اِس قوم میں دینِ فطرت دینِ قیّم اور دینِ اسلام کا ایک عالم بھی نمایاں طور پر کہیں نظر نہیں آتا۔ لیکن اس کے برعکس مذاہب اور فرقوں کی ایجاد اس قدر عام ہے۔ کہ سُنی شیعہ وہابی مقلد اور غیر مقلد کے بندھنوں میں پھنسا ہوا مسلمان آئے دن نئے فرقوں اور نئی گمراہیوں کا شکار ہو رہا ہے۔ اور جو لوگ اِس فضا کو ہوا دینے اور اِس شرک کو قائم رکھنے میں پیش پیش ہیں۔ انہیں عالم کہا جا رہا ہے۔

ببیں تفاوتِ راہ از کُجا تا بکُجا

○

مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغِ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مُسلمانی
ہوا حریفِ مہ و آفتاب تو جس سے
رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ درخشانی

اقبالؒ

○

تقدیرِ اُمم

اور

علم، اُس کے ماخذ اور نتائج

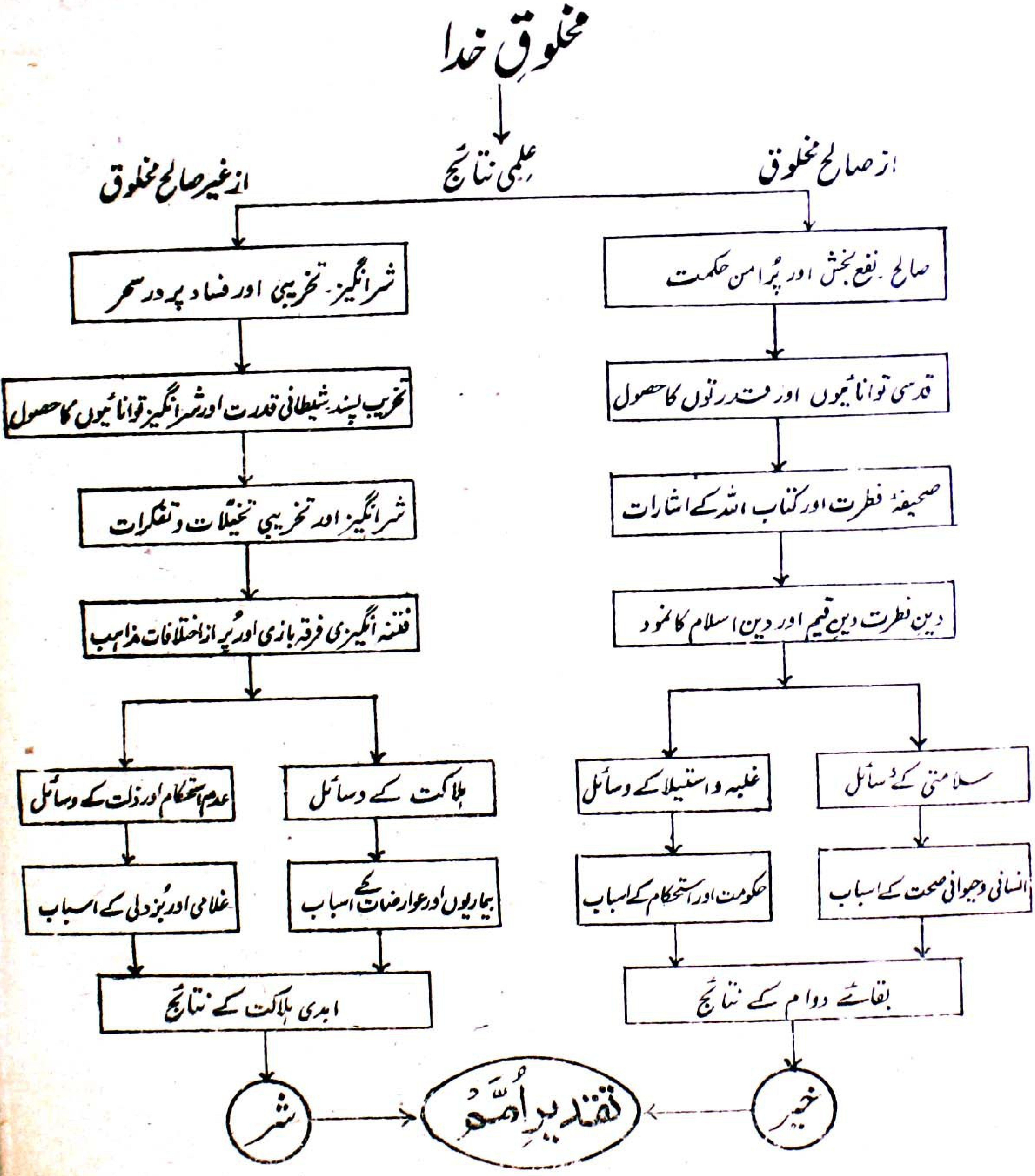

Marfat.com

غرضیکہ خیر و شر کے اعمال میں تقدیر امم کا پرورش پانا اس حقیقت کو پیش کرتا ہے۔ کہ نہ صرف صالح اور غیر صالح افراد کی جزا و ثواب کے دفاتر علیحدہ علیحدہ قائم ہو رہے ہیں بلکہ عناصر میں بھی صالح اور غیر صالح کی ترتیب جدا جدا ہے۔ اُن کے ایٹموں اور اُن کی توانائیوں کے اعمال بھی متضاد ہیں۔ یہ عروج و زوال کی داستان اور امن اور شر کی کشمکش فی الحقیقت ایک ایسے نتیجے پر پہنچاتی ہے جس سے شعورِ انسانی میں علم کی جستجو کا پیدا ہونا لابدی ہے۔ تاکہ ان دونوں میں تخصیص کی جا سکے اور ان دونوں کے نتائج کو پوری طرح سمجھا جا سکے۔ اسی علم کا نام قرآنی اصطلاح میں حکمت ہے جس کا انگریزی نام سائنس (SCIENCE) ہے۔

حکمت کے معارف اور فوائد

اِس باب میں محض اُن آیاتِ خدا کو پیش کیا جا رہا ہے۔ جن میں خدا نے حکمت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس لئے موزوں ہوگا کہ ہم سب اِن آیات پر غور و خوض کر کے کم از کم وہ نتائج اخذ کریں جن کا تعلق ہماری نشوونما اور ارتقاء سے ہے۔

۱۔ ۲ : ۱۲۹ - يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی دعا) کہ اس قوم میں ایک ایسا پیغمبر مبعوث فرما جو اُس پر کتاب خدا کی آیات پڑھے اور اسے صحیفۂ فطرت یعنی کائنات (الکتاب) کا اور حکمت کا علم بھی سکھائے اور اِس معجز نما عمل سے اُس قوم کو معاشرتی اخلاقی اور ربوبیتِ عامہ کے اعمال سے نواز دے اے اللہ تو تو بہت زبردست سائنس دان ہے۔

۲۔ ۲ : ۱۵۱ - يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

یہ پیغمبر (محمدؐ) اُن پر کتاب اللہ کی آیات پڑھتا ہے۔ اور اُن کو معاشرتی اخلاقی اور ربوبیتِ عامہ کے لحاظ سے پاک کرتا ہے نیز اُن کو صحیفۂ فطرت یعنی کائنات (الکتاب) اور حکمت کا علم بھی عطا فرماتا ہے۔ اور انہیں وہ علم بھی بخشتا ہے۔ جو وہ پہلے (کسی سابقہ کتاب اللہ کی وساطت سے) جانتے ہی نہ تھے۔ (یعنی علمِ تسخیرِ کائنات)

۳۔ ۲ : ۲۳۱ - وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۔

اور اللہ کی نعمت یعنی قرآن حکیم کا ذکر کرو جو اللہ نے آپ پر بطور انعام نازل فرمایا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جو صحیفۂ فطرت یعنی کائنات سے اور حکمت سے آپ پر نازل کیا گیا ہے جس سے نصیحت کئے جاتے ہو۔ سب کو ذہن نشین رکھو اور جان رکھو کہ خدا تمام عناصر کو پوری طرح جانتا ہے (بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ)

Marfat.com

(۴) ۳ : ۴۸ - يُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ط

حضرت عیسیٰ اُنہیں صحیفۂ فطرت (الکتاب) کا علم نیز حکمت کا علم اور اِن سے مزید تر توراۃ اور انجیل الیسی اللہ کی کتابوں کا علم بھی بخشتے ہیں۔

گویا پہلی کتاب صحیفۂ فطرت یا کائنات ہے۔ اور توراۃ اور انجیل خدا کی دہ کتابیں ہیں۔ جو بذریعہ وحی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئیں۔

(۵) ۳ : ۱۶۴ - خدا نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا ہے اور اُن میں اُن ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُن پر خدا کی آیات یعنی قرآنِ حکیم پڑھ کر سُناتا ہے۔ اور انہیں ہر لحاظ سے پاک بھی کرتا ہے۔ نیز اُن کو صحیفۂ فطرت یعنی کائنات اور حکمت کا علم بھی سکھاتا ہے۔

(۶) ۵ : ۱۱۰ - وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ج

اور (اے عیسیٰ) جب میں نے آپ کو صحیفۂ فطرت (الکتاب) اور حکمت کا علم بخشا اور ساتھ ہی ساتھ توراۃ اور انجیل جیسی کتابوں سے بھی روشناس فرمایا۔

(۷) ۶۲ : ۲ - هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ہ

وہی تو ہے جس نے سابقہ صحف خدا سے بے خبر انسانوں میں (اُمّیّین) محمدؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو اُن کے سامنے خدا کی آیتیں یعنی قرآنِ حکیم پڑھتے ہیں اور ان کو ہر لحاظ سے پاکیزگی کے اعمال بتاتے ہیں اور صحیفۂ فطرت یعنی کائنات (الکتاب) اور حکمت کا علم بھی بخشتے ہیں۔ اس سے پہلے تو یہ لوگ واضح گمراہی میں پڑے دن گذار رہے تھے۔

مندرجہ بالا آیات میں یتلوا کے الفاظ اُس کتاب کو واضح کرتے ہیں جو بذریعہ وحی انبیاء پر نازل ہوئی اور یُزَكِّيْهِمْ کے الفاظ محض پاکیزگی کو نہیں بلکہ تمام معاشرتی اخلاقی اور ربوبیّتِ عامہ کے اصولوں سے جو پاکیزگی پیدا ہوتی ہے پیش کرتے ہیں نیز الکتاب سے صحیفۂ فطرت یا کائنات مراد ہے۔ اور حکمت کے الفاظ اُس علم کے متعلق وارد ہوئے ہیں جو کائنات پر مشاہدات اور تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔ اور ٹھوس علمی محاکمات پیش کرتا ہے۔

(۸) ۲ : ۲۵۱ - اور داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا۔ اور خدا نے اس کو بادشاہی اور حکمت عطا فرمائی۔ (المُلْكَ وَالْحِكْمَةَ) اور جس ہنر اور فن کی اُسے ضرورت لاحق ہوئی اُس کا علم بخشا اور خدا لوگوں کو (شر اور فساد سے) ایک دوسرے کو ہٹاتے نہ رکھتا تو زمین تخریب کا شکار ہو گئی ہوتی۔ (لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ) لیکن خدا اہلِ عالم پر بڑا مہربان ہے۔

(۹) ۲ : ۲۶۹ - يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ ج وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ہ

Marfat.com

اللہ تعالےٰ علم حکمت جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۔ اور جسے علم حکمت و سائنس عطا کر دیا جائے اسے بے شمار بھلائیوں برکتوں اور فلاحی انعامات سے نواز دیا جاتا ہے۔

(۱۰) وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ
رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ط

اور جب خدا نے تمام پیغمبروں سے (اور ان کی امتوں سے) (ان کے دورِ حیات میں) عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب یعنی کائنات سے اور حکمت کے علم سے کچھ عطا کر دوں پھر تمہاری امتوں کے پاس ایک ایسا رسول تشریف لائے جو اس امر کی تصدیق کرے جو تمہارے حق میں کتاب و حکمت سے عطا کیا گیا تھا تو تمہاری امتوں کو اس کے ساتھ مل کر امن و سلامتی کی راہیں تلاش کرنا ہوں گی اور (اس طرح امتِ واحدہ بن کر) اس کی ہر ممکن علمی عملی اور جسمانی مدد کرنا ہوگی۔

نوٹ :- یہ آیت بے حد قابلِ غور ہے۔ ہم نے اگرچہ اس کے معانی تشریح سے کر دیئے ہیں۔ لیکن جو امور اس میں قابلِ غور ہیں یہ ہیں کہ میثاق یا عہدنامہ انبیاء سے ہوا۔ اور وہ آخری پیغمبر سے پہلے رحلت فرما گئے۔ اس لئے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نبیوں سے عہدنامہ فی الحقیقت اُن کی امتوں سے تھا۔ جو آج بھی صفحۂ ارض پر موجود ہیں اس آیت کے ذریعہ خدا نے اُن سابقہ امتوں کو یاد دلایا ہے۔ کہ جب تمہارے انبیاء نے یہ اقرار کیا تھا۔ تو اب تم بھی ایک امت بن کر اس آخری رسول کے علم کے نیچے پناہ لے لو۔ اور امن و سلامتی حاصل کرو۔ نیز جو علمی ارتقاء اپنے انبیاء کی تعلیم سے آج تک تمہیں نصیب ہوا ہے۔ اسے بھی اس امتِ واحدہ کے علمی عروج کے لئے وقف کر دو۔ تمہاری امداد اسی طرح اس آخری پیغمبر کو یا اس کی آخری امتِ واحدہ کو حاصل ہو سکتی ہے۔ گویا اب اپنے اپنے فرقوں یا طبقاتی حدبندیوں کو بھول کر ایک ہو جاؤ۔ اور یک جان ہو کر علمی ارتقاء میں لگے رہو۔

(۱۱) ۴ : ۵۴ ۔ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ
مُلْكًا عَظِيمًا ۝

پس ہم نے آلِ ابراہیم میں سے (تمام انبیاء اور ان کی امتوں کو) الکتاب یعنی صحیفۂ فطرت اور علم حکمت و سائنس سے نوازا اور اُن کو حکمرانی کے لئے اور حکمت کے ارتقاء کے لئے ایک عظیم مملکت بھی عطا فرمائی۔ (گویا حکمت میں ترقی محض عظیم مملکت سے ممکن ہے۔)

(۱۲) ۴ : ۱۱۳ ۔ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ
تَكُنْ تَعْلَمُ ط

اور وہ تو محض اپنے نفسوں کو ہی گمراہ کر سکتے ہیں۔ اور تمہیں کسی عنصر سے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ) اور خدا نے تم پر ایک عظیم الشان صحیفۂ فطرت اور اس کا علم حکمت و سائنس بھی نازل فرمایا نیز تمہیں

Marfat.com

(اور) عظیم الشان عطیات کے باوجود، وہ علم بھی عطا فرمایا ہے۔ (جو تسخیرِ کائنات کے ضمن میں کام آتا ہے) جو تم پہلے جانتے ہی نہ تھے۔
یہ تم پر خدا کا بڑا فضل ہے۔

نوٹ:- گویا قرآن سے سابقہ کسی کتاب اللہ میں تسخیرِ کائنات کا مژدہ موجود نہیں اور یہ انعام محض آخر الزمان نبیؐ کے ورثہ میں آیا جو فی الحقیقت خدا کا بڑا فضل و احسان ہے۔

(۳) ۱۶ : ۱۲۵ - اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۝

اے پیغمبر اور اُس کی اُمّت آپ دُنیا کے ہر دَور میں انسانیت کو اپنے رب کی طرف یا اس کے قانون کی طرف اعمالِ صالح کے لئے حیرت انگیز علمی اعجاز سے یعنی ریڈیو ٹیلی ویژن۔ وائرلیس بولنے والی فلم۔ لاؤڈ سپیکر یا دیگر حکمتی ایجادات سے (بِالْحِكْمَةِ) (گویا ہر دَور میں جو بھی حکمتی ایجادات اِس کام کے لئے استعمال میں لائی جاسکتی ہوں اُن سے کام لے کر) بُلاتے رہو اور یہ تبلیغ حق ایسے بہترین انداز میں ہو کہ سنگ دل سے سنگ دل انسانوں کے دلوں کو نرم کر دے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی مناظرہ یا تبادلۂ خیالات پر اُتر آئے تو اس کے سامنے بہترین انداز اور بلند ترین معیارِ صداقت و تبلیغ کو ہاتھ سے نہ جانے دیجو۔

نوٹ:- آیت مندرجہ بالا کا مربوط ترجمہ اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ حکمت کے عظیم الشان لفظ کی پوری طرح سمجھ آجائے۔ اور موعظہ اور جادل کی صحیح تشریح قارئین تک پہنچ جائے۔

(۴) ۱۷ : ۳۹ - ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ط

(سابقہ تیرہ معاشرتی اخلاقی فطرتی اور ربوبیتِ عامہ کے قوانین تو فی الحقیقت) اے پیغمبر تیری طرف تیرے رب نے حکمت و سائنس کے عظیم الشان نظریات کے مطابق وحی کئے ہیں۔

(نوٹ:- اِن تیرہ اصولوں اور قوانین کی تشریح اپنے مقام پر آئے گی۔)

(۵) ۳۱ : ۱۲ - وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ط

اور ہم نے لقمانؑ کو (علم الابدان کی) حکمت و سائنس کا علم بخشا تاکہ خدا کا شکر بجا لائے (اور چونکہ اس حکمت میں انسانیت کو جسمانی فیض پہنچتا تھا) اس لئے ہمیں اُن کے ذاتی فائدے ملحوظ تھے۔ اور جو (اس ذاتی صحت و تندرستی کے لئے بھی کچھ نہیں کرتا) اور ناشکری سے کام لیتے ہوئے (بیمار اور مریض رہنا پسند کرتا ہے) تو خدا بھی اُس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر حال میں وہی سزاوار حمد و ثنا ہے۔

نوٹ:- گویا خدا کی شکر گزاری محض علم حکمت و سائنس کو کام میں لانے سے ممکن ہے۔

(۶) ۳۳ : ۳۴ - وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ط

Marfat.com

اے پیغمبر کی بیویو! تمہارے گھروں میں جو ذکر اور سبق دہرایا جاتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اعجازات کا جو قرآن سے اخذ ہوتے ہیں اور حکمت و سائنس کے عظیم الشان اعجاز کا مظہر ہے۔

(۱۷) ۳۸ : ۲ - ہم نے پہاڑوں کو اُن کے زیر فرمان کر دیا (یعنی وہ پہاڑوں کے جملہ عناصر سے کام لینا سیکھ گئے) اور صبح و شام (اُن عناصر کے طفیل حکمت و سائنس کے اعجاز دکھا کر) خدائے پاک کا ذکر کرتے تھے۔ (گویا خدا کا شکر بجا لاتے تھے) اور ہر اُڑنے والی مخلوق اور ایجاد کو بھی اُن کے زیر فرمان بنا دیا گیا تھا۔ اور (اُن کے حکمتی اعجاز سے) وہ اُن کے اِرد گرد اُن کی اطاعت گزاری کے لئے جمع رہتے۔ اور ہم نے (حکمت و سائنس کی ارتقا کے لئے) اُن کی مملکت کو مستحکم بنائے رکھا۔ اُنہیں حکمت و سائنس کا علم اِسی لئے بخشا گیا تھا (کہ وہ اپنی مملکت کو ایک عظیم برّاعظم تک وسیع بنا دیں) نیز اُنہیں (رعایا کے جھگڑوں کے فیصلہ کے لئے) حکمتی قوانین بھی بخشے گئے۔

نوٹ:- متقدمین کی تفاسیر کے مطابق اِن آیات کا اطلاق قومِ نوحؑ - عاد - فرعون و ثمود اور قوم لوطؑ اور اصحٰبُ الْاَیْکَۃِ یعنی جنگلی لوگوں پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ قومِ داؤدؑ و سلیمانؑ تک یہی سلسلہ قرآنی اطلاعات کے مطابق ثابت ہوتا ہے۔ اِن حقائق سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بڑی بڑی مہذب اور مشہور اقوامِ عالم سے لے کر جنگل میں زندگی گذارنے والے بدوؤں اور جاہلوں تک ہدایت اور حکمت و سائنس کے علم کا سلسلہ جاری رہا۔

(۱۸) ۴۳ : ۶۳ - وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○

اور جب عیسیٰؑ واضح اعجاز لے کر آئے تو کہنے لگے کہ (اے قوم) میں تمہارے پاس یہ سب کچھ حکمت و سائنس کے علم سے لے کر آیا ہوں (یعنی مٹی کے چند عناصر سے کچھ بنا کر اُن میں گیس کا عمل پیدا کر کے پرندہ بنا لینا۔ کوڑھی اور اندھوں کو حیرت انگیز حکمتی علاج سے اچھا بنا دینا۔ ایسے مُردے کو جسے عوام مُردہ سمجھ کر قبل از موت دفن کر دیا کرتے ہیں قبر سے باہر نکلوا کر حکمتی علم اور علاج و معالجہ سے زندہ کر دینا۔ اور یہاں تک کہ عوام جو گھر سے کھا کر آتے یا اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھ آتے بغیر مشاہدہ کئے اُنہیں حکمتی علم سے بتا دینا وغیرہ وغیرہ یہ سب حکمتی علوم تھے) یہ اِس لئے کہ تم میں سے جو فطرت کے اعمال میں مشاہداتی اور تجرباتی اختلافات پر اُلجھے ہوئے ہیں اُنہیں حکمتی تشریح سے پوری طرح سمجھا دوں تو اللہ کی حکمتوں میں تخریب سے کام نہ لو (فَاتَّقُوا اللّٰهَ) اور حکمت کے صحیح اصولوں اور ضابطوں پر چلتے رہو (اطیعون)

(۱۹) ۵۴ : ۱ - جب وہ مخصوص گھڑی (تخلیقِ انسان کی) قریب آئی تھی (اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ) تو (قدیم قمری جنس کا عظیم کرّہ) اَلْقَمَرُ (یعنی موجودہ زمین یا اُس کی موجودہ قمری اولاد سمیت قدیم واحد کرّہ) پھٹ گیا۔ (تاکہ نوعِ انسانی موجودہ زمین اور اِسی قسم کی اور چھ زمینوں پر فضاؤں اور آب و ہوا کی مناسبت سے زندگی گذار سکے) اور اگر کافر (ہماری اُس قدیم حکمت عملی کے بعد) ایسا ہی اعجاز پھر دیکھیں (یعنی معجزۂ فطرت و قدرت سے کسی اور قمری کرّہ کا انشقاق کر دیں) تو

Marfat.com

(انسان اپنی کم علمی کے باعث) حقائقِ حکمت سے منہ پھیر کر کہہ دیں گے کہ یہ تو کسی تخریبی سائنس کا شعبدہ ہے۔ (سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ) اور وُہ اِس طرح (خُدا کی امن انگیز حکمت و سائنس کو) جھٹلائینگے اور اپنی خواہشوں کی پیروی کریں گے۔ (یعنی حکمت کے ربّانی قوانین و ضوابط کو پرکاہ کے برابر نہ سمجھیں گے) تو ہر کام کا وقت مقرر ہے (اور قمری نوع کا کوئی کرہ پھر شق ہو کر رہے گا) اُن کو (قمر کی قدیم تاریخ کی) سابقہ خبریں تو (اِس قرآنی اطلاع کے مطابق) مل ہی چکی ہیں۔ جن میں سراسر عبرت ہے اور اِس عظیم حکمتِ خداوندی کو سمجھنے کے لئے عظیم شعور بھی درکار ہے۔ (حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ) لیکن یہ ڈرانا اور شعور کی طرف متوجہ کرنا اُن کو کچھ فائدہ نہیں دیتا تو تم بھی اُن کی کچھ پرواہ نہ کرو۔ جس دن بلانے والا (قدرتِ قدسیّہ اسرافیل) اُن کو ایک ناخوشگوار عنصر کے ہلاکت خیز اعجاز کی طرف بلائیگا (یعنی ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم جس کے لئے انسانی حکمت نے ناقور اور صور کے آلات یعنی خطرات کے الارم ابھی سے بنا رکھے ہیں) تو آنکھیں نیچی کئے ہر انسان اپنے حجروں یا زمین دوز تہ خانوں اور دفاعی خندقوں سے نکل کر (ہلاک ہو جائے گا) جیسے بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ (اَجْدَاث)

نوٹ:۔ ہم نے اِس عظیم آیت کا ترجمہ مربوط اِس لئے کیا ہے کہ قارئین متقدمین کی تشریحات اور اِس حیرت انگیز تشریح کا بخوبی موازنہ کر سکیں۔ ہمارے متقدمین نے اِس آیت سے معجزۂ شق القمر ثابت کر رکھا ہے۔ حالانکہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ کے الفاظ سے ہی واضح ہے کہ یہ کوئی گذرا ہوُا ماضی کا معاملہ ہے جس کی خبر رسالت مآب صلعم کو دی جا رہی ہے۔ ہاں اِس لحاظ سے اِسے رسالت مآب کے حق میں معجزہ کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ کہ اُن کی رُوح نوعِ انسانی کی ارواح سے پہلے ایجاد ہوئی اور احادیث قُدسی کے مطابق کہ اے محمدؐ اگر آپ کو پیدا نہ فرماتے تو یہ کچھ بھی نہ بناتے اِس لحاظ سے چونکہ رسالت مآبؐ کی ذات نوعِ انسانی کی پیدائش کا باعث ثابت ہوتی ہے۔ اور نوعِ انسانی کی بقاء حیات کے لئے زمین کی فضاؤں اور آب و ہوا کو خُدا نے جب مناسبت بخشنے کا ارادہ فرمایا تو اُس قدیم القمر یعنی سالم زمین سے اُس کا ایک کرہ یعنی موجودہ قمر جو آج بھی اِسی زمین کے ساتھ ساتھ ارضی گود میں بیٹھ کر چکر لگا رہا ہے علیحدہ کر دیا گیا۔ یہی خُدا کی حکمتِ بالغہ تھی جس کے طفیل نوعِ انسانی کے لئے اِسی زمین پر بڑے بڑے سمندر اور پانیوں سے لدے ہوئے بادل اور حیات بخش گیسوں کو جنم ملا۔ اور ایک عظیم دھماکے سے نہ صرف موجودہ زمین کی محوری گردش کو قائم کر دیا گیا بلکہ اس میں دَوری گردش کا قیام بھی عمل میں لا کر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن اور سردی کے بعد بہار اور بہار کے بعد گرمی علیٰ ھذا القیاس موسموں کے عظیم الشان تغیّر کو محض نوعِ انسانی کے قیام کے لئے پیدا کر دکھایا۔ اور چونکہ نوعِ انسانی کا باعث اوّل وُہی احسنِ تقویم انسانؐ یعنی جناب رسالت مآب صلعم کی ذاتِ گرامی ہے۔ اِس لئے ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ شقِ قمر کا یہ حکمتی معجزۂ خُدا فی الحقیقت نوعِ انسانی کے باعث اوّل کے بعد تمام نوعِ انسانی کی حیات و بقا کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ گویا زمین کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ہی موجودہ قمر کی تخلیق ہوئی اور قمر کا قوام زمین کی انتہائی گہری اور قدیم چٹانوں سے عمل میں آیا۔ عین ممکن ہے کہ حکماء کو قمر کی تخلیق اس لحاظ سے زمین سے قدیم نظر آئے۔ مفصل تشریح اپنے مقام پر آ رہی ہے۔

Marfat.com

الغرض اِن اُنیس ۱۹ آیات سے حکمت کے متعلق جو کچھ ہم اخذ کر سکے ہیں اُس کا اختصار حسب ذیل سطور سے واضح ہے۔

(۱) حکمت کی ارتقاء کے لئے ایک عظیم مملکت کی شدید ضرورت ہے۔

(۲) تبلیغ حق کے لئے حکمتی آلات و ذرائع کی ضرورت۔ معاشرتی اخلاقی اور ربوبیت عامہ کے قوانین کے نفاذ کے لئے حکمت کا ہونا ازلبس ضروری ہے۔ جو ایک مستحکم حکومت سے ہی ممکن ہے۔ نیز ریاضی کے ٹھوس قانون بھی حکمت کے مرہون منت ہیں۔

(۳) تسخیر کائنات کا علم جو پہلے کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔ اس قرآن میں کہیں نہ کہیں ضرور مستور ہے۔ جس میں حکمت و سائنس کا ہی عمل و دخل ہے۔

(۴) خدا کی شکر گذاری محض حکمت و سائنس کے علم سے ممکن ہے۔

(۵) ہر ایجاد و تخلیق کا باعث اوّل حکمت و سائنس ہے۔

(۶) علاج و معالجہ کا علم بھی حکمت و سائنس کا ایک جزو ہے۔

(۷) علم قیافہ و تحقیق بھی حکمت کا مرہون منت ہے۔

(۸) حکمتی اعمال میں تخریب سے بچنا ازلبس ضروری ہے۔

(۹) فضاؤں اور آب و ہوا کا وجود۔ موسموں کا تغیر۔ سمندروں کا وجود۔ کائناتی کرّوں میں محوری اور دوری گردشوں کا قیام اور رات دِن کے عظیم اعجاز اِسی حکمت کے مرہون منت ہیں۔

(۱۰) انبیاءؑ کے معجزات بھی اِسی حکمت و سائنس کے علمی مناظر تھے۔ جن سے قوموں نے سبق حاصل کیا۔ اور وُہ خود بھی اِس قابل بن کر اُسی قسم کے حیرت انگیز معجزات پیش کر رہی ہیں۔ گویا انبیاءؑ کا علم محض نوع انسانی کی رہبری کے لئے تھا۔

حکمت کی دو ۲ مختلف قسمیں

اوّل :۔ امن پرور اور نفع بخش حکمت و سائنس۔

دوم :۔ شر انگیز اور تخریبی سائنس جسے خدا نے سحر کہا ہے۔

اگرچہ خلاق عظیم تعالےٰ نے اِس کائنات کی ہر چیز کو فی الحقیقت فائدہ مند اور نفع بخش بنایا۔ لیکن جیسا کہ تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ کہ اِس کائنات میں جہاں قدسیہ قدرتوں کا عمل و دخل ہے۔ وہاں ایک تخریبی قدرت بھی کام کر رہی ہے۔ جسے شیطان کہا جاتا ہے۔ خدا نے اِن دو متضاد قدرتوں کو پیدا کر کے انسان جیسی شعوری نوع کو بار بار جھنجوڑا کہ دُنیا میں امن کی پاسداری میں لگی رہے۔ غلبہ کے اسباب پیدا کر کے تخریب سے بچتی رہے اور اِس طرح نہ صرف مومن اور ایماندار بنی رہے بلکہ اسلام کے گہوارے میں رہ کر سلامتی اور حفظ و امان میں زندگی گذار سکے۔ اِن ضرورتوں کے لئے علم ہی ایک ایسا وسیلہ تھا جو انسان کی ہر مشکل میں کام آ سکتا تھا۔ اور انجام کار اُس کی آخری ارتقائی منزل جو تسخیر کائنات میں مضمر تھی

Marfat.com

طے کر سکتا تھا۔ چونکہ اس عظیم منزل میں لاتعداد سنگلاخ چٹانیں بیشمار کانٹے اور رکاوٹیں پیچدر پیچ موجود تھیں اس لئے اِن رکاوٹوں کا ہٹایا جانا محض شعور تدبّر اور عقل و فکر سے ممکن تھا۔ خُدا نے اِس شعور تدبّر اور عقل و فکر کا نام اَلْفُرْقَان رکھا ہے۔ جس سے امن اور شر۔ خیر اور تخریب میں تمیز ممکن ہے۔ اگر الفرقان کا نفاذ عمل میں نہ لایا جاتا تو سزا و جزا کا محاکمہ بے سود تھا اور ارتقا اور معراج کی منزل لاحاصل تھی۔ لہذا اِس فُرقان کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے حکمت کی دو متضاد قسمیں ثابت ہوتی ہیں۔

اوّل۔ امن پرور اور نفع بخش حکمت و سائنس:۔

جیساکہ ثابت کیا جاچکا ہے۔ حکمت و سائنس کے ساتھ بھی خیر و شر کا حیرت انگیز محاکمہ قائم ہے۔ امن وسلامتی حفظ و دوام اور یہ نہ صرف ارتقاء اور معراج انسانی کے لئے ازبس ضروری ہے بلکہ تسخیرِ کائنات بھی اسی سے ممکن ہے۔ اِس کے برعکس تخریبی حکمت و سائنس کا وجود بھی ہے۔ جس سے بداعمالی۔ تخریبی کردار اور تخریب کائنات کے نتائج ظہور میں آتے ہیں۔ خدا نے اِس سائنس کا نام عام حکمت سے پرے ہٹ کر سحر رکھا ہے۔

دوم۔ سحر:۔

اِس کی تشریح کے لیئے قرآنِ حکیم کی مندرجہ ذیل آیات قابلِ غور ہیں:۔

۱) ۷ : ۱۲۰ - ۱۰۷ - موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دی۔ تو وہ اُس وقت صحیح اژدہا بن گئی۔ اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وُہ اُس وقت دیکھنے والوں کی نگاہ میں سفید برّاق تھا۔ تو قومِ فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے کہ یہ تو بڑا علمی جادوگر ہے (سَاحِرٌ عَلِيمٌ) اس کا ارادہ فی الحقیقت یہ ہے۔ کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے۔ بتاؤ اب تمہاری خیال کیا ہے؟ اُنہوں نے فرعون سے کہا کہ فی الحال موسیٰؑ اور اُس کے بھائی کے معاملے کو معاف رکھیئے اور شہروں میں نقیب روانہ کیجیئے کہ تمام ملک کے ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں (يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ) چنانچہ جادُوگر (اَلسَّحَرَةُ) فرعون کے پاس آپہنچے اور کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں صلہ کیا ملے گا۔ فرعون نے کہا ضرور صلہ دیا جائے گا اور اُس کے ساتھ ہم تمہیں مقربوں میں داخل کر لیں گے۔ جب فریقین یومِ مقررہ پر جمع ہوئے تو فرعون کے جادوگروں نے کہا کہ یا تم پہلے جادو کی چیز ڈالو یا ہم ڈالتے ہیں۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو۔ جب اُنہوں نے لوگوں کے سامنے اپنا حکمتی ساز و سامان یعنی تخریبی سائنس سے ایجاد شدہ چیزیں پھینکیں تو اُنہوں نے جادُو کے حیرت انگیز شعبدے دکھائے اور خوب ڈرایا (وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ) اُدھر ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا پھینک دو وُہ اُن سب کو نگل جائے گا جن کو یہ بنا کر لائے ہیں۔ پس حق ثابت ہوگیا۔ اور وُہ جو کچھ بنا کر لائے تھے سب باطل ہوکر رہ گیا۔ وُہ مغلوب اور ذلیل و خوار ہوکر رہ گئے۔ اور جادوگر (اَلسَّحَرَةُ) مغلوب ہوکر سجدے میں گر گئے (یعنی موسیٰؑ کے سامنے عاجز ہو گئے)۔

اِن آیاتِ خُداوندی سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو جو فی الحقیقت حق کی تبلیغ کے لیئے

چونکہ حکمت کے لئے امن اور سلامتی ضروری ہے۔

Marfat.com

اور امن وسلامتی کی بحالی کے لئے سچی حکمت سے ظہور میں آئے تھے فرعونی ساحروں نے اُنہیں سچ مچ سحر سے منسوب کیا۔ نیز فرعون کے تخریبی سائنسدان بھی حضرتِ موسیٰؑ کی طرح ہو بہو ویسی ہی ایجادات تیار کرکے لائے اور اس تخریبی سائنس کا مقابلہ موسیٰؑ کی سچی اور امن پرور حکمت سے کرنے لگے۔ تو خُدا نے اُن کے اعمال کو سحر سے منسوب فرمایا۔ نیز جس طرح اِن حکمتی اعمال کے پیشِ نظر فرعونیوں نے حضرت موسیٰؑ کو صریح جادوگر سمجھا اُسی طرح حضرت موسیٰؑ نے فرعونی سائنسدانوں کو صریح جادوگر ہی کہا۔ گویا فرعونیوں کی نگاہ میں حضرتِ موسیٰؑ جادوگر نظر آئے اور حضرت موسیٰؑ کی نگاہ میں فرعونی سائنسدان جادوگر ٹھہرے۔ اِن واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حکمت وسائنس کے اعجاز اور جادو کی حیرت انگیز تخریبی حکمت وسائنس میں بظاہر کوئی فرق نہیں۔ لیکن حقیقت سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے۔ کہ موسیٰؑ کی حکمت و سائنس کی اساس محض زمین میں امن قائم رکھنے کے لئے تھی حق کے بول بالا کے لئے تھی۔ وہ اپنے معجزات سے فرعونیوں کو ایماندار بنانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور اُنہیں امن وسلامتی کے ماحول میں لانا چاہتے تھے۔ لیکن دوسری طرف فرعون کے سائنسدان حق کو شکست دینے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اپنی حکمت کی اساس اگرچہ عناصر کے حیرت انگیز اعمال پر رکھی تھی۔ لیکن چونکہ یہ اُن کے ذاتی تخیل کی پیداوار تھی۔ اِس لئے نامکمل تھی۔ محض تخریبی شعبدہ بازی تھی۔ اِس میں علم وحی کا کچھ حصّہ نہ تھا۔ اور علم وحی سے جو ایجاد اور معجزہ قائم ہوتا ہے وُہی باکمال اور حق پر مبنی ہُوا کرتا ہے۔

۲، ۲ : ۱۰۲ - ۱۰۱ - اور اب جبکہ سابقہ اُمتوں کے پاس پیغمبر آخر الزماںؐ مبعوث ہو چکے ہیں۔ اور وُہ اُن سب کی سابقہ آسمانی کتب کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔ تو جن لوگوں کو پہلے کتاب دی گئی تھی اُن میں سے ایک جماعت نے اِس کتاب کو پسِ پشت پھینک دیا۔ گویا وُہ اُسے جانتے ہی نہیں۔ اور صحیفہ فطرت (الکتاب) سے کچھ حاصل کرنے کی بجائے اُس تخریبی سائنس یعنی سحر کے پیچھے پڑ گئے جو سلیمانؑ کے ملک میں شیطان صفت لوگ اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور سچّی اور پُرامن حکمت وسائنس سے انکار کر چکے تھے۔ نیز اُس کے بالمقابل تخریب وانتشار کے لئے سحر کے علم کو فروغ دیا کرتے تھے۔ یہ علم سرزمینِ بابل میں ہارُوت و مارُوت کی دو حیرت انگیز توانائیوں کے ذریعہ اُتارا گیا تھا۔ وُہ دونوں فی الحقیقت یہی سبق دیا کرتی تھیں کہ وُہ محض ایک آزمائش ہیں۔ (اِس لئے اُنہیں تجربات اور مشاہدات کی کسوٹی پر پرکھ کر) اُن کی خطرناک حقیقتوں سے انکار نہ کرو (بلکہ اپنے علم اور الفرقان کے ذریعے اُن کے نفع ونقصان کو بچشمِ خود دیکھ لو) اور سرزمینِ بابل کی بدکار قوم تو نفاق وتخریب اور انتشار کے مرض سے ختم ہونے کے سبب اُن توانائیوں سے ایسی شر انگیز حکمتیں عمل میں لاتی جس سے میاں بیوی میں بھی جُدائی ہو جاتی۔ اور وُہ دونوں توانائیاں خُدا کے حکم کے بغیر تو کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھیں۔ اور کچھ لوگ اُن سے تخریبی اور خلافِ فطرت علم بھی سیکھتے۔ تو اُس سے اُنہیں ہمیشہ نقصان ہی پہنچا۔ نفع قطعاً نہ پہنچ سکا۔ اور وُہ بخُوبی جانتے تھے۔ کہ جو شخص ایسے تخریبی اور بے سود علم کا خریدار ہو گا۔ اُس کے لئے انجام کار کسی لہجلا سے کوئی حصّہ نہ ہو گا۔ (مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ) اور جن بے فائدہ ایجادوں کے بدلے

Marfat.com

ہیں انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ فی الحقیقت بُری ہی تھیں۔ کاش وُہ جانتے۔ اور اگر وُہ امن و سلامتی کے مدعی بنتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو اُن کو خُدا کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا۔ اے کاش وہ ہمارے طریقِ کار اور حکمت آموز اعمال کو (جن سے ہم کائنات میں امن و سلامتی پیدا کیئے ہوئے ہیں) جانتے (لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ)

مندرجہ بالا آیات سے بھی وہی مفہوم حاصل ہوتا ہے جو سابقہ آیات سے ظاہر ہے گویا قومِ سلیمانؑ کو جن دو قسم کی حیرت انگیز توانائیوں کا علم بخشا گیا تھا اگر اُن کی حقیقتوں کو زیرِ نظر رکھ کر محض امن و سلامتی کے لئے استعمال میں لاتی تو معراجِ کمال تک پہنچتی۔ لیکن اُس نے خُدا کی اِن نازل شدہ توانائیوں سے فتنہ و فساد کے سوا کچھ نہ سیکھا۔ اور تخریب اور انتشار کا شکار ہوگئی۔ مَلَكَيْنِ کا حکمتی لفظ اور وَمَآ اُنْزِلَ کے الفاظ ثابت کرتے ہیں۔ کہ یہ فی الحقیقت حیرت انگیز توانائیاں تھیں۔ لیکن علمی انحطاط کی وجہ سے اُن کی خوبیوں کو زیرِ عمل نہ لایا گیا۔ بلکہ اُن سے تخریب اور انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ عناصر اور اُن کی توانائیاں تخریب پسندوں کو تخریب کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور امن پسندوں کو امن کی طرف اِس لیئے لے جاتی ہیں۔ کہ اُن کی حکمت و سائنس محض امن و استحکام کی بحالی کے لئے عمل میں لائی جاتی ہے۔ معاملہ کی بُنیاد محض نیّت اور ارادے پر منحصر ہے۔

اِنسان نے اِس علم کی تقسیم کیونکر کی ہے ؟

ہمیں خُوب معلوم ہو چکا ہے۔ کہ علم فطرت ہی حکمت و سائنس کے علوم کا افتتاح کرتا ہے۔ انسانی شعور کائنات میں خُدائی ایجادات کو دیکھ کر خُود بھی ایجادات کی طرف لپکتا ہے۔ اور انجام کار پیدائش کائنات کے سرِّ عظیم کی تلاش میں محو ہو جاتا ہے۔ مشاہدات مناظرات اور تجربات میں کھو جاتا ہے۔ علمی محاکمات کا ایک دفتر رقم کرتا ہے۔ اُدھر کائنات کی قدرتوں طاقتوں اور قوّتوں کو دیکھتا ہے۔ اور اِدھر اُن کی رفتار اور مقدار کے لئے علم ریاضی کی عمیق وادیوں میں کھو جاتا ہے۔ الغرض روزِ آفرینش سے نوعِ انسانی اِس معمّہ کے حل میں لگی ہے۔ کہ وُہ کسی نہ کسی طرح حیات و ممات کا راز تلاش کرے۔ فطرت و تخلیق کی خُدائی اکائیوں کو ڈھونڈ نکالے۔ اور اِس کارگاہِ عمل میں جزا و سزا کا راز تلاش کر کے ایک ایسی راہ پر چل نکلے جو اُس کی حیات کو مامون و مصئون بنا دے۔ اپنی طاقتوں کو خُدائی طاقتوں کا مثیل بنا دے۔ ساری کائنات کو بچشم خود دیکھ لے۔ اور اِس طرح تسخیرِ کائنات کا مرحلہ طے ہو جائے۔ لیکن خُدا کے کلماتِ حکمت ان گنت ہیں۔ اُن کی تلاش کے لئے ایک مسلسل جد و جہد اور عملِ پیہم کی ضُرورت ہے۔ حضرت لقمانؑ نے جنہیں حکمت سے خاص عطیّات بخشے گئے تھے اس لامتناہی مہم کی تعریف یُوں فرمائی تھی:-

۳۱ : ۲۷۔ (بیٹیا) آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خُدا کی ہی ہے۔ اگر یُوں ہو جائے کہ زمین میں جتنے درخت ہیں قلمیں بن جائیں اور اِس دُنیا کا سمندر سیاہی بن جائے اور اُس کے بعد (اِس کائنات) کے مزید سات سمندر بھی سیاہی بن جائیں تو حکمتِ خُدا کے یہ کلمات رقم نہ ہو سکیں گے۔ (کیونکہ حکمت کے محاکمات اور اُس کی بھول بھلیاں اَن گنت ہیں)

بہرحال انسان نے آفرینش سے لے کر آج تک حکمت کو جن مختلف ابواب پر منقسم کیا ہے اُن کی تفصیل مختصراً درج ذیل ہے:-

Marfat.com

۱۔ **کیمیاء**۔ یہ تین اقسام پر مشتمل بتایا جاتا ہے۔ انگریزی زبان میں اس کا نام (CHEMISTRY) ہے۔

ا۔ **غیر نامیاتی کیمیاء**۔ (INORGANIC CHEMISTRY)

اِس میں اُن اشیاء کا ذکر ہے۔ جو ہم زمین کے خول سے حاصل کرتے ہیں۔ گویا یہ معدنیاتی عناصر اور اُن کے مرکبات کا علم ہے۔

ب۔ **نامیاتی کیمیاء**۔ (ORGANIC CAMISTRY)

اِس علم میں حیوانات اور نباتات سے حاصل شدہ عناصری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

ج۔ **علمِ طبعی کیمیاء**۔ (PHYSICAL CHAMISTRY)

اِس میں علم کیمیاء کے مختلف کُلیوں اور اصولوں کا ذکر ہے۔ جو مختلف تجربات کے بعد اخذ ہوتے ہیں۔

۲۔ **طبیعات**۔ (PHYSICS)

اِس میں مادہ عنصر کی ہیئت ترکیبی اور اُس پر مختلف قدرتوں اور طاقتوں کے اثرات اور اُن سے حاصل شدہ قواعد کا ذکر آتا ہے۔

۳۔ **علمِ حیوٰۃ**۔ (BIALOGY)

یہ حیوانات اور نباتات کی زندگی کے مختلف اعمال اور انسانی حیوانانی اور نباتاتی اجسام پر مختلف بیرونی اثرات کا پتہ دیتا ہے۔ گویا حیوٰۃ کی حقیقت کو منکشف کرتا ہے۔

۴۔ **علمُ الارض**۔ (GEOLOGY)

اِس میں قشرِ ارض۔ پتھروں کی ماہیت بناوٹ خواص اور مختلف معدنیات کی جانچ پڑتال اور اُن کی مختلف معلومات جمع کی گئی ہیں۔

۵۔ **علمِ ریاضی واقلیدس نیز الجبراء**۔ اِن میں عام کاروباری حسابات کے علاوہ حکمتی طور پر علم الاشیاء کے لئے حیرت انگیز قدرتوں کا تعین اور مشینری اور آلات کی ایجادات کے لئے انجنیری کا علم شامل ہے۔

۶۔ **علمِ فلکیات**۔ اِس میں زمین کی چاروں اطراف کی بلندیوں اور اُن کی خلاؤں فضاؤں اور اُن میں پھیلے ہوئے مختلف کرّوں کی حکمتی معلومات اور اُن کے اثرات جو زمین پر وارد ہوتے ہیں معلوم کئے جاتے ہیں۔ آسمانی ایتھر۔ گیسوں۔ کششوں۔ موجوں۔ رَوؤں اور شعاعوں کا علم بھی اِسی میں شامل ہے۔

۷۔ ا۔ **علمِ الابدان**۔ اِس میں مختلف جانداروں کی جسمانی۔ بدنی اور شعوری کیفیتوں کا علم شامل ہے۔

ب۔ **علم الامراض والعلاج**۔ اس میں حیواناتی نباتاتی اور معدنیاتی بیماریوں اور اُن کو درست حالت میں رکھنے کا علم شامل ہے۔

۸۔ **علمُ الاشیاء**۔ "KNOWLEDGE of ELEMENTS" یعنی عناصر کا علم اِس میں عناصر کا عددی نظام اُن کے قبائل اُن کی عمریں اور اُن کے حیرت انگیز اثرات وکیفیات شامل ہیں۔ یہی علم۔ علمِ کیمیاء کی تمام شقوں کا بانی ہے۔ اور اِسی سے علمِ طبیعات کا پتہ بھی چلتا ہے۔

Marfat.com

۹۔ **علم الانفس**۔ مختلف عناصر کے جوہروں یا ایٹموں کا علم جس سے عناصر کی توانائی کمیت وزن اور کیفیت کا پتہ چلتا ہے یہی علم ایٹمی سائنس کو افشا کرتا ہے۔

۱۰۔ **علم رفتار**۔ اس میں مختلف رفتاروں کے اندازے اور شعاعوں کی رفتار سے فاصلوں کا تعین مختلف عمروں کے اندازے روشنی آواز اور عکس کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

۱۱۔ **علم تسخیر کائنات**۔ اس کی ابتداء ابھی ہو رہی ہے۔ اس میں مختلف ایندھنوں۔ توانائیوں اور فلکی اثرات کی تحقیقات پرواز کی حکمتوں۔ خلا میں پہنچ کر اپنے بچاؤ اور پیش آنے والے مختلف عوارضات کا علم۔ خلائی غذاؤں جسمانی ہیئتوں۔ فلکی طبقات کے مختلف اثرات کا علم اور اُن میں حیوٰۃ کو برقرار رکھنے کی تحقیقات شامل ہے۔

اِن کے علاوہ عالمانِ حکمت و سائنس نے مزید کئی علوم کے حیرت انگیز ابواب بھی پیش کئے ہیں۔ جن کی داستان غالباً طوالت کا باعث ہوگی۔ دورِ حاضرہ کی علمی تحقیقات میں خلائی محاکمات اور ایٹمی نظریات ایسے نظر آتے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ نوعِ انسانی فی الحقیقت حیوٰۃ کے راز کو سمجھنے اور موت کی حقیقتوں سے آشنا ہونے کے بالکل نزدیک پہنچ چکی ہے جب ہی موت وحیوٰۃ کا عقدہ کھُل گیا۔ تسخیر کائنات کا مسئلہ حل ہو کر رہے گا۔ اور خدا دھڑلے سے اعلان کر دے گا۔ کہ میرے ملائکہ دیکھ لو! انسان کہاں سے کہاں جا پہنچا۔ ہمارا وُہ اعلان کس قدر صحیح ثابت ہوُا۔ جو اِس نوع کی تخلیق کے وقت کیا گیا تھا۔ آج بچشمِ خود دیکھ لو۔ کہ انسان نہ صرف خلیفۃ الارض کا صحیح طور پر مصداق ہے۔ بلکہ خلیفۂ کائنات بن کر ہماری رُو برو ملاقات کے لئے حاضر ہے۔

میرے رفیقو! کیا آپ کو یہ گمان ہے کہ علمی ارتقاء کے یہ عظیم نشانات محض عام انسانوں کے ذہنی شعوُر کا نتیجہ ہیں یا اِن کی ایجاد کا باعث محض مغربی سائنسدان ہیں۔ ہرگز نہیں۔ قرآن حکیم وعظیم سے پتہ چلتا ہے کہ علم کی کرنیں محض وحیِ خدا کے اشارات سے اُبھریں اور کائنات کی پنہائیوں میں سما کر انبیاء کی وساطت سے جستہ جستہ نوعِ انسانی کے ذہنی شعور پر اثر انداز ہوتی رہیں اِس دُنیا میں انبیاء کا یکے بعد دیگرے مبعوث ہونا اِس امر کا غماز ہے کہ انسانی شعور کی استطاعت کے مطابق اور اُس کی ضرورتوں کے مناسب حال علمی انعامات بتدریج عطا ہوتے رہے اور آج جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں فی الحقیقت کسی فردِ واحد یا کسی ایک قوم کی جدوجہد کا نتیجہ قطعاً نہیں۔ نہیں بلکہ صدیوں اور قرنوں کے بعد نوعِ انسانی دھیرے دھیرے اپنی ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے آج اِس مقام تک آ پہنچی ہے۔ جہاں اُسے حیات کی روشنی صاف نظر آ رہی ہے۔

مندرجہ بالا حقیقت افروز علوم کے بعد کیا علمی حدود ختم ہو رہی ہیں۔ یا ہمیں جہاں پہنچنا تھا فی الحقیقت پہنچ چکے ہیں۔ کیا آخر الزمان نبی صلعم کی لائی ہوئی آخری کتاب دیکھی جا چکی ہے۔ اگر فی الحقیقت یہ کتاب وَالقرآنِ الحکیم کے عظیم دعوے کے ساتھ نازل ہوئی تھی تو کیا اُس کی لائی ہوئی حکمتوں کو کلیتاً پا لیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں ابھی تک یہ کتاب تشنۂ تحقیق در تحقیق ہے۔ اِس کے علوم اور اِس کی آیات ہمارے شعور سے مزید غور و فکر کی طالب ہیں۔ فطرت خدا کے لاتعداد اشارات

Marfat.com

ابھی تک نا تلاش کردہ نظر آتے ہیں۔ اور تسخیر کائنات کی عظیم مہم ابھی تک تشنۂ تکمیل پڑی ہے۔ اس لئے حکمت کی ارتقاء بھی مزید لاتعداد مراحل سے دوچار ہے۔ بھولئے نہیں کہ ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

آیئے۔ قرآنِ حکیم کو از سرِ نو دیکھیں اسے دیکھیں اور پھر دیکھیں یہ اس لئے کہ تحقیق کا مرحلہ صرف انبیاؑ تک محدود ہے لیکن ہمارے لئے تحقیق در تحقیق کا وسیع میدان سامنے ہے۔ جسے انگریزی زبان میں ریسرچ (RESEARCH) کہا گیا ہے۔ اسی ریسرچ سے قرآنِ حکیم کے باقی ماندہ محاکے حل ہوں گے۔ حکمت کے بقایا باب سامنے آئیں گے۔ اور نجات و عاطفت کے دروازے یکے بعد دیگرے چوپٹ کھلتے جائیں گے۔ قرآنِ حکیم کی یہ اطلاع کس قدر حقیقت افروز ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (۳ : ۷)

ترجمہ:۔ وہی خدا تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی جس کی بعض آیتیں بے حد حکمت آموز ہیں (محکمات) وہی اُمّ الکتاب یعنی کائنات کا راز افشا کرتی ہیں اور بعض دوسری متشابہ ہیں (جن سے شبہ گذرتا ہے کہ اِن میں بظاہر کوئی حکمت نہیں) اور جن لوگوں کے دلوں میں کمئ علم و عمل کے باعث کجی ہے۔ وُہ آیاتِ متشابہات کا اتباع محض اِس لئے کرتے ہیں۔ کہ اپنی باطل تاویل سے بنی نوعِ انسان میں فتنہ و شر برپا کر دیں۔ حالانکہ وُہ اِن آیات کی اصل تاویل کو قطعاً نہیں جانتے مگر اللہ البتہ جو لوگ علم فطرت و حکمت میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں وُہ یہی کہتے ہیں کہ ہم تو اِن سے امن و سلامتی بحال کیا کرتے ہیں۔ یہ سب کی سب آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔ اور عبرت و ذکر تو عقلمندوں کے لئے کارگر ہوتا ہے۔

غور فرمایئے کیا مسلمانانِ عالم نے آج تک قرآنِ حکیم وعظیم کی آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات کی کوئی فہرست مرتب کی ہے؟ اور اُن کی تاویل معلوم کرنے کے لئے کسی مقام پر فقہاء اور راسخون فی العلم کا کوئی بورڈ قائم کیا ہے تاکہ اُن مخصوص آیات پر غور و فکر کے بعد امن و سلامتی اور قومی غلبہ کی کوئی سبیل پیدا کی جاسکے۔ کیا ہمارے مفسّرین اور دیگر علماء نے کتاب اللہ کی تمام آیات کی تشریحات اور تفسیریں نہیں کیں؟ اور وُہ اپنے زعمِ باطل میں یہی نہیں سمجھتے کہ قرآنِ عظیم کے تمام علوم کو متشرح اور تفصیلاً بیان کیا جاچکا ہے۔ اور اب اُس کی مزید تشریح و تفسیر ملحدانہ اور غیر تقلیدی عمل ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ۔

ہم نے اِس کائنات میں خُدا کی حیرت انگیز خلقتوں کے متعلق سابقہ اوراق میں سیر حاصل تبصرہ کر دیا ہے۔ اِس کے بعد

Marfat.com

ہمیں دیکھنا یہ ہے۔ کہ تسخیرِ کائنات کی عظیم مہم ہمارے شعور کی کم علمی سے اور اِن نحیف و کمزور جسمانی اعضاء سے کیونکر طے ہو گی۔ اور کیا اِس مہم کا سر ہونا موجودہ انسان کے فہم و ادراک سے ممکن بھی ہے۔ یا نہیں۔ اِس عظیم مسئلے کو سمجھنے کے لئے ہم جدید علمِ فقہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں تعجب تو اِس بات پر ہے۔ کہ ہم مسلمان جناب رسالت مآبؐ کو آخری پیغمبر اور اُن کی کتاب کو خدا کی آخری کتاب تو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ جب قیامت کے دن تک نہ تو کوئی اور پیغمبر اور نہ ہی خدا کی کوئی اور کتاب ہماری رہبری کے لئے آ سکتی ہے۔ تو پھر تسخیرِ کائنات کی علمی گتھیاں کون سلجھائیگا۔ اور اِس کتاب کے بعد اس مہم کو سر کرنے کا علم ہمیں کون سی کتاب عطا فرمائیگی۔ یہ ایک سوال ہے جسے ہم اپنے علماء کے سامنے پیش کرتے ہیں جن کا نظریہ اب تک یہی ہے۔ کہ امام اعظمؒ۔ امام حنبلؒ۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور امام جعفرؒ کے بعد ہمارے گیارہ اور امام جو فقہ پیش کر گئے ہیں۔ اُس کے بعد کسی اور فقہ کی بنیاد محض ملحدانہ اور کافرانہ فعل ہے۔

اِن ناگفتہ بہ حالات کی موجودگی میں کیا ہماری یہ جستجو قابلِ التفات سمجھی جائے گی۔ کہ ہم کسی ایسی نئی فقہ کے داعی قطعاً نہیں جو دینِ فطرت دینِ قیمؔ اور دینِ اسلام سے ہٹا کر کسی اور راستے پر گامزن کرتی ہو۔ بلکہ ہم اُسی دیرینہ فقہ کو از سرِ نو زندہ کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ جس کی بنیاد نہ صرف قرآنِ حکیم نے خود رکھی تھی۔ بلکہ اُس کے داعی صدیقؓ۔ فاروقؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ امام ابوحنیفہؒ۔ امام حنبلؒ امامِ مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور ہمارے قابلِ احترام مزید بارہ اماموں کے بعد ابوالنصر محمد الفارابی۔ امام بوعلی سینا۔ امام ابنِ ماجہ۔ امام ابنِ تیمیہؒ امام ابنِ مسکویہ علامہ المسعودی۔ علامہ اسحاق بن عمران۔ امام فخرالدین رازی حضرت ابوموسیٰ جابر بن ریحان۔ علامہ ابوالقاسم علامہ البیرونی۔ علامہ ابن النفیس جیسے عظیم المرتبت علمائے فطرت تھے۔ جن کا اتباع امام غزالی۔ عبید۔ صغری۔ سجلعی جیسے عظیم علماء اور حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ جیسے عظیم ریاضی دان نقیبِ فطرت اور رہنما نے کیا۔ اور آج پروفیسر عبدالسلام کر رہے ہیں۔

علمِ فقہ کا صحیح مفہوم

قرآنِ حکیم و عظیم کی مندرجہ ذیل آیات کو بغور ملاحظہ فرمایئے:۔

(۱) ۹ : ۱۲۲۔ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن یعنی امن پیدا کرنے کے مدعی سب کے سب (غور و فکر کے لئے) نکل آئیں تو پھر یُوں کیوں نہ کرو۔ کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص (جو علم پر عبور اور ذہنی شعور رکھتے ہوں) نکل آتے تاکہ دینِ فطرت میں غور و فکر اور سمجھ بوجھ پیدا کرتے۔ (لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ) اور جب وُہ (تجربات و مشاہدات کے بعد چند محاکماتِ فطرت کو سمجھ لیتے تو) قوم کے پاس واپس آتے اور (فطرت کے وہی اعجاز قوم کے رُو برو پیش کر کے) اُسے (تخریبِ کائنات سے) ڈرا دیتے۔ تاکہ وُہ حذر کرتے (یعنی چوکنا ہو کر علمِ فطرت و حکمت پر امن و سلامتی سے غور و فکر میں لگے رہتے اور اپنی ارتقاء کے لئے نت نئی ایجادیں پیش کرنے کے قابل بنتے)

Marfat.com

(۲) ۷ : ۱۷۹ - وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ .... لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ ○

اور ہم نے بہت سے جن اور انسان (محض اُن کے عدم غور و فکر کے) جہنم کے لئے وقف کر دیئے اِس لئے کہ اُن کے دل ہیں لیکن اُن سے سمجھتے اور سوچتے نہیں۔ اُن کی آنکھیں ہیں لیکن اُن سے دیکھتے نہیں اُن کے کان ہیں مگر اُن سے سُنتے نہیں۔ پس وُہ چار پایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو صریح غفلت کا شکار ہیں۔

(۳) ۴ : ۷۸ (لَا يَفْقَهُونَ حَدِيثًا)

ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ (خُدا کی بات پر) سوچ بچار ہی نہیں کرتے۔

(۴) ۵۹ : ۱۳ - (بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ)

مسلمانو! تمہاری ہیبت اُن کافروں کے دلوں میں خُدا سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہ اِس لئے کہ کافر فقیہ نہیں (یعنی سوچ بچار نہیں کرتے)

(۵) ۶۳ : ۳ (فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ)

پس اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی کیونکہ وُہ تفقہ سے کام نہیں لیتے تھے۔

(۶) ۶۳ : ۷ - (وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ)

آسمانوں اور زمین کے خزانے تو اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ لیکن منافق فقہ سے کام نہیں لیتے۔

گویا قرآن حکیم و عظیم میں جہاں جہاں یہ لفظ (فقہ۔ يَفْقَهُونَ۔ يَتَفَقَّهُوا وغیرہ) استعمال ہوا ہے۔ وُہاں خُدا کی طرف سے یہی اشارہ صاف ملتا ہے۔ کہ خُدائی فطرت و حکمت کے محاکمات پر پُورے شعور سے کام لو۔ اُن پر کامل غور و فکر کرو۔ دینِ فطرت کے ظاہر اور مخفی اسرار پر پُورا تدبّر کرو۔ اور جو مسلمان کہلا کر اور اس کے علاوہ عالم کے خطاب سے اپنے آپ کو نواز کر بھی ایسا نہیں کرے گا۔ وُہی کافرِ خدا وہی جہنمی اور وہی منافق ہو گا۔ کیا یہ امر بے حد افسوسناک نہیں کہ آج اِسی غور و فکر اور اِسی فقہ و تدبّر کی کمی کے باعث دُنیا بھر کے مسلمان اُن قوموں سے جن کو بزعم خود کافر اور مشرک قرار دیتے ہیں عبرت ناک شکست پر شکست کھا رہے ہیں۔ خُدا کی نگاہ میں ریسرچ کا دوسرا نام فقہ ہے۔

الغرض خُدا کا یہ ارشاد بھی ہمارے شعور کو اُجاگر کرنے کے لئے کیا کچھ کم ہے۔

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (کہ مسلمان تو زمین و آسمان کی حیرت انگیز خلقتوں میں غور و فکر میں لگے رہتے ہیں)

○ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔

یعنی خُدا وُہ مالک الملک اور صاحبِ اختیار خُدا ہے۔ جس نے قوموں کی اجتماعی موت و حیات کے قوانین کو رائج کر دیا۔ تاکہ اِس بات کی تم سے آزمائش کرے۔ کہ تم میں سے کون کون علمِ فطرت و حکمت میں تجربات اور مشاہدات کا احسن عمل سرانجام دیتا ہے۔

آہ! وُہ قوم جو کسی وقت دُنیا کی تمام قوموں سے زیادہ فقیہ سب سے بڑھ کر مفکر سب سے زیادہ حکمت شناس اور سب سے زیادہ دینِ فطرت کو سمجھنے والی تھی۔ آج دو چار صدیوں کے بعد خُدائی علم سے اس قدر بے بہرہ اور اِس قدر نابلد اور ناآشنا بن چکی ہے۔ کہ

Marfat.com

وُہ وائرلیس ریڈیو۔ ٹیلی ویژن اور ٹیلی فون جیسے خدمت گذار آلات کو شیطانی اعمال سے منسوب کر رہی ہے۔ اُڑتے ہوئے طیّاروں اور چلتی ہوئی مِلوں کو دیکھ کر خوف کی حالت میں کہنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ کہ یہ تو محض صریح جادُو کے کھیل ہیں اور تخریب کے مظہر ہیں۔

مُسلمان ! یہ قیامت نہیں کہ تیرے بڑے بڑے مولویوں نے تجھے محدود فقہ دے کر تیرے شعور کو آگے بڑھنے سے روک رکھا ہے۔ قرآن پر مزید غور و فکر سے ڈرا رکھّا ہے۔ اور تجھے اُس فکر و عمل سے روشناس کرا رکھا ہے۔ جس کا بحیثیت مجموعی تمام قرآن میں یا دینِ اسلام میں کہیں اشارہ تک موجود نہیں۔ فرقہ بازیوں کے کھیل۔ شیعہ۔ سنّی کے جھگڑے حاضر و ناظر کے مسئلے اور مقلّد اور غیر مقلّد کی آہنی زنجیروں سے تجھے جکڑ دیا گیا ہے۔ لیکن جس حکمت و فطرت کے عظیم نُور نے مشرق میں جنم لے کر مغرب کو بھی نہال کر دیا تھا۔ اُس سے تیری توجّہ میرموہٹا دی گئی ہے۔ واحسرتا کہ آج مغرب کا دامن خُدا کے انعامات سے پُر ہے۔ اور مشرق رحمتِ خُداوندی سے دُور۔ مغرب کو محض اس لئے کوستے رہنا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کا منہ سے نام لے کر قرآن دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ اُس کے پاس کوئی الہامی کتاب صحیح و سلامت موجود نہیں۔ عقل کا دیوالیہ پن نہیں تو اور کیا ہے۔

اگر آج مغرب اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً پر عمل پیرا ہے۔ تو تیری نگاہ میں وُہ کیوں موردِ الزام ہے۔

اے مُسلمان ! تیری ہر سلطنت میں کھیلوں کے اڈے۔ عیاشی کی دکانیں۔ ناچ گھروں اور کلبوں کی بلند عمارات۔ سینما گھروں کی حیرت افزا نمائشیں تو موجود ہیں۔ تیرے ہاں سمگلنگ، چور بازاری۔ کنبہ پروری اور اشیاءِ خوردنی کو ناپاک بنانے کی انجمنیں۔ جُوا بازی کے منظم اڈے۔ رشوت خوری اور قتل و غارت کے گھناؤنے مظاہر اور سازشیں ضرور پرورش پا رہی ہیں۔ لیکن وائے افسوس کہ تیری قوم میں کوئی فقیہہ یا فقیہی مجلس۔ علم و حکمت اور اُس کی ریسرچ کی کوئی سوسائٹی یا جاندار ادارہ۔ اور مفکرین اور فقہا کا کوئی بورڈ کہیں نظر نہیں آتا۔ اینٹ اکھیڑو تو لاکھ شاعر اور ادیب نکلیں گے لیکن کوئی مفکّر یا سائنسدان کوئی حکمت شناس اور عالمِ فطرت کہیں دکھائی نہ دے گا۔ کیا یہ آثار صاف موت و ہلاکت کے نہیں ؟ حیرت و استعجاب کا مقام ہے۔ کہ جو قوم صدیوں تک غیروں کو درسِ حیات دیتی رہی اور درسِ فطرت سے نہال کرتی رہی آج خود غیروں کے دستِ نگر غیروں کی محتاج۔ یہاں تک کہ ایک معمولی کارتوس۔ ایک معمولی اوزار اور ایک معمولی مشینری غیروں سے حاصل کر کے استعمال میں لا رہی ہے۔ جس بوعلی سینا، جابر اور البیرونی نے اپنے علمی کردار سے مغرب کو نُور بخشا تھا۔ آج اُن کا اپنا مسکن اور وطن بے نُور ہے۔

مُسلمان ! کیا یہ قیامت کے آثار نہیں کہ علم کا جو سُورج مشرق سے طلوع ہُوا تھا آج مغرب کی دلفریب وادیوں میں اپنی ضیا پاشی کر رہا ہے۔ گویا مغرب سے طلوع ہو رہا ہے۔ اور تجھے اپنے انجام کی خبر تک نہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار !

قرآنِ حکیم و عظیم کو سمجھنے کے لئے چند مخصوص نظریات

(۱) تمام شعوری قوتوں کے ساتھ اِس امر کا یقین کر لیا جائے۔ کہ قرآن حکیم اِس آخری زمانے میں خُدا کی آخری کتاب ہے۔ جو اپنی صفات میں ایک مکمّل درسِ فطرت اور ضابطہ حیات ہے۔ اپنے حقائق میں فی الحقیقت۔ القرآن الحکیم ہے یعنی حکمت و سائنس کے

Marfat.com

اشارات پیش کرکے نوعِ انسانی کو تسخیرِ کائنات کی آخری منزل تک پہنچانے کی دعویدار ہے۔

۲) اس کی کوئی آیت ایک دفعہ نازل ہونے کے بعد قطعاً منسوخ نہیں ہوئی۔ قرآنِ حکیم میں جہاں آیات کی منسوخی کے چند دھندلے سے اشارات ملتے ہیں وُہ سابقہ کُتبِ الٰہیہ کی آیات کے متعلق ہیں جو بتدریج ارتقائے انسانی کی وجہ سے اِس آخری کتاب میں شامل کی جانی ضرُوری نہ سمجھی گئیں۔ اِس لئے اُنہیں منسوخ کرکے خُدا نے ہماری ارتقا کی مناسبت سے بہتر آیات عطا فرما دیں۔

۳) قرآنِ حکیم وعظیم کی آیاتِ محکمات تو صاف طور پر حکمت آموز نظر آ رہی ہیں۔ جن کی تشریح اور تفسیر ہر دَور میں آسان تھی۔ لیکن آیاتِ متشابہات ایسی دقیق ہیں۔ کہ اُن میں بیک وقت امن اور تخریب۔ سلامتی اَور فساد کا شبہ پڑتا ہے۔ اِس لئے اُن کے مطالب میں کامل غور وخوض کی ضرُورت لاحق ہے۔ نیز جلد بازی یا کمئ علم کے باعث انسانی فطرت اُن سے فساد کی طرف آسانی سے لپک سکتی ہے اِس لئے ایسی آیات کو زیرِ نظر رکھ کر پُر امن حکمتی مشاہدات اور تجربات عمل میں لانے ضروری ہیں تاکہ اِن کی صحیح تشریح کا علم ہو سکے۔ لہٰذا یہ آیات انسانی غور وفکر کے لئے قیامت تک کھُلی پڑی ہیں اور جب تک اِن کی سچی حکمت کا علم دو اور دو چار کی طرح صاف طور پر نہ ہو جائے۔ تشنۂ فکر و تدبّر رہیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اِن پر کامل علمی دست گاہ کی ضرُورت لاحق ہے۔

۴) قرآن کی صحیح تشریح اَور اُس کے ہر لفظ کے سچّے معانی خُود اُسی کے اندر موجود ہیں۔ قرآن کسی انسانی لُغت یا کسی انسانی روایت کا محتاج قطعاً نہیں ہاں اسے سمجھنے کے لئے پُورے تدبّر اور تفکّر کی ضرورت ہے۔

۵) خُدا نے جو قوانینِ فطرت قوانین تزکیہ اَور قوانینِ علم وحکمت قرآن میں دے کر نبوّت کے سپُرد فرمائے تھے وُہ سب کے سب نوعِ انسانی کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔ رسالت مآب صلعم نے اُن میں سے ذرّہ بھر بھی چھُپا کر نہیں رکھا (۵: ۱۰۱) اب یہ ہمارا کام ہے کہ اُسے فکر و تدبّر اور رفقہ و غور سے پُوری طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔

۶) اگر فی الواقعہ پانچواں نظریہ صحیح ہے۔ تو یقین کرنا پڑے گا کہ انسان اسے سمجھنے پر پُوری طرح قادر ہے۔ کیونکہ بخشش اور عطا کسی کی اہلیت پر دلالت کرتی ہے۔

۷) انبیاءؑ کے معجزات خُدائی حکمت وسائنس کے حیرت انگیز اعمال تھے۔ جو قوموں کے سامنے اِس لئے پیش ہوئے کہ قومیں اُن کا اتباع کرکے خود بھی ارتقاء کے معجزات پیش کر سکیں ورنہ خُدائے علیم و بصیر کا مقابلہ علمی اور حکمتی لحاظ سے انسان جیسی ادنےٰ مخلوق کے ساتھ کوئی معنے نہیں رکھتا۔

۸) قرآنِ حکیم وعظیم کو سمجھنے کے لئے پاکیزہ لباس۔ پاکیزہ بدن، پاکیزہ شعور وتخیّل اور ایک مسلسل اور پیہم فکر و تدبّر کی ضرورت ہے۔ سابقہ تفسیروں، تشریحوں اور روایات سے کلیتاً خالی الذہن ہو کر اسے غور وفکر میں لایا جائے۔ اِس کی آیات پر تحقیقات در تحقیقات کا عمل کیا جائے۔ اتحادِ فکر وعمل سے کام لیا جائے۔ کیونکہ قرآن کسی فکرِ واحد سے سمجھا نہیں جا سکتا۔ اُس کا علمی دروازہ انسانیت کے ہر فرد پر یکساں کھلا ہے۔ جس طرح خُدا اپنی حکمتوں میں كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ہے اُسی طرح اس کا کلامِ مجید

Marfat.com

بھی كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کے مصداق ہے۔

(۹) علم حکمت و سائنس کے حصول کے لئے آخری اور آسان تر مکمل کتاب قرآنِ عظیم و حکیم ہی ہے اور قیامت تک پیش آنے والی ایجادات اور مصنوعات کے اشارات اور حقائق فی الحقیقت اسی میں ہیں۔ شرط یہ ہے کہ علم خداوندی پر پورا عبور اور احاطہ ہو۔ کیونکہ اس کتاب کی ہر سطر اور ہر جملہ ایک آیت کہلاتی ہے۔ جس کے معانی اعجاز اور نشان کے ہیں۔ گویا یہ تمام کی تمام کتاب فی الحقیقت ایک معجزہ ہے۔

(۱۰) حضور رسالت مآب صلعم تمام انسانیت کے پیغمبر ہیں (إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا) وہ تمام نوعِ انسانی کے لئے نذیر و بشیر ہیں (وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا) وہ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ بھی ہیں۔ اس لئے اُن کی لائی ہوئی حکمت آموز کتاب بھی تمام انسانیت اور تمام نوعِ انسانی کے لئے بشیر اور نذیر ہے۔ نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر اُتری ہے۔ یہ اس لئے کہ انسانیت نے اپنے معراجِ کمال سے تسخیرِ کائنات کی مہم طے کرنی ہے۔ لہٰذا اس آخر الزمان پیغمبر اور اُس کی آخر الزمان کتاب کو تسلیم کرنے کے لئے تمام انسانیت وقف ہے۔ اُمّتِ واحدہ کے دائرے میں ہے۔ اس دور میں جو معجزہ جو حیرت انگیز کمال جو ایجاد و تخلیق عمل میں آئے گی وہ دورِ محمدؐ کا ایک اعجاز ہوگی۔ اس میدان میں کالے اور گورے۔ مشرقی اور مغربی کی تخصیص قطعاً نہیں۔ اس لئے قرآنِ حکیم کی حکمتِ بالغہ کو سمجھنے کے لئے اسی حیرت انگیز علمی نکتۂ نگاہ کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

(۱۱) تسخیرِ کائنات کا علم بھی اسی قرآنِ حکیم و عظیم کے اشارات میں موجود ہے۔ جو ابھی تک نا تلاش کردہ ہے۔ اس لئے یہ محاکمہ عظیم ہمارے لئے بدستور درس غور و فکر دے رہا ہے۔ اس کے برعکس اگر یہ مسئلہ لاینحل تھا۔ تو وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ کی اطلاع معاذ اللہ بے معنی تھی۔ اس لئے ابھی ہمیں قرآنِ عظیم سے بہت کچھ سیکھنا ہے اور متقدمین کی تفسیریں اور تشریحیں اور سابقہ روایات سب کی سب حتمی اور آخری قطعاً نہیں۔

علم کے لئے سمع و بصر اور قلب و ذہن کی مخفی قدرتیں

ہمیں خوب معلوم ہو چکا ہے کہ علم کے حقیقی سرچشمے سمع و بصر اور قلب و ذہن ہیں اور انسان نے اِن کے طفیل مختلف علوم کی صف بندی بھی کر رکھی ہے۔ لیکن کیا یہ صف مکمل ہو چکی ہے؟ یا حلیمن کی آڑ میں انسانی نگاہ کے لئے ابھی اور اعجاز تجلیات کی تڑپ میں سسک رہے ہیں۔ اس لئے جو مزید مسائل ہمیں کھٹک رہے ہیں وہ علم کے لحاظ سے اس قدر اہم نظر آتے ہیں کہ اُن کا ذکر کر دینا فطرت کی تلاش کے لئے از بس ضروری نظر آتا ہے۔ انسان نے ابھی تک اپنی تخلیق و ایجاد کو محض ظاہری کانوں آنکھوں اور قلب و ذہن کی قوتوں کو استعمال کر کے کسی نہ کسی ایندھن سے یا اُس کو رواں کرنے کے لئے کسی بیرونی طاقت

Marfat.com

کو عمل میں لا کر ایک مدت کے لئے چلا رکھا ہے۔ بیشک اُس میں حسابی اندازے اور کل پُرزوں کی حیرت انگیز ترتیب بھی موجود ہے لیکن یہ بے جان مشینری محض یُونان کی قدیم مائی تھالوجی (علم الاوہام) کی پیداوار اس لئے نظر آتی ہے۔ کہ اِس کی بنیاد نقطہ، خطِ مستقیم اور دائرہ پر ہے۔ بادی النظر میں اگرچہ یہ نام بھی علمِ ریاضی اور اقلیدس کی بنیاد پر قائم ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو صحیفۂ فطرت کی پنہائیوں میں اِن کا کوئی نشان بظاہر نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ انسان نے آج تک بے جان چیزوں سے بے جان مشینری کی ایجاد تو ضرور کی ہے۔ لیکن کسی جاندار تخلیق کی طرف قدم نہیں بڑھا سکا۔

آج کچھ ایسا نظر آ رہا ہے۔ کہ انسان ایٹمی توانائیوں کے راز سے اپنی قدیم آڈی آلوجی (IDIOLOGY) کو ترک کر رہا ہے۔ اور فطرت کی دلفریب وادیوں میں قدم بڑھا رہا ہے۔ ایٹمی توانائی کو جو فی الحقیقت حیات کی رازدار ہے خود کار میزائلوں خود کار کیمروں۔ خود کار شعوری مشینوں میں استعمال کر کے عقلِ انسانی کو ورطۂ حیرت میں لا رہا ہے۔ کیا عجب کہ شعورِ انسانی آگے چل کر سمع و بصر اور افئدہ میں موجود قدرتی توانائیوں اور اُن میں کام آنے والے ایٹموں کی تشخیص کر کے ایک ایسی جدید اور جاندار تخلیق کا موجد بن جائے جو خُدا کی پیدا کی ہوئی جاندار مخلوق کی طرح ذہن و شعور اور سمع و بصر سے لیس ہو۔ اور بغیر کسی بیرونی حرکت کے خود کار۔ چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی نظر آئے۔ نقطہ۔ خطِ مستقیم اور دائرے کی بجائے اُس میں فطرت کی عظیم الشان حسابی اکائیاں یعنی جمع و تقسیم اور نفی و ضرب جو پروٹان نیوٹران۔ الیکٹران اور سولٹیان میں مخفی ہیں اور اُن کی حیرت انگیز حکمتی قدریں فطرت کے اصولوں کے اس قدر مطابق ہوں۔ کہ جدید تخلیق فی الحقیقت ایک جاندار نوع کہلانے لگے۔

آج بے شک یہ واقعہ ایک معجزہ یا خواب نظر آئے گا۔ لیکن وُہ دِن دُور نہیں کہ خلاّقِ عظیم خدا کے بعد یہ انسان بھی ایک ادنیٰ خلاّق بن کر خُدا کی اِس عظیم آیت کے چہرہ سے نقاب اُلٹ دے اور اِس کی سچائیوں اور حقیقتوں کو منظرِ عام پر لانے میں کامیاب ہو جائے۔ (۲۳ : ۱۴) فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِيۡنَ O یعنی خُدا جو تمام دیگر خالقوں سے بہترین خالق ہے فی الحقیقت بڑا ہی بابرکت ہے۔

گویا خُدا کے بعد بہت سے اور خالق بھی ہیں ۔ جو وہی کچھ کریں گے جو خدا کر رہا ہے

یہ خُود کار تخلیق کا مسئلہ کیونکر ہے ؟

ہمیں اِس کا بخُوبی علم ہو چکا ہے۔ کہ عناصر محض عناصر کی صُورت میں جو اثرات رکھتے ہیں اُن کے جوہر یا ایٹم اُن کے بالمقابل کئی مزید اعجاز بھی رکھتے ہیں۔ جنہیں انسان ایٹمی توانائیوں کے نظریات میں کسی حد تک نہ صرف دیکھ چکا ہے۔ بلکہ ابھی تک خُدا کی اِس حیرت انگیز مخلوق کی تحقیقات میں مجذوب ہے۔ یہ نفسوں کی صف میں نفسِ امارہ کیا ہے؟ نفسِ لوّامہ کی حقیقت کیا ہے۔ اور نفسِ مطمئنہ کا اعجاز کیونکر ہے؟ جسمِ انسانی میں رُوح کا تعلّق نفسِ لوّامہ کے بعد محض نفسِ مطمئنہ سے

Marfat.com

کیوں ہے اور نفسِ امّارہ کا تعلق نفسِ لوّامہ تک کیوں محدود ہے۔ نیز نفسِ مطمئنہ سے نفسِ امّارہ کا تعلق کیوں مسدود ہے؟ آگے چلیئے جسمِ انسانی میں جان پہلے نمودار ہوئی یا روح۔ اور کیا جان اور رُوح ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا اِن کی ماہیت جُدا جُدا ہے۔ نیز سمع و بصر اور قلب و ذہن کے یہ ظاہری آلات جب بیداری کی حالت میں ہی علمی شمع روشن کر سکتے ہیں۔ تو پھر عالمِ خواب میں وہ کون سے ایسے ہی آلات کام کرتے ہیں۔ جو انسان کے لئے بے شمار علمی انکشافات کا موجب بنتے ہیں۔ نیند موت کی مثیل ہے۔ اور موت کا اعجاز تو یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ غیبی طاقت حسیاتِ عقلی کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ لیکن آپ نے کبھی غور کیا کہ جسمِ انسانی کے ساتھ یہ اِسی قسم کے ہمشکل آلات کہاں سے آتے اور اپنا جدید اعجاز کیونکر پیش کرتے ہیں۔ اِس حقیقت کو آپ مانیں یا نہ مانیں آٹھ سال پہلے عالمِ خواب میں ایک ایسے مقام کو بچشمِ خود دیکھا جسے آٹھ سال بعد عالمِ بیداری میں ہو بہو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ جو نقش و نگار اور دلفریب فضائیں ایک طویل مدت پہلے خواب میں نظر آئی تھیں۔ وہی اُنہی انداز میں بیداری میں دیکھ لیں۔ ایک شخص جو عمل اُس وقت خواب میں کرتا ہُوا دکھائی دیا بیدار نگاہوں نے اُس وقت اُسے وہی کچھ کرتے دیکھا۔ گویا ایک مستقبل میں پیش آنے والا واقعہ آٹھ سال پہلے من وعن دکھلایا گیا۔ غور فرمایئے وُہ کون سی طاقتیں اُس عالمِ خواب میں کام کر رہی تھیں جو آٹھ سال بعد ظہور میں آنے والے واقعہ کو پہلے ہی آشکار کرنے پر قادر تھیں۔ عالمِ خواب کے اِن جدید علمی آلات کا یہ معجزہ کیا ہمارے لئے فی الحقیقت حیرت انگیز نہیں؟ جب قرآن حکیم بھی کئی ایک ایسے ہی واقعات کی نشان دہی فرماتا ہے۔ تو اِسے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ علم کے حصُول کے لیئے جہاں انسان کو بیرونی کائنات کی تحقیقات کی ضرورت ہے وہاں سب سے پہلے خود اپنے جسم کی اِس مختصر لیکن حیرت انگیز کائنات کو بھی دیکھنا ازبس ضروری ہے۔ ذاتی اور قریب ترین کائنات سے پہلوتہی کر کے دُور و دراز کی پنہائیوں میں گم ہو جانا ایک بیش از وقت عمل ہے۔ رسالت مآب صلعم نے فرمایا تھا۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ یعنی جس نے اپنے جسمانی جوہروں اور ایٹموں کی تحقیقات کی اُس کے لئے اپنے رب کی پہچان کچھ مشکل امر نہیں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی
تُو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

○

Marfat.com

مادہ اور عناصر خُدا نہیں بلکہ خُدا کی عظیم صنعت و تخلیق ہیں

ہم نے اوراقِ ماسبق میں مادے اور عناصر کے خواص پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اور آگے چل کر کتاب کے دیگر ابواب میں بھی اِس ضمن میں مفصل بحث آ رہی ہے۔ لیکن آج اِس ارتقائی اور علمی دَور میں مسلمانوں کے کسی طبقہ کی طرف سے عناصر یا مادّے کی عظیم خُداوندی صنعت سے سرمو انکار کر کے اِسے مادہ پرستی کا نام دے دینا، موجودہ دَور کی حکمت و سائنس کو کُلیتاً خلافِ قرآن کہہ دینا یا اِس کے بالمقابل اپنی بے علمی سے چند خود ساختہ نظریات کے تحت یہ کہہ دینا کہ قرآن کوئی ارتقائی حکمت و سائنس پیش نہیں کرتا۔ یا قرآن اور اسلام محض چند معاشرتی اقتصادی اور دنیاوی حیات کے قوانین پیش کر کے اپنے وجود میں مکمّل ضابطۂ حیات کہلانے کا مستحق ہے۔ ہمارے خیال میں یہ دعویٰ اُس وقت تک نوعِ انسانی کی نگاہ میں صحیح ثابت نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ قرآن یا اسلام کے مکمّل ضابطۂ حیات ہونے کا پُوری طرح ثبوت پیش نہ کر دیا جائے۔ اور یہ ثبوت حکمت و سائنس کے علم کے بغیر ممکن نہیں۔ ہماری مجال نہیں کہ ہم اپنے نظریات کی بنیاد قرآن حکیم و عظیم کے اشارات پر نہ رکھیں ہم چاہتے ہیں کہ جو کچھ کہیں قرآنی اشارات کے تحت برملا کہیں جہاں کسی اشارے کی سمجھ نہ آئے وہاں رُک جائیں اُسے سمجھیں اور مزید سمجھ کر آگے بڑھتے جائیں۔

دُوسری جانب ہمارے مغرب زدہ اور دہریت نواز دوست بھی ہم سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ ہم اُن کی ہاں میں ہاں ملا کر خیالات کی روانی میں یہ کہہ دیں کہ مادّے یا مادّے سے بنی ہوئی اِس کائنات کو ہی خُدا سمجھ لیا جائے۔ اور خالق اور مخلوق، مُوجد اور ایجاد یا صانع اور مصنوع جیسے الفاظ کو محض انسان کی دماغی اختراع سمجھ کر یہ کہہ دیں کہ یہ محدودسی کائنات ہی ایک واحد نظامِ حیات ہے اور اِس سے ماورا کچھ نہیں۔ ہاں اُن کے یہ دعوے ہمارے لئے یقیناً باعث تحقیقات اور قابلِ غور و فکر اس لئے ہیں کہ اِن کے متعلق ہمیں قرآنی اشارات سے کچھ روشنی نصیب ہو رہی ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ کائنات محض مادّے کی پیداوار ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ مادّے اور قدرتوں کے مشترک قوام سے عمل میں آئی ہے۔ یہ کہنا کہ مادہ ہی کائنات میں موجُود ہے مادّے میں ہی حیات ہے موت محض مادّے کے تغیر کا نام ہے یا کسی نوع کے مخصوص اشکالی یا صورتی تغیّر کو موت کہا جا سکتا ہے۔ نیز ابدی موت نہ مادّے میں موجود ہے اور نہ اس کا امکان نظر آتا ہے۔ یہ اِس لئے غلط ثابت ہوتا ہے کہ جب تک مادّہ کسی بیرونی قدرت سے خواہ وُہ اندرون کائنات سے وارد ہو یا اُسے ماورائے کائنات سے حاصل ہو۔ ملوّث نہ ہو تب تک اُس میں کسی تغیّر کا امکان ممکن نہیں۔ مادّے اور قدرت میں ایک مشترک جاذبیّت قائم ہے۔ محض مادّے کو

Marfat.com

مختارِ کل مان کر قدرت کی جداگانہ حیثیت کو درخورِ اعتنا سمجھنا حکمت و دانائی نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ حیات ابدی ہے اور حیات حیات سے نمودار ہو رہی ہے۔ مادے کی فطرت محض حیات سے وابستہ ہے حیات مادے سے باہر نہیں یا زمان و مکان مادے سے باہر نہیں یہ نظریات کلیتاً صحیح اس لئے تسلیم نہیں کئے جا سکتے کہ موت یا حیات کسی قدرت کے عمل کا نام ہے۔ بذاتِ خود دونوں نہ مادہ ہیں۔ نہ عنصر۔ جیسے روشنی اور اندھیرا نہ مادہ ہے نہ عنصر۔ موت و حیات کے لئے مادہ یا عنصر محض بیرونی قدرت کا محتاج ہے۔ بذاتِ خود کچھ نہیں۔ ہاں مادہ یا عنصر جب اجزائے لایتجزیٰ میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اُس میں قدرتوں کے جذب کرنے کے خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔ مادے یا ذرے کا یہی عشق اُسے حیات سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔ اور اُس میں کشش چمک دمک حرکت و حرارت کے بعد حیاتِ عشقی و شعوری نمودار ہو جاتی ہیں۔ یہ سب اعجاز محض مادے کا نہیں بلکہ اندرونِ کائنات یا ماورائے کائنات سے آنے والی اُن قدرتوں اور طاقتوں کا ہے۔ جنہیں ہم شب و روز محسوس کر رہے ہیں۔ مادے میں اِنہی قدرتوں اور طاقتوں سے ابد اور ازل کی داستان دہرائی جا رہی ہے۔ بے شک مادہ محیطِ کائنات ہے۔ تعمیرِ جہاں کا نقشِ اوّل و آخر ہے۔ مادہ ہی فعّال ازلی ہے لیکن جب تک اِسے بیرونی روشنی نصیب نہ ہو بذاتِ خود کچھ نہیں فرض کر لیجئے کہ ہم ایک بیج کو ایسے مقام پر بو دیتے ہیں۔ جہاں اُسے سورج کی شعاعیں یا کائنات کی ہوائیں نصیب نہیں ہوتیں تو بیج میں کوئی حرکت اور نمو کے آثار پیدا نہ ہوں گے۔ آپ کہیں گے کہ سورج اور ہوا تو اِسی کائنات کی حدود میں کارفرما ہیں۔ اس لئے یہی کائنات یا اُس کا مادی وجود ہی کسی حیات کو جنم دیتا ہے یہ نظریہ اس لئے غلط ہو جاتا ہے کہ سورج اور کائنات کی ہوا بھی کسی بیرونی قدرت کی محتاج اس لئے ہے کہ کوئی مادہ بغیر بیرونی قدرت کے حیات انگیز نہیں بن سکتا۔ مادے میں کوئی حرکت کوئی تجلی اور کوئی حرارت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُس پر کسی قدرت یا طاقت کا عمل نہ ہو۔ یا اُس میں کسی طاقت و قدرت کو جذب کرنے کا سبب پیدا نہ ہو جائے۔ مادے کا یہی جذب و شوق اُس کی صورتیں بدلتا ہے۔ حیات پیدا کرتا ہے اور اُسے انجام کار مختارِ فعل بنا دیتا ہے۔ اِسی لحاظ سے مادے سے وجود میں آنی والی ہر نوع ایک دوسرے کے لئے پیامِ عبرت و درس بن جاتی ہے۔ اسی لحاظ سے مادے میں خیر و شر ہے اور اِس مادی کائنات میں اِسی وجہ سے خیر و شر کے نظام جاری ہیں۔

جیسا کہ ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں۔ اس کائنات میں نظامِ حیات دو اجزائے مشترکہ سے قائم ہے۔ یعنی مادہ اور قدرت۔ مادہ اسی کائنات میں محیط ہے اور قدرت بیرونِ کائنات سے وارد ہو رہی ہے۔ جو سورج اور ہواؤں اور دیگر ستاروں اور سیاروں میں حیات پیدا کرتی ہے۔ پھر اُن کی تجلیوں کششوں موجوں اور رَووں سے دوسرے اجسام مادی میں جان نمودار ہوتی ہے۔ نظامِ حیات کی یہ سلسلہ وار کڑیاں محض ماورائے کائنات سے پہنچنے والی قدرتوں اور طاقتوں سے جڑی ہیں۔ اگر یہ بیرونی سلسلہ توانائی ختم ہو جائے تو مادہ جو محض موت ہے جامد اور ساکن بن کر رہ جائے۔ الغرض ہمارے لئے جہاں مادے یا عناصر کا علم انتہائی طور پر ضروری ہے۔ وہاں بیرونی قدرتوں اور طاقتوں کا علم بھی اس لئے لابدی ہے۔ کہ اُنہی سے یہ مادی

Marfat.com

کائنات قائم ہے۔ اُنہی سے اِس مادّے میں حیات اور نمود ہے۔ اُنہی سے مادّے میں علمی اور شعوری حسیات ظہور میں آ رہی ہیں۔ الغرض جب تک ہم اِس مادّی کائنات سے نکل کر کسی دوسری کائنات میں نہ چلے جائیں اُس وقت تک اُن قدرتوں اور طاقتوں کے ماخذ کا علم ممکن نہیں۔ قرآنی نظریات کے مطابق جہاں محض اِس مادّی کائنات کا نام نہیں بلکہ نامعلوم کتنے جہاں اور ہیں۔ جن پر محض خدائے یکتا کی حکمرانی نئے نئے اسلوب سے قائم ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ٭ ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

دہریّت نواز حضرات آئے دن کھُل کر یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ اللہ محض ایک خیالی نام ہے۔ خُدا کو ماننا انسان کی ذہنی کمتری ہے۔ جس کا کوئی نشان اور نہ مثال ہو۔ تو وُہ خُدا کیونکر ہے۔ یہ ایک وہم اور تصوّراتی لفظ ہے۔ جب حرم اسی کائنات میں ہے جو محض مادّے سے آراستہ ہے۔ تو پھر حرم میں سجدہ کائنات یا اُس کے مادّے کو سجدہ ہے۔ خُدا کا سجدہ کیونکر تسلیم کیا جائے۔ ہم جب اپنا رزق اس زمین سے یا اسی کائنات سے حاصل کرتے ہیں تو اِسی کائنات کا نام رزاق ہے۔ اور یہی مادہ پروردگار ہے۔ ہر نوع کی پیدائش جب مادّے سے ہے۔ اور ہر نوع کی مادہ موجود ہے۔ تو اصل خالق ماں تصور ہوتی ہے۔ یا اُس کا مادّہ۔ مادّے کا کوئی صانع نہیں۔ مادہ خود ہی صانع ہے اور مصنوع بھی ہے۔ کیونکہ علت جب معلول میں آتی ہے تو پھر علت بن جاتی ہے۔ علم اِسی کائنات میں موجود ہے۔ اور کائنات کی ہر نوع ایک دوسرے کی معلم ہے۔ یہ تمام ستارے اور سیّارے مادّے سے وجود میں آئے مادّے کے خواص سے وُہ خود بخود کائنات میں تیر رہے ہیں اور چمک دمک رکھتے ہیں۔ مادّے کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔ جب یہی مادہ خالق ہے۔ تو پھر وحی بھی اِسی مادّے سے ہے۔ انسان نے خود ہی مفکّرین اور دانشوروں کا نام پیغمبر اور رسول رکھ لیا ہے۔ ورنہ وُہ بھی اِسی کائنات کی موجودات میں سے ہیں۔ اور اِسی کائنات میں پیدا ہوئے یہیں رہے۔ اور فنا ہو گئے۔ قیامت ہر وجود کے ظہور کا نام ہے۔ جب انسان مادّے سے ہے۔ اور مادہ نہیں مرتا۔ تو انسان بھی یقیناً نہیں مرتا۔ محض تغیّر سے دوچار ہے جو مادّے کی صفت ہے۔ خُدا کا وجود کسی دلیل اور منطق سے ثابت نہیں ہوتا۔ ورنہ اُس کی صُورت متشکل کی جانی ازبس ضرُوری ہے۔ خُدا نوُر کیونکہ کہلا سکتا ہے۔ جبکہ نوُر مادّے کی صفت ہے۔ اور نوُر مادّے سے جُدا نہیں جب مادّہ نہیں تھا تو خُدا کس پر حاکم تھا۔ اور اُس وقت کی انواع کس چیز سے تقویم میں آئی تھیں۔ ہو جا کا حکم کس نے دیا۔ اور اس سے پہلے مادہ اور مادّے کی کائنات کا وجود کیونکہ تھا۔ یہی مادّہ قادر ہے اور اپنی قدُرت سے ہر نوع کو جنم دے رہا ہے۔ خود انسان بھی اُسی کا مظہر ہے۔ مادّے میں ہی عقل و فکر ذہن اور سمع و بصر کے اوصاف موجود ہیں۔ اِس لئے مادّہ ہی سمیع و بصیر اور علیم و خبیر کی حیثیّت رکھتا ہے۔ الغرض یہ تمام خیالات ہمارے اُن دوستوں کے ہیں جن کا تعلق دینِ فطرت دین قیّم یا دین اسلام سے نہیں۔ یہ خیالات اُن کے محدود ذہنی تخیل کی پیداوار ہیں۔ جو اِس مختصر سی محدود مادّی کائنات میں جنم لے کر بعینہٖ اُسی طرح سوچتے ہیں جس طرح مُرغی کے انڈے میں ایک جاندار بچّہ اپنے انڈے کی محدود کائنات کو دیکھتا ہے۔ اور فیصلہ کر لیتا ہے۔ کہ یہی اُس کی کائنات ہے یہی سفید انڈے کی چھت اُس کا آسمان ہے۔ اور انڈے کا

Marfat.com

بچا کچھا مادہ ہی اُس کا رزق ہے۔ وُہ انڈے میں حیات رکھتا ہے اور انڈا ہی اُس کا والی اور وارث خالق اور مالک ہے لیکن جب اُس کا ذہنی ارتقاء انڈے کو پھاڑنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ تو انڈے کو سوراخ کر کے اپنی نگاہ اُسی مرغی خانے پر ڈالتا ہے۔ تب دیکھتا ہے۔ کہ افسوس انڈے کی چار دیواری تو اُس کی کائنات نہ تھی۔ بلکہ یہ مرغی خانہ اُس کی کائنات ہے۔ اِس کے بعد وُہ اچھل کر باہر آتا ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ تو اُسے مرغی خانے سے باہر ایک مکان کی چار دیواری نظر آتی ہے۔ ایک ماں اُسے بلاتی ہے۔ اور اُسے دانہ کھلانے میں مصروف ہوتی ہے۔ تو بیچارا بچہ یہی خیال کرتا ہے۔ کہ یہ چار دیواری اُس کی کائنات تھی۔ اور اُس کی خالق فی الحقیقت وُہ مرغی تھی۔ جس کے انڈے سے وُہ باہر آیا۔ اور وہی اُس کی رزاق اور رب ہے جو اُسے دانہ دنکا کھلا رہی ہے۔ اِس کے بعد اُس کے پَر کھلتے ہیں۔ اور وُہ چار دیواری کو پھاند کر اور اپنی ماں کو خیر باد کہہ کر وسیع میدان میں پہنچتا ہے پھر نیلے آسمان اور اِس زمین کے وسیع لیکن محدود میدانوں کو ہی اپنی کائنات سمجھ لیتا ہے تب اُسے ہر مقام پہ رزق بکھرا ہوا نظر آتا ہے اور سمجھتا ہے۔ کہ رزاق اور رب میری مرغی ماں نہیں تھی بلکہ یہ سب کچھ کسی اور ہستی نے بکھیر رکھا ہے جو بظاہر اُسے نظر نہیں آتی۔ اُس کا یہ ذہنی تخیل اپنے ارتقا کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے۔ اور اُس کا شعور اُسے آگے سے آگے لے جانا چاہتا ہے۔

یہی صورت نوعِ انسانی کی ہے۔ لیکن یہ نوع چونکہ باقی انواع سے زیادہ باشعور اور اس کائنات میں عقل و فراست کے لحاظ سے اشرف الخلق نظر آتی ہے۔ اس لئے یہ نہ صرف اِس کائنات کی کنہہ کو پوری طرح دیکھنا چاہتی ہے۔ بلکہ وہ ماورائے کائنات کے علم کی بھی متمنی ہے۔ اپنی قدرتوں کے ارتقاء اور اپنی علمی اور حکمتی کارناموں سے اس مادی کائنات کو پھاند کر کسی اور کائنات کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے۔ مختلف اشیاء کے تجزیات کرتی اور ان کے نام از خود رکھنے پر قادر ہو جاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ اِس مادی کائنات میں اُس کا آنا اور اُس کی فطرت میں کُل اسماء کا علم ودیعت ہونا یعنی اِس مادے کے اجزا یا عناصر کے ناموں کا علم اُس کی ازلی سرشت میں شامل ہونا اس امر کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ اگرچہ انسان مادے کا خالق نہیں کیونکہ وُہ خود مادے سے ہے۔ لیکن اِس مادی کائنات سے کسی دوسری کائنات میں جانے کے اسباب اِسی مادے کی ارتقاء میں صاف دیکھتا ہے۔ اِسی مادے سے کام لیتا ہے۔ اور حکمت و سائنس سے ایسے ذرائع اختیار کرتا ہے۔ کہ وُہ اس مادی کائنات کے گنبدِ نیلگوں کو مرغی کے انڈے کی طرح پھاڑ کر کسی اور کائنات کو دیکھ لے۔ گویا کائنات کے لغوی معنوں کے انداز سے اُس کی فطرت اور سرشت ہر لمحہ اُسے مجبور کرتی ہے۔ کہ وہ کوئی نہ کوئی نئی دُنیا تلاش کرے۔ حتیٰ کہ وُہ اُن لاتعداد کائناتوں کو چھان کر دیکھے کہ اِن کا خالق کہاں ہے۔ کہاں بستا ہے۔ کس حلیے اور شکل میں ہے۔ گویا انسان کی فطرت اور سرشت میں یہ راز مخفی ہے۔ کہ وُہ انجام کار اپنے خالق نہیں بلکہ مادے اور اِس مادی کائنات کے خلاقِ عظیم کو دیکھے اور اُس کی رو برو ملاقات کر کے رہے۔

جب ہم اپنے علمی شعور سے نہیں بلکہ دلیل اور منطق سے از خود فاعل اور مفعول کی تھیوری ایجاد کرتے ہیں تو پھر ہمیں صاف نظر آتا ہے۔ کہ اگر کوئی مخلوق موجود ہے تو اُس کا خالق ہونا چاہیئے۔ جب کوئی ایجاد سامنے ہے۔ تو اُس کا موجد ضرور ہو گا

Marfat.com

جب کوئی صنعت آنکھ کے سامنے آئے تو شعور یہ مجبور کرتا ہے۔ کہ اِس کا صانع بھی ضرور کوئی ہوگا۔ اگر یہ تمام کائنات مادّے سے بنی ہے۔ اور اس کے اندر بسنے والی تمام مخلوق مادّے سے جنم لے رہی ہے۔ تو شعور یہ سوال کرتا ہے۔ کہ مادّے کا خالق کون ہے۔ اور اگر خالق کا مقام بھی اُسی مادے میں ہے۔ تو پھر وُہ خالق نہیں کیونکہ ایک میز کے بنانے والا خود میز کی حدود کے اندر نہیں۔ نہیں نہیں بلکہ وُہ خود میز بھی نہیں۔ وُہ لازماً ماورائے میز ہوگا۔ وُہ میز کو دیکھ رہا ہوگا۔ لیکن میز اُسے دیکھنے سے معذور ہوگی۔ میز میں وُہ شعور نہیں کہ اپنے مُوجد کو دیکھ سکے۔ علیٰ ھذالقیاس کچھ اور آگے بڑھیئے۔ خالق اور موجد اپنی مخلوق اور ایجاد کو کما حقہٗ جانتا دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ لیکن مخلوق اور ایجاد اپنے خالق اور مُوجد کو دیکھنے سے عاری ہے۔ یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ مخلوق اور ایجاد میں بھی وُہی آنکھ اور وہی بصیرت پیدا ہو جائے جو اُس کے خالق اور موجد میں ہے۔ یہ اعجاز مخلوق میں سے محض اُسی نوع کے مقدر میں ممکن ہے جس میں خود خالق نے یہ صفات پیدا کر دی ہوں۔ جیسے ایک کیمرہ اپنی آنکھ سے اپنے موجد کو دیکھنے پر قادر ہے۔ لیکن ایسی حالت میں نہ تو موجد کیمرہ کی شکل و صُورت اختیار کرتا ہے اور نہ کیمرہ اپنے موجد کی صُورت میں بدل سکتا ہے۔ یہی صُورت قرآن عظیم و حکیم میں ملاقاتِ رب کی ہے۔ انسان میں بصارت کی اعضائی تبدیلیاں اُس کی ارتقاء کے ساتھ ساتھ ایک ایسے حیرت انگیز انداز میں دھیرے دھیرے ہو رہی ہیں۔ کہ وُہ اُن دُور دراز ستاروں کو جنہیں کبھی وُہ اپنا رب سمجھ کر اُن کے سامنے سجدہ ریز ہُوا کرتا تھا۔ آج علمی بصیرت کے زور سے انہیں اس قدر نزدیک دیکھ رہا ہے۔ کہ گویا یہ ستارے اور اُن کی دُنیا اُس کی ایک محدود پتلی میں اُتر چکی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ وہ ایک ستارے سے پھاند کر دوسرے میں اپنے جسم کے ساتھ جانے کا مصمم ارادہ کر چکا ہے۔ یہ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ انسانی شعور اور اُس کے علمی اور حکمتی ارتقا کی حدود میں تسخیر کائنات کا وُہ عظیم الشان عطیہ لکھا جا چکا ہے۔ جو کسی اور نوع کی نوشت میں مقدر نہیں تھا۔ انسان کی اِس درجہ بدرجہ ترقی سے یہ امر بعید از یقین نہیں رہتا کہ وُہ ایک نہ ایک دن اپنے علمی اور حکمتی ارتقاء سے اپنے خالق کو بھی لازماً دیکھ لے گا اور اُسے ملاقاتِ ربّ العالمین ہو کر رہے گی۔

الغرض مادّے کو خُدا اور زمین اور کائنات کو اپنا پروردگار سمجھنے والے آج بھی کئی لاکھ سال پہلے کی غیر ارتقا یافتہ انسانی نوع کی طرف لوٹ چکے ہیں جو ستاروں اور سُورج کو دیکھ کر اُنہیں اپنا خُدا مان چکی تھی اور اُن کی پرستش کر کے اُنہی کے سامنے سجدہ ریز ہُوا کرتی تھی۔ گویا ایسے افراد اَسْفَلُ السَّافلین کی صف میں جا رہے ہیں۔ ارتقا یافتہ یا ارتقاء پذیر کہلانے کے مستحق نہیں رہے۔

اگر فی الواقع خالق اور مخلوق۔ موجد اور ایجاد۔ صانع اور مصنوع کے الفاظ انسان کے خُود ساختہ الفاظ ہیں جو محض خُدا کو منطقی طور پر منوانے کے لئے از خود ایجاد کر لئے گئے ہیں۔ تو اِس کا کیا علاج ہے کہ ہم اپنے عدم ارتقاء یا اپنے شعور کی عدم پختگی کے باعث یہ کہہ کر اپنے آپ کو سچّا ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ کہ مادّہ ہی خُدا ہے۔ یہ کائنات ہی پروردگار ہے

Marfat.com

یہی خالق بھی ہے اَور مخلوق بھی موجد بھی اور ایجاد بھی اور صانع اور مصنوع بھی، جبکہ یہ خیالات فاسدہ بھی ہمارے اپنے ذہن وشعور کی ہی پیداوار ہیں۔ اَور کبھی ماورائے مخلوق فرد کی زبان سے نہیں سُنے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے خالق سے ملاقات کی تگ و دَو نہ کرنا اور اِس کے برعکس اُس تگ و دَو سے ہی کنارہ کشی کر لینا فعل مردانگی نہیں کوئی فکری اور شعوری عمل نہیں۔ نہیں نہیں بلکہ ایک سفلی مخلوق سے (یعنی مادّے کی پیداوار سے) برتر مخلوق بننے کی تمنّا نہ کرنا فی الحقیقت وُہ کفر ہے۔ جو انسانی نوع کے لئے کسی مقامِ شعور پر زیب نہیں دیتا۔

قُدرتیں اَور مادّہ کیونکر پیدا ہُوا؟

اگر حکمتِ خُداوندی پر غور و فکر کیا جائے۔ تو کائنات سے اشارات کچھ یُوں ملتے ہیں۔ کہ ابتدائے آفرینش میں جب خُدائے تعالےٰ اپنی وحدت میں یکتا اَور ایک مخفی خزانہ کی صُورت میں تھا۔ تو اُس نے چاہا کہ یہ کائنات اور اِس کے علاوہ کئی اَور کائناتیں پیدا کر دی جائیں چنانچہ اِن کی ابتداء کے لئے خُدا نے اپنی براہِ راست قُدسیہ قدرتوں کا ایک ترتیب وار نظام کھڑا کیا اور اُس نظام کے اظہار کا نام آلا مُور رکھا۔ اِس نظام سے اُن قدسیہ قدرتوں میں ایک عظیم تموّج پیدا ہُوا۔ جس سے از سرِ نو کئی نئی قدرتوں اَور توانائیوں نے جُداگانہ رُوپ میں جنم لیا۔ پھر اِن نئی طاقتوں کے نظام میں تموّج پیدا ہُوا تو نئی توانائیاں اور قوتیں وجود میں آئیں جو سابقہ قدرتوں اَور طاقتوں کے خواص سے بالکل جُداگانہ تھیں پھر اِن طاقتوں میں نئے انداز میں تموّج پیدا ہُوا اور نئی طاقتوں نے ظہور پکڑا۔ قدرتوں۔ قوتوں۔ طاقتوں اور توانائیوں کے ایسے تموّج ہماری تحقیقات کے مطابق کم سے کم چار بار یقیناً عمل میں لائے گئے۔ اِن کے بعد آخری نظامِ قُدرت سے مادّے کا وجود ظہور میں آ گیا۔ حکمت و سائنس کے علم کے مطابق کوئی طاقت یا قُدرت کسی وجود کا ہم مثل یا ہم شکل یا کوئی جزو قرار نہیں پاتی۔ بلکہ یہ مختلف مظاہر محض اُن قدرتوں کا اظہاری عمل ہیں۔ اِس لئے یہ کہنا کہ اِن قدرتوں کے مظاہر سے خُدا یکے بعد دیگرے تقسیم ہوتا گیا۔ اور انجام کار خُدا کا وجود کائنات کے اجزائے ترکیبی میں کام آ گیا سراسر غلط اور حکمتی محاکمات کے صریح خلاف ہو گا یہ اِس لئے کہ عمل کسی وجود کی کمی یا بیشی کا موجب نہیں بن سکتا۔ آواز ایک طاقت ہے۔ لیکن جس وجود سے ظہور پکڑتی ہے۔ اُسے نہ تو کم کر سکتی ہے۔ اور نہ ذاتی وجود کو منقسم کر کے اُس کی ہیئت۔ وزن۔ حیثیت کو انجام کار ختم کر سکتی ہے۔ مزید براں طاقتوں کا اظہار اپنے مبدا کی اصل شکل و صُورت میں بھی ظہور پذیر ہونا ممکن نہیں۔

چنانچہ اِن قدرتوں اَور طاقتوں کے اعمالی تموّج کے نتیجہ میں کہیں رَعْد۔ کہیں بَرق کہیں صَوَاعِق کہیں آتش کہیں اندھیرا اور اجالا کہیں سردی اور گرمی کا ظہور ہُوا۔ حکمت و سائنس کے تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رعد۔ برق۔ صواعق۔ آتش۔ اندھیرا۔ اجالا۔ سردی یا گرمی بذاتِ خود نہ تو کوئی عنصر ہیں اور نہ مادہ سے مماثلت رکھتے ہیں

Marfat.com

لیکن حکمتی علم کے مطابق یہ تمام مظاہر یا اعمال فی الحقیقت تعدیلی حالت میں لاتعداد روالوں اور برقیروں کی قطاروں کی صورت میں حیرت انگیز موجیں روئیں شعاعیں اور کششیں پیدا کرتے ہیں۔ جو لطیف ترین ذرّات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ یہ ذرّات قدرتوں کے مظاہر و اعمال سے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ آزاد ہوتے ہیں۔ گیسی ذرّات کی طرح آزادانہ حرکت کرتے ہیں۔ جب ان کا مجموعہ یا آمیزہ قائم ہوتا ہے۔ تو ایک محلول کی صورت میں اپنی سابقہ شکل وصورت اور خواص کو بدل دیتا ہے۔ سائنسدانوں نے اس کا نام ایتھر اور قرآن حکیم نے اس کا نام اَلْمَاء رکھا ہے۔ پھر اسی الماء سے ایک اور نئی تخلیق وجود میں آتی ہے جسے آجکل کے علمائے فطرت نے پلازما کا نام دے رکھا ہے۔

جب پلازما قائم ہوتا ہے تو مادّے کی ابتداء ہوتی ہے۔ روہی لطیف ترین نوری ذرّات روالوں اور برقیروں کی صورت میں مجتمع ہو کر بڑے ذرّات پیدا کر دیتے ہیں۔ اور بڑے ذرّات اپنی کششوں سے مل کر مادہ وعنصر کی ابتدا کرتے ہیں۔ اس طرح مادہ کی اوّلیں صفت پلازما اس کے بعد مائع پھر ٹھوس پھر گیس قرار پاتی ہے۔ گویا سائنسی اور حکمتی تجربات کے بعد مادہ میں یہی چار خواص موجود ہیں۔ ماہرین طبیعات کا اس پر اتفاق ہے کہ پلازما ازل سے قائم ہوا اور ابھی تک سورج میں اور ان خوبصورت روشنیوں میں جو انوارِ شمالی کہلاتی ہیں نیز ان خطرناک فضائی منطقوں میں جنہیں اب وَان ایلن کہا جاتا ہے۔ یہی پلازما اپنے اعجاز دکھا رہا ہے۔ زمین کے اُوپر کاروان کرّہ حد یہ کہ بجلی کا کڑکا بھی اسی پلازمے سے وجود میں آ رہا ہے۔ یہی پلازما پھر رواں شدہ گیسوں کی صورت اختیار کرتا ہے۔ جو مختلف کششوں کے زیر اثر گردش میں ہیں۔

اگر ہم ایتھر کا نام اَلْمَاء رکھنے میں حق بجانب ہیں۔ تو قرآنِ حکیم وعظیم میں اس کے متعلق ایک واضح اشارہ اس آیت سے ملتا ہے۔

(۱) سورۃ انبیاء رکوع ۳۔ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ○

ترجمہ:۔ بھلا جو حقائق سے کفر کر رہے ہیں۔ کیا وہ (غور و فکر کے بعد) یہ نہیں دیکھتے کہ یقیناً آسمان و زمین ابتدا میں آپس میں ایک حیثیت میں تھے تو ہم نے ہی انہیں علیحدہ علیحدہ درست کر دیا۔ اور اسی ماء سے (جو سب کا قوام تھا) تمام عناصر کو زندہ بنا دیا۔

یہ الماء ہی تھا جس نے زمین و آسمان کی ملی جُلی داستان کو اپنے اپنے جداگانہ ابواب پر مشتمل کر دکھایا نہیں بلکہ کُلّ شَيْءٍ میں تمام عناصر کو بنا کر انہیں حیات سے بھی بہرہ ور کر دیا۔ آج وہی عناصر مادّے کی صورت میں ہر فضائی کرّے کی تعمیر حیات میں شامل ہیں۔ اب یہی کائنات جس میں غیر عنصری یعنی خالص ایتھر کے اور عنصری طبقات شامل ہیں ایک خوبصورت اور حیات بخش فضاؤں میں رواں دواں ہے۔

جب ہم مزید قرآنی اشارات پر غور کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ ہر کرّۂ فلکی پر عناصر یا اُن کے مادّے کا نزول ہو رہا ہے۔ گویا اُن غیر عنصری یعنی خالص ایتھر کے طبقات سے عناصر اور مادّے کی پیداوار بدستور جاری ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ نزدیک ترین کرّوں میں شمولیت اختیار کر رہا ہے۔

Marfat.com

وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ۔ یعنی (عناصر کی پیدائش کے ضمن میں) لوہے کو ہی لے لو اسے بھی ہم نے ہی (ایتھر یا الماسے) نازل کیا ہے۔
اَنْزَلَ کے معنی قرآنی انداز میں یہ ہوں گے۔ یعنی غیر عنصری مقام سے عنصری مقام کی طرف پہنچانا۔ جیسے

۲۔ الزمر۔ رکوع ۱۔ اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ۔ یعنی تمہارے لئے چوپاؤں میں سے نر و مادہ آٹھ اُتارے۔ یا اس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ تمہارے لئے آسودگی اور عیش کی خاطر آٹھ نر و مادہ نازل کئے۔

۳۔ الاعراف رکوع ۳۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ۔ اے اولادِ آدم ہم نے نازل کی تم پر پوشاک (لباس) جو تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانکتی ہے۔

۴۔ الشوریٰ۔ رکوع ۴۔ ھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا۔ وہی تو ہے جو بادل یا موسلادھار بارش اور سبزہ جو بارش سے خود بخود اُگ آتا ہے (غیث) اُس وقت نازل کرتا ہے جبکہ تم تمام اُمید و آس سے ہاتھ دھو بیٹھے ہو۔

۵۔ البقر۔ رکوع ۳۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔ آسمان سے پانی اُتارا۔
مَا کے معنی۔ اصل میں یہ لفظ موہ ہے۔ تصغیر مُوَیہ اور نسبت کے لئے مَائِیٌّ و مَادِیٌّ و مَاھِیٌّ جمع مِیَاہ و اَمْوَاہ۔
استعمال۔ عام معنوں میں پانی کو کہتے ہیں لیکن عربی زبان میں کہتے ہیں مَوَّہَ الشَّیْءَ بِمَاءِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ یعنی کسی عنصر پر سونے اور چاندی کا پانی چڑھانا۔
مَاءُ السیف = تلوار کی چمک دمک۔
بناتُ الماء = پانی کے آس پاس رہنے والے پرندے۔
مَاءُ الْوَجْهِ وَ مَاءُ الشَّبَابِ = اصل ذات چہرہ یا جوانی کی رمق، دمک۔
گویا مَاءُ اُس خاص پانی کو کہتے ہیں جو عناصر کو کسی نہج سے شکل و صورت اور خواص میں پیش کرتا ہے۔

۶۔ الواقعہ رکوع ۲۔ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ۔
کیا وُہ چمکدار پانی جو تم استعمال میں لاتے ہو ہم بادل سے اُتارتے ہیں یا تم نازل کرنے والے ہو۔
مندرجہ بالا آیات میں نزول کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور ان آیات سے واضح ہے۔ کہ نازل ہونے والی چیزیں سب کی سب مادی ہیں۔ گویا مادہ ہی مختلف اثرات اور اشکال میں نازل ہوتا ہے۔ آیت نمبر ۳ میں لباس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور خدا نے لباس کے معنی حسب ذیل آیات میں واضح فرمائے ہیں:۔

۱۔ لِبَاسُ التَّقْوٰی (الاعراف رکوع ۳) عدم تخریب کا پہناوا۔
۲۔ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ (البقرہ رکوع ۲۳) یہ عورتیں تمہارا لباس اور تم اُن کا لباس ہو۔
۳۔ جَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا (النبا رکوع ۱) ہم نے رات کو لباس بنایا۔

Marfat.com

۴۔ النحل رکوع ۱۵، لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ ۔ بھوک اور خوف کا لباس۔
گویا لباس سے مراد ایسی اشیاء ہیں جو فطرتی انداز میں ہمارے ڈھانپنے کے قابل حصوں کو چھپا لیتی ہیں۔ یا از خود ہم پر مسلط ہو جاتی ہیں۔ اور وہ سب مادے سے ہیں اور اُن کا نزول غیر عنصری خلا سے ہے۔

الغرض

قدرت و توانائی اور عناصر و مادہ کی مشترک کائنات میں کہیں مادہ قدرتوں سے پیدا ہو رہا ہے۔ اور کہیں قدرتیں اُسی مادے سے نکل رہی ہیں۔ یا مادہ پھر اپنی شکل و صورت اور ہیئت کو بدل کر واپس اپنی پیدا کرنے والی قدرتوں اور طاقتوں میں شامل ہو رہا ہے۔ اور ایسا نظر آتا ہے کہ اِس کائنات میں نہ مادہ قدرتوں سے ماسوا ہے اور نہ قدرتیں مادے سے ماوریٰ۔ اِس کا بیّن ثبوت یوں نظر آتا ہے۔ کہ مادے کے مقام پر ہر عنصر کا خاص وزن اور اُس کی مخصوص کمیت صاف ثابت ہوتی ہے۔ لیکن جب وہی مادہ پھر الماء یا ایتھر کی خلاؤں میں پہنچتا ہے۔ تو بالکل بے وزن اور اپنے خواص میں بالکل ایک نرالی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ جُوں جُوں اُس پر الماء کے اثرات غالب آتے ہیں وہی مادہ قدرتوں اور طاقتوں میں دوبارہ تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے اِسی طرح یا تو وُہ دوبارہ الماء کی شکل و صورت اختیار کر کے پھر ایک قدرت و طاقت میں تبدیل ہو جاتا ہے یا پھر الماء اُسے اُس کی سابقہ رفتار سے اُوپر یا نیچے پھینکتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وُہ نزدیک کے کسی مادی کرّے کی کشش کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور دوبارہ الماء کے کرّے میں گم ہو جانے کی تگ و دو میں مصروف ہو جاتا ہے۔ گویا قدرت اور مادے کی یہ داستانِ عشق و محبت آئے دن نئے نئے اعجاز پیش کر رہی ہے۔

مندرجہ بالا تشریح سے پتہ چلتا ہے۔ کہ عنصری مادے کی حیثیت محض مادی دنیا تک ظاہر و درخشاں ہے۔ مادہ اگر اپنی دُنیا کو چھوڑ دے تو پھر سابقہ اعمال کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اور اپنی شکل اور خواص بدل کر ایک قوت کے بعد طاقت اور طاقت کے بعد توانائی اور توانائی کے بعد ایک قدرت اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ گویا مادہ جب عمل کے دائرے میں پھنس جاتا ہے۔ تو مادہ نہیں رہتا بلکہ قدرت و توانائی میں بدل جاتا ہے۔ جو محض ایک عمل کا نام ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تانبا ایک مخصوص عنصر اور مادے کی جزو ہے۔ جب اسے کاربن سے رگڑ دے کر شدید حیکہ سے دوچار کیا جاتا ہے تو تانبہ اپنے ظاہری خواص کو چھوڑ کر اور اپنی شکل و صورت کو بدل کر برقی توانائی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یعنی وُہ رو الوان اور برقیروں کی شکل اختیار کر کے رَو اور موج کی صُورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہی رَو ایک برقی قدرت میں نمایاں ہو کر ایک عظیم طاقت کا مبدا بن جاتی ہے۔ اِس کے بعد نہ تو بجلی یا برق تانبا کہلا سکتی ہے اور نہ ابتداء میں تانبا کو برق یا بجلی سے منسوب کیا جاتا تھا۔ الغرض قدرتوں اور طاقتوں کے عمل سے مادہ کی بنیاد اور مادہ پر حرکت و حرارت کے عمل سے ایک نئی طاقت اور طاقت پر مسلسل حکمتی عمل سے قدرتوں کی تخلیق کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم ہے۔ یہ ہے عناصر اور مادہ کی پیدائش میں خُدائی قدرتِ بالغہ کا اظہار اور اِسی کا نام

Marfat.com

خدا نے اَلْاَمْر رکھا ہے۔

الغرض قدرت۔ عناصر اور مادہ کی داستان اس قدر پیچیدہ تر ہے۔ کہ بغیر علم حکمت و سائنس کے اس کی وضاحت ممکن نہیں۔ نوع انسانی اگرچہ کافی تحقیقات کے بعد ان مسائل کے ابتدائی مراحل طے کر سکی ہے۔ لیکن جب تک انسان اپنے وجود کی خودکار کائنات کو پوری طرح نہ سمجھ لے گا۔ ان مسائل کے عقدے کما حقہٗ وا نہ ہوں گے۔ ہم یہاں تک تو آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسانی جسم محض عناصر اور اُن کے جوہروں کی پیداوار نہیں بلکہ اپنے وجود میں عناصر کے سوا کوئی بیرونی چیز بھی رکھتا ہے۔ جس سے مادے سے تقویم میں آئی ہوئی مشینری خودکار بن چکی ہے۔ آپ کہیں گے کہ وہ بیرونی شے جان ہو گی۔ جو عناصر کا جزو نہیں یا روح ایک بیرونی چیز ہے جو خدا کی ذاتی جزو ہے اور اُسی کے اعجاز سے انسان ایک خودکار مخلوق ہے۔ ہماری تحقیقات کے مطابق یہ دونوں نظریات صریح غلط اور خلافِ حقائقِ قرآن اس لئے ہیں کہ خدا اپنی ذات کے لحاظ سے فی الحقیقت وحدہٗ لاشریک ہے۔ اِس لئے نہ جان خدا کی جزو ہے اور نہ روح۔ اگر جان یا رُوح خدا کی ذات کا براہِ راست جزو ہوتی تو اس میں شیطانی تخریب کیونکر داخل ہو سکتی اور جزا و سزا کا محاکمہ محض جان اور رُوح پر کیوں وارد ہوتا۔ خدا کی کسی جزو پر نہ تو عذاب آ سکتا ہے۔ اور نہ وہ سزا کی مستوجب قرار دی جا سکتی ہے۔ ہم نے نفسی اور مِن رُّوحی کے معنی اوراق ماسبق میں کر دیئے ہیں۔ یعنی میرا پیدا شدہ نفس اور میری طرف سے پیدا کردہ رُوح۔ گویا یہ دونوں خدا کی حیرت انگیز مخلوق ہیں نہ کہ خدا کی اصل ذات کی کوئی جزو۔ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ انسان کی یہ خودکار جسمانی کائنات محض عناصر یا اُن کے ایٹموں یا اُن دونوں سے تخلیق شدہ حیرت انگیز مادے سے تقویم میں آئی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب زمانۂ آفرینش محض مادہ و عناصر پر منحصر ہے۔ تو کیا فکر و ارادہ عقل کی روشنی آنکھ کی بینائی اور کان کی سماعت نہیں بلکہ انسانی تخیلات اور جذبات جیسی متحرک اور جاندار حس ایک سرد بے جان اور بے شعور مادّے سے ظہور میں آئی۔ یہ کیسے ممکن ہوا کہ انسانی عقل و فکر جو اپنے وجود کا احساس رکھتی ہے۔ اور اپنی شخصیت کا ادراک بھی کرتی ہے۔ فی الحقیقت چند مُردہ عناصر سے بنے ہوئے مادّے سے پیدا شدہ ہے۔ جو بذاتِ خود نہ تو اپنے وجود کا احساس رکھتا ہے۔ اور نہ اپنی شخصیت کا ادراک ہی کر سکتا ہے۔ یہ کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے۔ کہ مادّہ جو انسانی ارادہ و عقل کا مفتوح ہے۔ وہی اُن کا خالق بھی ہے۔ مزید برآں یہ کیونکر ممکن ہے کہ مادہ اور عقل و فکر ایسی صورت میں جبکہ اُن کی صفات اور خواص ایک دوسرے سے بالکل جُدا اور مختلف ہیں۔ فی الحقیقت ایک ہی چیز ہوں۔ پھر مادہ جو بذاتِ خود مادّی اور تاریک عنصر سے وجود پذیر ہے۔ عقل و فکر جیسی عظیم حسیات کو جنم دے دے۔

ان تمام سوالات کی موجودگی میں ہم اصولی طور پر اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ ہمارے جسم کا ہر عضو اور عنصر کی ہر حس محض ارضی عناصر اور اُن کے مادّوں کی تقویم میں مستور ہے۔ لفظ انسان جب کسی مُردہ بے جان اور بے رُوح چیز کا نام نہیں تو قابلِ غور یہ ہے کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ یعنی ہم نے انسان کو ایک کیچڑ نما ارضی عناصر کی عظیم آواز سے پیدا کیا جو متغزانہ انداز رکھتی تھی۔ پھر فرمایا خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ یعنی تمہیں ایک

Marfat.com

عنصری ایٹم سے پیدا کیا۔ پھر اطلاع دی کہ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ یعنی میں بشر کو محض مٹی کے عناصر سے بنانے والا ہوں۔ پھر یہ اطلاع دی کہ انسان کو مٹی کے خلاصے یعنی مٹی کے عناصری جوہروں کے خلیے یا سالمے سے بنایا گیا۔ (سُلٰلَۃ) بَدَاَ اوّل اور طِیْنٍ لَّازِبٍ کے بھی یہی معنے ہیں۔ خدا کے یہ تمام الفاظ ثابت کرتے ہیں۔ کہ انسانی وجود اور اُس کی تمام حسّیات محض عناصر اُن کے جوہروں اور اُن سے قائم شدہ مادّے میں مستور تھیں۔ اسی مادّے میں خدا کی پیدا شدہ کئی طاقتیں اور قدرتیں جب شامل ہوئیں تو بے روح مادّے کو حیات سے نوازا گیا۔ یہ بیرونی قدرتیں خدا کی جزو نہیں تھیں بلکہ یہ بھی خدا کی مخلوق تھیں۔ کیونکہ انسان کی کوئی حس خدا کی حس کی شریک نہیں۔ نہ ہماری رُوح اور جان خدا کی جان یا روح کی شریک ہے۔ اس عظیم مسئلے کی حقیقت جو صاف طور پر نظر آتی ہے یہی ہے۔ کہ خدا نے اِس تمام کائنات کی داغ بیل عناصر اور اُن کے مادوں اور کچھ بیرونی طاقتوں اور قدرتوں کی پیدائش کے بعد کی۔ اِس لئے اِن عظیم اشیاء کا خالق اور اُن بیرونی طاقتوں اور قدرتوں کا مالک بھی وہی ہے۔ یہ سمجھنا کہ خدا کا کوئی وجود نہیں اور یہ سب انواع مادے سے خود بخود پیدا ہو رہی ہیں۔ اِس لئے صریح کفر ہے۔ کہ مادے کے وجود کے لئے کسی خالق کا ہونا ضروری ہے۔ اور مادہ یا اس کا عنصری جوہر خود بخود تجلی ریز نہیں جب تک کہ وہ خالق کی کسی بیرونی طاقت سے معلق نہ ہو جائے۔ کسی تخلیق میں حکمتی اعجاز اُس کے امر یعنی اظہار قدرت سے ہے۔ الامر ہی نظام توانائی کا مبدا ہے جسے رُوح کہا گیا ہے۔ ہر تخلیق کے لئے خدا کا اوّلین اعجاز عنصر ہے۔ اس کے بعد اُس کا نفس ہے۔ پھر مادہ اور بیرونی قدرتوں کا تعلق ایک محلول کو جنم دیتا ہے۔ جسے خدا نے آلْمَاء کا نام بخشا ہے۔ اِسی کا مِنے تمام مُردہ عناصر کو حیات سے منوّر کیا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔ اسی حیات کا نام جان ہے۔ گویا ہر عنصر اپنے جوہر کے لحاظ سے جاندار ہے۔ جب یہی جوہر کسی نوع میں پہنچا تو اُس نے محض اپنی ارتقاء سے حصہ پایا۔ جب ارتقا اپنی منزل مقصود تک پہنچی۔ تو اُس کا نفس، جوہر یا ایٹم خدا کے امر سے نظامِ توانائی سے دوچار ہو گیا۔ خدا نے اِسی نظامِ توانائی کا نام رُوح رکھا۔ اب یہی نوری نظام ہر عنصری جسم میں عقل و شعور کا فاتح اور فکر و ادراک کی جملہ حسّیات کا مالک بنا دیا گیا ہے۔

حکماءِ متقدمین نے لکھا ہے کہ مادہ معدوم نہیں ہوتا اور اِس کائنات کے تمام ذرّوں میں سے کوئی بھی ذرّہ نیستی کی آغوش میں نہیں پہنچتا بلکہ اپنی عارضی موت کے بعد شکلیں تبدیل کرتے کرتے کبھی کنکری میں کبھی قطرۂ آب میں کبھی موجودات کی انتہائی حقیر شکلوں میں ظہور پذیر ہے لیکن دوسرے ہی دن وہی اِس کارگاہِ تخلیق کی کسی بہت بڑی تعمیر میں شامل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر شمع جلتی ہے۔ اور اپنی گرد و پیش کو روشن کر دیتی ہے۔ یوں نظر آتا ہے کہ وہ جلنے کے ساتھ ساتھ فنا کے گھاٹ اُتر رہی ہے لیکن ماہرین کیمیا اِس پر متفق ہو چکے ہیں کہ شمع کے عناصری اجزا قطعاً فنا نہیں ہوتے بلکہ خلا میں اور کچھ زمین پر پراگندہ حالت میں موجود ہیں۔ اُن کی محض تبدیلی ہوئی ہے۔ اُس کا مادہ و توانائی اور اُسے جلانے اور روشنی بخشنے کی قوّت محض اجزاء کی صورت میں اُسی طرح کائنات میں اپنے حال پر قائم ہے۔ اور موت فی الحقیقت فنا کو مستلزم نہیں۔ بلکہ ہر جسم کی اصل اسی دُنیا میں موجود ہے۔ کبھی مسجد کی صورت میں اور کبھی بدل کر خشت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ کروڑ ہا من وزن لکڑی کو جلا دینے سے ایک رتّی بھر

Marfat.com

راکھ باقی نہیں رہتی۔ تو وزن کا غائب ہوجانا فی الحقیقت اور بظاہر حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ ارضی کائنات فی الحقیقت خدا کے اِسی حیرت انگیز اعجاز سے قائم ہے کہ اس زمین پر بے انتہا وزن کا ایک خول موجود رہے۔ اور اِسی خول کا یہ اعجاز ہے کہ ہم سب ایک صندوق میں بند نہایت امن و سلامتی سے زمین پر چل پھر رہے ہیں۔ اگر یہ خول نہ ہوتا تو ہم سب زمین کی گردش سے جو اٹھارہ میل فی سیکنڈ کے حساب سے ہے۔ خس و خاشاک کی طرح خلاؤں میں پہنچ کر نیست و نابود ہوگئے ہوتے۔ کسی چیز کی ہلاکت اِس امر کو ثابت نہیں کرتی کہ اُس کی اصل بھی باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ یعنی عنصر مادہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ۔ یعنی ہر عنصر ہلاک ہونے والا ہے۔ مگر اُس کی اصل باقی ہے۔ ہمارے متقدمین نے إِلَّا وَجْهَهُ کے معنے خدا کی ذات لئے ہیں۔ حالانکہ اِس آیت میں وجہہٗ کا مرجع شیٔ کا لفظ صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ اگرچہ ہر عنصر ہلاکت سے دوچار ہونے والا ہے۔ لیکن اُس کی اصل یعنی توانائی (ایک مخصوص مدت تک) باقی رہنے والی ہے۔ یہی اصل وجہ اُس کی بیرونی قدرت کو پیش کرتی ہے۔ یہ اس لئے کہ جس طرح عنصر کی ذات آفرینش سے ہے اُسی طرح اُس کی عمر بھی تمام انواع سے طویل تر ہے۔ علیٰ ھذا القیاس بیرونی قدرتوں اور طاقتوں کا بھی یہی حال ہے۔ ہاں خدا کی ذات قیوم ہے ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ اِسے نہ تو ہلاکت چھو سکتی ہے۔ نہ فنا پہنچ سکتی ہے۔ اور چونکہ کوئی تخلیق اپنے خالق کے ہم پلہ نہیں ہوسکتی۔ اس لئے عنصر نفس اور مادے اور قدرتوں اور طاقتوں کو خدا کی اِس صفت کے برابر سمجھ لینا فی الحقیقت ایک شرکِ اکبر ہوگا۔

آیئے اب اِس نوعِ انسانی کی شمع فروزاں کی تحقیقات کے لئے خدا کی آیات کو بنظرِ غور دیکھیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

(۱) ۵۱ : ۲۰ - ۲۱ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ○
(دا حسرتا) کہ یقین و اطمینان رکھنے کے باوجود تم دیکھتے نہیں اور غور و فکر نہیں کرتے کہ جو اعجاز ارضی عناصر میں مستور ہیں وہی اعجاز تمہارے نفسوں جوہروں یا ایٹموں میں بھی موجود ہیں۔ (اِس لئے یہ یقین جانو کہ تمہارا یہ خود کار وجود محض اِن ارضی عناصر کے اعجاز سے ہی قائم ہے)

(۲) ۳۲ : ۴ - ۹ - لوگو! خدا وہ عظیم و جلیل خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کے اِس حیرت انگیز کارخانے کو صرف چھ بڑے مدید الوقت اور طویل المیعاد دنوں میں پیدا کر دکھایا۔ اور اب تختِ سلطنت پر (اَلْعَرْش) جما بیٹھا اِس ادارتِ عظمیٰ کو چلا رہا ہے۔ لوگو! اُس کے سوا نہ تو تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ سفارشی۔ ہر مقام پر اُسی کی حکومت کار فرما ہے۔ اُسی کا قانون ہر جگہ جاری اور ساری ہے۔ تو کیا تم اِس کارخانہ جہاں اور اِس عالم آرا حکومت سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے (گویا حکمت کو جاری کرنے کے لئے ایک عالم آرا حکومت کیوں قائم نہیں کرتے) وہ ایسا عظیم اور بزرگ اعمال خدا ہے۔ کہ وہ قدرت کے اظہار کے لئے (اَلْاَمر) ایک تجویز آسمان سے لے کر زمین تک (اپنی قدسیہ

Marfat.com

قدرتوں کے ذریعے) کر دیتا ہے۔ پھر وُہ معاملہ اپنی عظمت اور وسعت کے باعث رفتہ رفتہ اور نامحسوس طور پر ایک مدّتِ مدید میں (فِی یَوۡمٍ) جس کی مقدار انسانی شمار کے لحاظ سے ایک ہزار برس یا اِس سے بھی زیادہ ہے اُس کی مشیّت کی طرف (اِلَیۡہِ) صعود کرتا ہے (یَعۡرُجُ) اور اپنے اٹل زورِ اثر سے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ (گویا اُس کی قدرت غائی کا کمیل ہزاروں برس میں جا کر مکمّل ہوتا ہے۔ اور اس کی قدرتوں کا اظہار صدیوں میں جا کر مکمّل ہوتا ہے) یہ ہے وُہ ہزاروں برس کے بعد کے حالات کا علم رکھنے والا (عَالِمُ الۡغَیۡبِ) اور آج کے حال و احوال کو صحیح پرکھنے والا (وَالشَّہَادَۃِ) غالبُ القوی (العزیز) صاحب عفو و درگذر (الرَّحِیۡمُ) خُدا جس کے رحم و تحمّل اور کمالِ علم و عمل پر یہ کارگاہِ اکبر چل رہا ہے۔ وُہ ایسا صناعِ عظیم ہے جس نے ہر پیدا شدُہ عنصر کو (کُلَّ شَیۡءٍ) اپنے خواص میں ایک سے ایک کو بہتر کر دیا۔ اور انسان کی تخلیق کی ابتدا (بَدَاَ) مٹی سے (یعنی مٹی کے عناصر اور اُن کے جوہروں یا ایٹموں سے) کی پھر رفتہ رفتہ اِس بَدَاَ اوّل کی نسل قائم کی (یعنی اُن میں نر و مادہ کا اعجاز پیدا کر دیا) (ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَہٗ) جو اُس کے حیرت انگیز جوہری سالمے سے ہوئی (سُلٰلَۃٍ) اور وُہ جوہر (اُس وقت) ایک حقیر پانی کی صُورت میں تھا (مِنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ) پھر اُس میں قرن ہا قرن کے بعد بہترین تناسب قائم کیا اور اُسے حیرت انگیز شکل و صُورت میں بدل دیا (ثُمَّ سَوّٰىہُ) (یعنی اُس کے تمام جسمانی اعضا اور کان آنکھ اور قلب و ذہن کے آلات مکمل کر دیئے) پھر (اس تمام ارتقا کے بعد جو وُہ بغیر رُوح کے کرتا رہا) اُس حیرت انگیز صُورت میں نا پیدا مثال صفات اور اوصاف کا (جو اظہارِ قدرت سے نظامِ توانائی کی صُورت میں تھا) ایک شمہ پیدا کر دیا۔ گویا اُسے صاحبِ علم اور صاحبِ ارادہ و شعور بننے کے لئے اُس میں (اُس کے اپنے جوہروں میں سے ہی) نظامِ توانائی پیدا کر دیا جو ایک گیس کی مانند تھا (وَ نَفَخَ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِہٖ) گویا روح سے مُراد صاف طور پر اُس کے اپنے جوہروں کی توانائی کا نظام ہے جو اس میں خود بخود خدا کے اظہارِ قدرت سے پیدا ہوا۔ اور اس طرح اُس کے متشکل کانوں میں نُورِ سماعت اور صورتی آنکھوں میں نورِ بصارت اور محض بے جان اور عنصری لوتھڑے کے دماغ میں نُورِ قلب و ذہن پیدا کر دیا۔ یعنی عقل و شعُور کی حسّیات پیدا کر دی گئیں۔ (فَجَعَلۡنٰہُ سَمِیۡعًا بَصِیۡرًا) (جو محض نظامِ توانائی یا رُوح کے طفیل عمل میں آئیں) (اِن تمام تفصیلی حالات اور حکمت کے حیرت انگیز انکشافات کے بعد) یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ تم اِن حیرت انگیز نعمتوں کی بہت ہی کم قدر کرنے والے ہو (یعنی خُدا کی حکمتوں کو اپنی حکمتوں میں کاربرار نہیں لاتے) نیز اُنہیں صحیح طور پر بہت ہی کم استعمال میں لاتے ہو۔ (قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ)۔

گویا اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ کے الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں کہ جان کا ارتقائی نظام اور سمع و بصر اور قلب و ذہن کا یہ شعوری اور علمی نظام جو محض نُور سے ہے اُس مٹی یا مٹی کے حیرت انگیز عناصر میں ہی موجود تھا۔ انسانی جسم میں یہ حیرت انگیز قدرتی تجلیات کا پیدا ہو جانا محض عناصرِ ارضی کے جوہروں کی توانائی میں ہی مضمر تھا۔ البتہ اُن جوہروں میں ایک مدید مدّت تک کیمیائی حکمتِ عملی جاری رہی۔ بیرونی قدرتوں اور طاقتوں کے تعلق سے اُن جوہروں میں پہلے جان موجود ہوئی جس سے عناصری ڈھانچہ

Marfat.com

ایک بے مقدار ایٹم سے ارتقا کرتے کرتے فٹ یا ڈیڑھ فٹ کے قد تک پہنچ گیا۔ اِس کے بعد اُس کی اشکالی تکمیل ہوئی اور انجام کار اُس کے وُہی تخلیقی جوہر تجلی ریز ہوئے اُن میں حکمتِ خُداوندی سے نظامِ توانائی پیدا ہُوا۔ وغیرہ وغیرہ۔ انسانی تخلیق کا یہ خُودکار حکمتی اعجاز ثابت کرتا ہے کہ خُدا نے اِن عناصر میں نہ صرف اعضائی نشوونما کے جوہر مستور کر رکھے ہیں۔ بلکہ اُن کے جوہروں کے دلوں میں ایک حیرت انگیز نظامِ توانائی بھی موجود ہے۔ اور اِن تمام مشاہدات کے اظہار کے لئے قدرتی طور پر ایک مدتِ مدید درکار ہے۔ کم وقت میں یا حکمت کی مقرر کردہ مُدت کے بغیر خواہ عناصر کے ایٹم ہی بنا لئے جائیں اور اُن سے نظامِ توانائی بھی کیوں نہ حاصل کر لیا جائے جب تک ان ایٹموں کو ایک محلول کی شکل میں بدل نہ دیا جائے خود کار تخلیق کی اکائیاں ہمارے خیال کے مطابق پیدا کی جانی ممکن نظر نہیں آتیں۔ بہر حال حکمتی تجربات اور دقیق کلیات کے بعد ہی خُدا کے خُودکار نظام کا پتہ ملنا ممکن ہے۔

اِن آیات سے مزید جو حکمتی اشارات ثابت ہوتے ہیں یہ ہیں۔

(۱) جان محض کسی جسم کی ارتقائی حالت کا نام ہے۔

(۲) رُوح محض اُس نظامِ توانائی کا نام ہے جس سے انسان میں سمع و بصر اور قلب و ذہن کی حسیات پیدا ہوتی ہیں۔

(۳) سمع و بصر اور افئدہ محض اعضاء کا نام نہیں بلکہ خُدائی الفاظ میں اِن کے معنے ایسی قدرتیں ہیں جن سے سماعت بصارت اور قلب و ذہن کی علمی اور شعوری حسیات ظاہر ہوتی ہیں۔ اور یہ تمام قدرتیں مادہ سے ماسوا بیرونی طاقتوں اور قدرتوں کی مرہونِ منت ہیں۔

گویا اِن اشارات سے نہ صرف جان اور رُوح میں فرق ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ سمع و بصر کے ناموں کی صحیح حقیقت بھی سامنے آتی ہے۔ اِس لئے اب ہمارے لئے اِس مسئلے کی تحقیقات آسان نظر آتی ہے۔ کہ ہم سمع و بصر اور افئدہ کی اُن قدرتوں کو تجربات میں لائیں یا عناصر کے جوہروں سے علمی تحقیقات یا ریسرچ کے بعد وہ جوہر تلاش کریں جن میں سماعت کی تجلیات عام ہوں اور اُن جوہروں کو پہچانیں جن میں بصارت کا نور موجود ہو۔ نیز ایسے جوہروں کو ڈھونڈھ نکالیں جن میں شعوری اور تخیلاتی قدرتیں مستور ہوں۔ اِس ریسرچ کے بعد ویسے ہی اعضا اُن عناصر سے بنا دکھائیں جن سے ہمارے اعضاء تقویم میں آئے ہیں۔ پھر اُن مقامات کی تلاش کریں جہاں یہ جُدا جُدا جوہر رکھے جا سکتے ہیں۔ پھر اُن پر تابکاری کا عمل کریں تاکہ وہ تمام ایک مخصوص نظامِ توانائی کا باعث بن سکیں۔ لیکن اِس تمام حکمتی کھیل کے بعد جو دقیق اور پیچیدہ حکمتیں نا تلاش کردہ رہ جاتی ہیں یہ ہیں کہ علم ریاضی کے تحت ہم اُن جوہروں کی مخصوص کمیت اور اوزان کی قدروں کو زیرِ نظر رکھیں جن سے ایک جسم میں خودکار نظام عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ ہماری نگاہ میں ایک خودکار اور جاندار روحانی تخلیق کے لئے یہی محاکمات اور حکمتی اشارات ایک عظیم الشان ہدایت کا کام دے سکتے ہیں۔

تخلیق جدید کا باعثِ اوّل

قرآنی شہادتوں سے تخلیق جدید کا باعثِ اوّل محض ایک ذرّہ ثابت ہوتا ہے اور ذرّہ بھی ایسا جو وحدۃ الوجود میں ہو۔ اِس مسئلے کے حل کے لئے قرآنِ حکیم و عظیم کی مندرجہ ذیل آیات کو غور سے ملاحظہ فرمائیں:۔

Marfat.com

(۱) خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۔ یعنی اے انسان تمہاری تخلیق کا باعثِ اوّل تو محض ایک ذرّہ ہی ہے جس کی جبلت وفطرت وحدت میں ہے ۔ وہ کسی عنصر کا ایک جزء لایتجزّیٰ ہے ۔ یا ایسا جوہری حصّہ ہے جو تقسیم قبول نہیں کرتا ۔ الغرض وحدت ویکتائی میں ہے ۔ اُدھر خُدا بھی وحدت ویکتائی میں ہے ۔ لیکن خدا کو موت نہیں اور اِس ذرّے کی وحدت و یکتائی کے ساتھ موت کی حسرتناک تقدیر لکھی ہے ۔

(۲) ۳۴ : ۷ ۔ اور کافر کہہ رہے ہیں کہ ہم تمہیں ایک ایسا آدمی بتلائیں جو یہ خبر دیتا ہے ۔ کہ جب تم مر کر بالکل ایٹم کی طرح ہو جاؤ گے (مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ) تو معًا (ایسے ہر ذرّے سے) ایک نئی تخلیق ظہور میں آجائیگی ۔ (اِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ)

دیکھا آپ نے کہ کسی جدید تخلیق کے لئے محض ایسے ذرّے کی ضرورت ہے ۔ جو کامل یکتائی اور وحدت میں ہو ۔ لیکن خدائی اشارات کے مطابق تخلیقِ جدید کا مسئلہ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ اور يُفَصِّلُ الْآيَاتِ کے بعد ہی ممکن ہے ۔ اس کے بعد ہر تخلیق کے لئے ایک مخصوص عنصری ذرّہ ہی مقرر ہے ۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک ذرے سے اپنی پسند کے مطابق تخلیق عمل میں لائی جاسکے ۔ کیونکہ خُدا کا ارشاد یہ ہے کہ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ یعنی ہر مخصوص ایٹم اپنی مخصوص نوع ہی پیدا کرنے پر قادر ہے ۔

اِن نظریات کے مطابق ہماری ریسرچ کی جو منزلیں قائم ہوتی ہیں ہماری نگاہ میں حسب ذیل مقرر کی جاسکتی ہیں ۔

(۱) ہم اِس کائنات کے تمام عناصر کے نام تجویز کریں ۔

(۲) پھر اُن کی توانائی کی قدروں سے اُن کی درجہ بندی کریں ۔ اور اُن کو مسلسل عددی نمبروں پر ترتیب دیں ۔

(۳) پھر اُن پر کیمیائی اور طبیعی تجربات ایک پُرامن حکمتی انداز میں عمل میں لائیں ۔ اُن کے اثرات کو صحیح شعور اور غور و فکر سے دیکھنے کے لئے مختلف حکمتی آلات ایجاد کریں ۔

(۴) ہر ایک کی کمیت اور وزن تلاش کریں ۔

(۵) پھر کسی خُدائی نوع کے عناصر اُس کے جوہروں اُن کے اثرات اُن کی کمیت اور اُن کے جُدا جُدا اوزان وغیرہ کو تجربات اور مشاہدات سے قلم بند کرتے جائیں ۔

(۶) پھر اپنی حکمت سے ویسے ہی عناصر اور اُن کے جوہر تلاش کئے جائیں اور قدرت کی تخلیقی اکائیوں کے مطابق اُن کی کمیت اور اوزان علیحدہ علیحدہ کرلیں ۔ اِس کے بعد فطرت کی تخلیقی حکمتوں کے مطابق ایک جسم بنا کر اُن کو اپنے اپنے مخصوص مقام پر رکھ کر اُن میں بیرونی طاقتوں اور قدرتوں کو شامل کرنے کے لئے تابکاری کا عمل کریں ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

اِس حکمت کے بعد کیا عجب کہ ہم بھی ایک جدید تخلیق پر قادر ہو جائیں ۔ بہرحال ہم اس نظریئے پر سختی سے اڑے ہیں کہ خُدا ہماری مدد ہر مرحلے پر ضرور فرماتا ہے ۔ کیونکہ خُدا کا فرمان یہی ہے ۔

(۳) ۲۲ : ۱۵ ۔ اس واضح اعلان کے بعد بھی اگر اِنسان یہ گمان کرتا ہے کہ خُدا دُنیا اور آخرت میں اُس کی مدد

Marfat.com

نہیں کرے گا تو اُسے چاہیئے کہ اُوپر کی طرف چھت سے ایک رسّی باندھ کر اُس سے اپنا گلہ گھونٹ لے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ۔

یعنی خُدا کسی قوم میں اُس وقت تک ارتقائی اور شعوری تغیّر پیدا نہیں کرتا جب تک کہ وُہ بذاتِ خود اپنے جسمانی ایٹموں میں تغیّر پیدا نہ کرے۔

گویا انسان اس پر قادر ہے۔ کہ وُہ اپنے ذاتی ایٹموں میں تغیّر پیدا کرکے اپنے آپ کو اعمال کے لحاظ سے مزید بہتر مزید شعوری اور مزید علمی انسان بنالے۔ نیز تخلیقی لحاظ سے اور اعمالی لحاظ سے بھی۔ چونکہ ہر ایٹم اپنے اثرات جُدا جُدا رکھتا ہے۔ اِس لئے کیا یہ ممکن نہیں کہ انسان حکمتِ عملی سے اپنے وجود کے مخالف ایٹموں کو باہر نکال دے اور اُن کی جگہ بہتر ایٹم داخل کرلے۔ اِس نظریئے پر اللہ تعالےٰ کے اشارات حسبِ ذیل وارد ہوئے ہیں۔

(۲) وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا ۝ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰھَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ۝ گویا یہ اعلان قسم اور شہادت سے ہے کہ ہر ایٹم کو جب حیرت انگیز طور پر اپنے اپنے خواص و اطوار میں درست کر دیا گیا ہے۔ تو اس میں شقاق اور عدم شقاق کے اوصاف داخل کردیئے گئے (فجور کے معنے پھٹنا یا شقاق ہیں اور تقویٰ اُس کی ضد میں آتا ہے۔ اس لئے اُس کے معنے عدم شقاق کے ہوں گے) تو ان حیرت انگیز نفسی اعجازات کے بعد (تم نفسیاتی چھان بین اور ریسرچ کیوں نہیں کرتے اور اپنے علمی اور عملی تغیّر کے لئے ایسے ایٹم) کیوں تلاش نہیں کرتے۔ جن سے تم ربوبیت عامہ کا فیض حاصل کرکے فلاح پا جاؤ اور اگر تم نے اپنے مخالف نفسوں کو موافق حال نفسوں میں بدلنے کی کوشش نہ کی تو یقین کرلو کہ تم دُنیا و آخرت کے انعامات سے بے نیل مرام جاؤ گے۔ اور جوہروں کے حیرت انگیز اثرات کو خاک میں ملا کر چل بسو گے"۔

اِن محاکمات کے بعد کچھ اور آگے بڑھیئے۔ انسان ایک تخلیق خُداوندی ہے۔ اُس میں ارتقاء کی قوتیں بھی موجود ہیں۔ لیکن کبھی آپ نے اِس پر غور کیا ہے کہ انسانی وجود میں یہ اعجاز کیوں کر ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ ایک بیج کو اُگانے سے وہی کچھ ظہور میں آتا ہے جو اُس کی مختصر سی کائنات کے اندر موجود ہوتا ہے۔ اور انجام کار اُس کی ارتقاء وہی کچھ پیش کر دیتی ہے جس سے اُس نے نشوونما حاصل کی تھی۔ یعنی پھر وُہی بیج سامنے آجاتا ہے۔ جو اُس کا باعث اوّل تھا۔ بعینہٖ یہی حالت انسان کے ساتھ بھی گذر رہی ہے۔ اس کی ابتدا ایک ایٹم سے ہوئی۔ ایٹم نے ارتقائی منزلیں طے کیں اور انسانی شکل و صُورت میں ارتقاء کرتے کرتے اپنی ہی نوع کی تخلیق کا باعث بنتا رہا۔ اور خود فنا ہوکر پھر ایٹم کی صُورت میں تبدیل ہوتا چلا آرہا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ ایٹم ایک ایسی عظیم تخلیق ہے جس میں حیرت انگیز اعجاز۔ دلفریب مناظر اور عدیم النظیر تجلیات کے دفتر محفوظ ہیں خُدا اِس کی حکمتِ بالغہ کو اِن الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ وَمَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ۝ یعنی اے انسان تیری تخلیق اور تیری ارتقاء بالکل اور بعینہٖ ایک ایٹم کی تخلیق اور اس کی ارتقاء کی مانند ہے۔

Marfat.com

لفظ سالمۃ سے کیا مراد ہے؟

مغرب کی حکمتی اصطلاح کے مطابق سالمے کے معنے حسب ذیل کئے گئے ہیں :-

"وہ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ جو کئی ایٹموں کا مجموعہ ہو اور کائنات میں کھلے طور پر رہ سکتا ہو۔ خواہ اس میں ایک ہی عنصر کے ذرات ہوں یا بہت سے عناصر کے ایٹموں کا مجموعہ ہو۔

ظاہر ہے کہ انسانی جسم میں کہیں گوشت پوست ہے تو کہیں ہڈیوں کا مضبوط پنجر اور کہیں شریانوں میں خون گردش میں ہے۔ تو کہیں کھوپڑی میں مغز کی حیرت انگیز چیز حفاظت سے رکھی ہے۔ اس لئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ جسم فی الحقیقت کئی عناصر کا مجموعہ ہے اور اس میں بے شمار عناصر کے ایٹم کارفرما ہیں۔ کہیں لوہے کا پتہ چلتا ہے تو کہیں سونے اور چاندی کے خواص ملتے ہیں۔ الغرض کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ اس چھوٹی سی کائنات میں بھی ایک بڑی اور ازلی کائنات کا ہو بہو نقشہ موجود ہے۔ اس سالمے کی حالت میں انسان تمام اعمال سرانجام دینے پر اس لئے قادر ہے کہ اس کے ذرات عنصری باہم ایک ترتیب سے جڑے ہیں۔ اور ایک حیرت انگیز چلتے پھرتے وجود میں ہیں۔ اگر ان عناصر اور ان کے ایٹموں کو جدا جدا کر دیا جائے۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ انسان ان منتشر ذرات میں پہنچ کر نہ تو کوئی عمل کر سکے گا اور نہ سجدہ ہی کر سکے گا۔ اگر سجدہ ہو گا تو ایٹموں کا انسانی جسم کا سجدہ ہرگز نہ کہلائیگا۔ خدا نے اس نکتے کو حسب ذیل آیت سے واضح فرمایا ہے۔

۶۸ : ۴۳ ۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ۝

جب نفوس انسانی کو اصل جسم سے جدا کر کے ادھر اُدھر ہٹا دیا جائے گا۔ (ساق بمعنی اصل جسم) اور وہ (یعنی نفوس) سجدے کے لئے بلائے جائیں گے (تو انسانی جسم کے طور طریقے پر) سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ان کی نگاہیں فرمانبرداری کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں گی (اور جب یہی ذرات انسانی جسم میں جڑ کر ایک انسانی شکل و صورت پیش کرتے تھے اور حیرت انگیز سالموں کی صورت میں موجود تھے) تو وہ سجدے کے لئے مجبور کئے جاتے تھے۔ (تو انسانی سجدہ ادا کرنے پر قادر تھے)

متقدمین نے ان آیات کی تفسیروں میں ساق کے معنے پنڈلی کئے ہیں۔ اور آیت کے معنے یہ کئے ہیں کہ جب پنڈلی سے کپڑا ہٹا لیا جائے گا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو نفس کی آئندہ زندگی کے لئے کپڑے کا وجود اور محض پنڈلی سے کپڑا اٹھائے جانے کا مطلب شعور سے باہر ہے۔ نیز خدا کو اس طرح ننگا کرنے میں کیا غرض درپیش ہے۔ بالغرض اگر جسم انسانی کو اس طرح ننگا کر بھی دیا جائے تو سجدہ پھر بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن آیات کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آنے والی زندگی میں اس کا بدن اس انداز میں ہو گا۔ کہ وہ موجودہ انسانی حالت کی طرح سجدہ نہ کر سکے گا۔ گویا اس دنیا میں انسان کا سالموں کی بندش میں

Marfat.com

ہونا ہی سجدۂ خدا کا باعث بن رہا ہے۔ ذِلّۃ کے معنے فرمانبرداری اور عاجزی کے بھی ہیں۔ اس لئے مندرجہ بالا معانی بہت حد تک مربوط نظر آتے ہیں۔

الغرض: ان ماسبق تشریحات سے کچھ ایسا ثابت ہوتا ہے۔ کہ انسان کی سمع و بصر اور قلب و ذہن کی قدرتوں میں تین قسم کے اعجاز موجود ہیں۔ ایک اعجاز حالت بیداری میں ایک اعجاز حالتِ خواب میں اور ایک عظیم اعجاز حالتِ بیداری اور حالت خواب کے بین بین اپنی تجلیات جُدا جُدا پیش کرتا ہے؛ نیز یہ ایٹم بھی ایسے اعجاز رکھتے ہیں جن سے توانائی کئی قسموں سے اعجاز دکھاتی ہے کبھی محض روشنی کبھی حرارت کبھی خود کار وجود میں حرکت کا باعث بن جاتی ہے۔ اس کے علاوہ نفس یا جوہری ذرات ہی کسی جدید تخلیق کا باعث بنتے ہیں۔ اور سالموں میں مجتمع ہو کر ایک شکل و صورت میں ڈھل جاتے ہیں۔ انہی نفسوں میں خیر و شر کے بر قیرے بھی موجود ہیں جن سے کوئی نوع خیر اور شر سے ہمکنار رہتی ہے۔

ہم قرآن پر یقین رکھنے کے باوجود ان خدائی حکمتوں پر غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟

اگر فی الحقیقت خدائی آیات کے معنے یہی ہیں جنہیں ہم نے دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ مسلمان موجودہ دور میں خدا کی ان حکمتوں پر کیوں غور و فکر نہیں کرتے۔ نیز انہیں علمی لحاظ سے کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ اگر فی الحقیقت خدا کے تمام حکمتی اعجاز علمی انکشافات ہیں تو پھر ہم علم کیوں حاصل نہ کریں۔ ہماری نگاہ میں ان سوالات کا جواب صرف ایک ہی جملے تک محدود ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم انسانیت کے جامے میں آ کر جہالت اور حیوانیت کی زندگی قبول کر چکے ہیں اور خدا نے اس ضد کی بنا پر ہمارے لئے علم کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

(۱) فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ یعنی اُن کے قلب و ذہن پر پردے ڈال دیئے گئے ہیں۔ کہ وہ کسی علمی محاکمے کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔

(۲) ۱۸ : ۱۰۱۔ وُہ باوجود کان اور آنکھیں رکھنے کے نہ تو سُن سکتے ہیں۔ اور نہ علمی حقائق کو دیکھ ہی سکتے ہیں۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حقیقی اور فطرتی اسباق اور نصیحتوں سے بے خبر ہو رہے ہیں۔ (ذکر)

(۳) ۷ : ۱۷۹۔ اور ہم نے بہت سے جن اور انس محض اس لئے دوزخ کے لئے وقف کر دیئے ہیں کہ اُن کے دل ہیں لیکن اُن سے کوئی علمی محاکمہ سمجھتے نہیں۔ آنکھیں ہیں۔ لیکن اُن سے کائنات کی حکمتوں کو دیکھتے نہیں۔ اُن کے کان بھی ہیں لیکن اُن سے خدا کی کسی حکمت آموز بات کو سُنتے نہیں۔ پس وُہ چار پائیوں کی طرح ہیں۔ بلکہ علمی لحاظ سے اُن سے بھی گئے گزرے۔

(۴) ۱۷ : ۴۶۔ جو جان بوجھ کر قرآن کی حکمت موز آواز کو سُننے اور اُس کی ہدایت پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہم بھی اُن کے قلب و ذہن پر حجاب در حجاب ڈال دیتے ہیں نیز اُن کے کانوں میں ثقل پیدا کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

(۵) ۵ : ۱۴ - نصاریٰ سے بھی (کائنات کی سلامتی کا) عہد لیا گیا تھا۔ مگر انہوں نے بھی یہود کی طرح اُس نصیحت کا ایک حصّہ (جو کائنات کی سلامتی کے لئے مخصوص تھا) فراموش کر دیا۔ جس کی وجہ سے اُن میں قیامت کے دن تک (اُن کی تخریبی دوڑ کی وجہ سے) دُشمنی اور کینہ پیدا کر دیا گیا۔

(۶) ۲ : ۷ - جو راہِ راست کی طرف نہیں آتے اگرچہ وُہ دل رکھتے ہیں لیکن اُن میں (علمی غور و فکر کی) حسیّات مر چکی ہیں۔ اور سماعت رکھتے ہیں لیکن اُن کی حقیقی (اور علمی) سماعت پر مہر لگ چکی ہے۔ اور آنکھیں بھی رکھتے ہیں لیکن اُن پر (جہالت کا) پردہ ڈال دیا گیا ہے۔

اِن حالات کے تحت اور مسلمانوں کی موجودہ روش کے مطابق ہم بہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ مسلمان بے علمی اور بے شعوری سے نہ تو حکمت کا کوئی معمولی معجزہ دکھا سکتے ہیں اور نہ آگے چل کر تسخیر کائنات کے مُدعی بن سکتے ہیں۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ جنہیں ہم اپنے زعمِ باطل سے لاشعور مخلوق تصوّر کرتے ہیں۔ وُہ تو خُدا کے احکام کی تعمیل میں سرِ مُو فرق نہیں آنے دیتی اور پیہم اپنے مقررہ اعمال میں لگی ہے۔ لیکن انسان اور بھر انسانوں میں سے خاص کر اِس دَور کے مُسلمان تخریب اور انتشار کے مسائل کے سوا کچھ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ بھر ستم ظریفی یہ ہے کہ اگر کوئی کسی علمی بات کا انکشاف کرے تو اُس کے لئے محض فتوئ کفر اور مادہ پرستی کا الزام سامنے آجاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

۲۱ : ۲ - وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ○

اور وہی تو احکم الحاکمین خُدا ہے جس نے رات اور دن۔ شمس اور قمر پیدا کر دیئے اور وُہ تمام کے تمام اُس کے اٹل قانون کی تعمیل میں اپنے اپنے دائرۂ آسمانی میں مسلسل اور پیہم گردش کر رہے ہیں۔ غرضیکہ آفتاب ہے جو اپنے نقطۂ استقرار پر برابر گھوم رہا ہے۔ (وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا) اُسی قاہر القویٰ اور غالب العلم خُدا کا باندھا ہوُا اندازہ اُس عظیم الشّان شعلۂ نور کے حق میں یہی ہے جس سے اِدھر اُدھر ہٹنے کی اُس بچارے میں طاقت نہیں۔ بھر اُسی صناعِ عظیم نے ہی چاند کی حرکت میں منزلیں مقرر کر دیں تو وُہ بھی اپنے مخصوص اور مقرر کردہ انداز سے رواں ہے۔ اور اُس کا روشن حصّہ گھٹتے گھٹتے ایسا ٹیڑھا اور کمزور رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پُرانی اور سوکھی ہوئی ٹہنی۔ نہ سُورج میں یہ طاقت ہے کہ اپنے سے کمزور چاند کو لپک کر پکڑے اور نہ رات سے ہی بن پڑتا ہے کہ دن سے پہل کرے (کیونکہ یہ سب کے سب ایک اٹل قانون کے تحت مقناطیسی قدرت المیزان سے جکڑے ہوئے ہیں) اور یہ سب اجسام (جو بظاہر بے شعور اور بے علم نظر آتے ہیں۔ لیکن ایک قانون کی تعمیل میں) اپنے اپنے دائرۂ آسمانی میں پڑے تیر رہے ہیں۔"

غور فرمائیے کہ یہ کُل میں آنے والی کائنات تو خُدا کے قانون اور اُس کے علمِ فطرت کا اقرار کرتے ہوئے اپنے اعمال میں پیہم لگی ہے۔ لیکن شعور و عقل کا مدعی آدم زاد کان آنکھ اور قلب و ذہن کی نعمتوں کے باوجود خُدا کے علم اور اُس کی فطرت و حکمت کے قانون پر چلنا گوارا نہیں کرتا۔ اور اپنی کم علمی کی وجہ سے بغاوت اور تخریب کا شکار ہو رہا ہے۔ نیز خُدا کے اِس محکمے

Marfat.com

کو ذرہ بھر نہیں دیکھتا اگرچہ وہ خود بھی اِسی کائنات میں تیر رہا ہے۔

۱۸ : ۷ - اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ○

بیشک جو کچھ اِس زمین پر (عناصر اور اُن کے ایٹموں کے حیرت انگیز اعجاز سے) ہے سب اُسی کی زینت اور خوشحالی کے لئے ہے اِس میں غرض تو یہ تھی کہ ہم انسانوں کو آزمائش سے دیکھ لیں کہ آیا وہ عناصر اور اُن کے ایٹموں سے سلامتی اور امن کی تلاش کر کے اپنی دھرتی کے لئے کوئی زینت کا مقام پیدا کرتے ہیں یا تخریبِ کائنات کے چکر میں پڑ کر نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنی دھرتی کی تباہی کے اسباب پیدا کرتے ہیں۔

۷۱ : ۱۳-۱۴ - مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۔

اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خدائے عظیم و برتر اور صاحبِ عزت و وقار کی آس نہیں رکھتے اور اُس کے قانونِ فطرت پر چل کر بہتر سے بہتر تدبیر کی آرزو نہیں رکھتے۔ حالانکہ وُہی ربِ بے مثال اور مُنعمِ حقیقی تو ہے۔ جس نے تم کو کئی مرحلوں اور تخلیق کے کئی طریقوں سے گذار کر پیدا کر دکھایا۔ نیز تمام مخلوق سے بہترین خلق بنا کر اور ایک جبلت سے دوسری اعلےٰ جبلت میں بدل کر تمہیں اشرف الخلق ہونے کا شرف بخشا۔

۶۷ : ۲ - نِ الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ○

لوگو! وہ مالک الملک اور صاحبِ اختیار خدا ہے جس نے موت کو پہلے اور حیوٰۃ کو بعد میں پیدا کر کے محض اجتماعی موت و حیات کے قانون کو (تمہاری ارتقاء کے لئے) نافذ کر رکھا ہے۔ تاکہ اِس بات کی آزمائش کرے۔ کہ تم میں سے کون کون (حکمت کے تجربات و مشاہدات کے مطابق عناصر اور اُن کے جوہروں پر) اپنے بہترین اعمال پیش کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ وہ شارعِ کائنات بڑا زبردست اور بڑا شدید العقاب ہونے کے ساتھ ساتھ توبہ گذار قوم کے اجتماعی عیوب پر بڑا پردہ پوش واقع ہوا ہے۔

۶ : ۳۸ - وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ .... صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

اور زمین پر کوئی دبا وڈالنے والا جانور یا کوئی اور طاقت از ملائکہ اور نہ کوئی پرندہ جو دو پروں سے اُڑتا ہے قطعًا بے حقیقت وجود نہیں بلکہ یہ تمام انواع و اجناس تمہاری ہی طرح کی اُمتیں ہیں (جو کشمکشِ حیات اور جہد للبقاء کے منصوبوں میں لگی ہیں جیسے تم) اِن اُمتوں کے بواعثِ عروج و زوال کے مطالعے سے تم اپنے لئے لائحہ عمل بخوبی وضع کر سکتے ہو۔ اور اگر تم غور سے اِس توضیح کی تہ تک پہنچ سکے تو تمہیں ماننا پڑے گا کہ ہم نے اِس قرآن میں (تمہیں قانونِ فطرت سے باخبر رکھنے کیلئے) کوئی چھوٹی موٹی شے ایسی نہیں چھوڑی (جس سے تمہیں بروقت آگاہ کرنا ضروری سمجھا گیا ہو) پھر تم اپنے پروردگار کے حضور میں (اپنے اعمال کی جوابدہی اور جزا و سزا کے لئے) جمع کئے جاؤ گے۔ یاد رکھو کہ جن لوگوں نے ہمارے صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہوئی آیتوں کو (یا اُن کے اشارات کو جو ہم نے کتابِ وحی میں تمہاری بہتری کے لئے واضح کر دیئے ہیں) جھوٹ سمجھا (یا اُنہیں بلا مقصد سمجھ کر اُن سے لاپرواہی اختیار کی) تو وہ گونگے اور بہرے ہیں۔ جو اندھیروں میں پڑے بھٹک رہے ہیں) لہذا خدا جس

Marfat.com

کو مناسب سمجھتا ہے۔ (اُس کے گناہوں کے صحیح اندازے سے) گمراہ کر دیتا ہے۔ اور جس میں (علم و شعور کی تجلیات دیکھتا ہے اُسے) صراطِ مستقیم پر لے جاتا ہے۔

۲۲ : ۱۸ ۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ وَ كَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ كَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ مَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ○

ترجمہ:۔ اے مخاطب کیا تُو نے اِس بات پر نظر نہیں کی کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُس خدائے واحد کے قوانینِ حیات کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے فی الحقیقت اللہ کو ماننے پر مجبور ہے اور یہ آگ اگلنے والے اور سکُون بخشنے والے کرّے اور ستارے یہ پہاڑ اور درخت یہ حیوان چوپائے اور کثیر تعداد میں انسان اور بہت سے ایسے بھی جو اپنی نافرمانیوں کے باعث عذاب خُدا کے مستوجب قرار پا چکے ہیں۔ سب کے سب اُسی کے رُوبرو سجدہ ریز ہو رہے ہیں۔ تو جس کو عدم تحقیق حق کی وجہ سے خُدا ذلیل کرنا چاہے تو اُسے عزّت بخشنے والا کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ خُدا تو کسی کے بُرے یا اچھے اعمال کو دیکھ کر ہی جو مناسب چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

الغرض یہ ذکرِ خُدا۔ توکّل علی اللہ اور رضائے الٰہی کی طلب۔ الجہاد۔ اکلِ حلال۔ تزکیۂ نفس یا ربوبیّت عامہ کے قواعد امن و سلامتی یعنی ایمان کے وسائل۔ اعمالِ صالح۔ تفکر و تفقہ نیز یہ تمام تفکر طلب امور۔ یہ نماز اور دُعا۔ یہ وحدت کردار وحدت اُمّت اور وحدتِ فکر یعنی ہر معاملے میں یکسوئی۔ یہ ظاہری اور باطنی پاکیزگی اور طہارت۔ یہ فکرِ انجام کار اور آخرت کی الجھن۔ یہ کائنات میں غور و فکر یہ حکمت و فطرت کی تلاش۔ یہ کائنات کے پائیدار ۹۲ عناصر اور پھر اُن سے فزوں تر ناپائیدار عناصر۔ یہ اُن کے ایٹم یعنی نفس۔ یہ توانائی اور نُور۔ یہ موت اور حیات یہ شمس و قمر اور المیزان۔ یہ زمین اور آسمان یہ کائناتی انواع اور انسان یہ خیر اور شر کے تمام محاکمات فی الحقیقت اُسی کتاب خُدا کے غور طلب الفاظ ہیں جو الحمد سے لے کر وَالنّاس تک بار بار آنکھوں کے سامنے آتے اور جاتے ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ ان پر غور و فکر نہیں کرتے اور اپنی توانائیوں کو شیعہ سُنّی۔ وہابی اور غیر وہابی کلی اور جزوی۔ مقلد اور غیر مقلد کی بے سُود بحثوں نہیں بلکہ یہودیّت اور عیسائیت کے مسائل میں اُلجھ کر آئے دن وقت ضائع کرنے میں مشغول ہیں۔ یاد رکھیئے کہ حقیقی موت نیک اعمال اور صالح کردار کے عنقا ہونے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور شہداء کے لئے حقیقی موت سے ہمکنار ہونا ناممکن ہے۔ امن اور غلبے کی زندگی ہی ایمان ہے۔

(وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ) اور یہ ایمان محض علم اور اُس پر غور و فکر سے پیدا ہونے والی حکمت و فطرت کے نظریات اور اعمالِ صالح پر مبنی ہے۔ جو قوم علم سے دُور ہے مغلوب اور ذلیل ہے۔ جو اس سے ہمکنار ہے خیر کی سرچشمہ۔ احسان و عنایات سے مخلوقِ خُدا کو گرویدہ کرنے والی۔ سب پر غالب اور شر اور شیطانی غلبے سے مامون و مصئون ہے وہی عظیم سلطنت اور حکومت کی وارث اور فی الحقیقت خلیفۂ ارض ہے۔

Marfat.com

حرفِ آخر!

ہم نے اپنے کمتر علم اور محدود غور و فکر کے مطابق کتابِ خُدا کی چند آیات کی جو تشریحات صفحاتِ ماسبق میں پیش کی ہیں نہ تو حتمی طور پر کامل دُرست اور نہ حرفِ آخر تصوّر ہو سکتی ہیں۔ ہمارے نزدیک کسی فکرِ واحد سے یہ ممکن ہی نہیں کہ اُسے اپنی مختصر سی حیات میں تمام علومِ کائنات پر کامل دستگاہ حاصل ہو جائے ارضیاتی خلائی اور فلکی علوم کی وسعتیں اس قدر بیکراں ہیں کہ فردِ واحد اپنی تحقیقات اور تحقیق در تحقیق (جسے انگریزی زبان میں ریسرچ کہا گیا ہے) سے اُن کی محض مبادیات سے بھی کماحقہٗ واقفیت حاصل نہیں کر سکتا۔ علمِ کُل کا واقف محض خُدا ہے۔ اُس کے بالمقابل انسان کی فکرِ واحد کوئی حقیقت نہیں رکھتی قرآنِ عظیم و حکیم چونکہ خُدا کا کلام ہے۔ اِس لئے اِس پر کماحقہٗ علمی ادراک فردِ واحد یا فکرِ واحد سے اِس لئے بالاتر ہے کہ اُس کا علم محیطِ کُل نہیں ہو سکتا۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے تمام علوم سے واقفیت ضرُوری ہے۔ ہاں اُمّت کا اجتماعی شعور اِسے کماحقہٗ سمجھنے کے لئے ممد و مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اِسی لئے ہم اِس امر کا اظہار کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ہماری تشریحات حتمی اور یقینی قطعاً نہیں۔ ہاں جہاں تک شعور اور غور و فکر نے ساتھ دیا ہے۔ ہم اپنی تحقیقات کے مطابق یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے قرآنی آیات کو سمجھنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔ نیز آیات کے معانی کو نہ تو جان بُوجھ کر توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ اور نہ ہماری کوئی ذاتی خواہش کسی مطلب براری کے لئے ایسا کرنے میں دخیل ہوئی ہے۔ اگر کہیں غلطی سرزد ہوئی ہے تو ہماری کم علمی یا عدمِ تحقیقات کے باعث اور قرآن کو صحیح طور پہ نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

ہمارے نزدیک قرآن کی ماہیّت اور اُس کے چند صفحات میں لاتعداد علوم کی وسعتیں اِس قدر ناپیداکنار نظر آتی ہیں کہ اُن سے محض محاکمات یا مختلف تھیوریوں کو شمار میں لانا ہی ایک مشکل ترین امر ہے۔ بہرحال علوم سے کامل دستگاہ ہی قرآنی حقائق کو پُوری طرح آشکار کر سکتی ہے۔ کائنات علوم کا ماخذ ہے۔ اور جب تک کائنات میں کامل غور و فکر نہ ہو علوم سے بہرہ مندی کیوں کر ممکن ہے۔ جُوں جُوں ارتقائے انسانی اپنی تحقیق در تحقیق سے کچھ حصّہ پا رہی ہے۔ قرآنی مفہوم اَور علمی محاکمے بھی رفتہ رفتہ نئے نئے انداز میں بدل کر سامنے آ رہے ہیں اور حقائق پر حقائق آشکار ہو رہے ہیں۔ ہمارے نظریات کے مطابق کائنات کی علمی تحقیق اور اُس کے بعد قرآنی ریسرچ کی ابتداء اپنے ذاتی وجود یا اپنی ذاتی کائنات سے شرُوع ہونی چاہیئے۔ یہ اِس لئے کہ اپنی کائنات کو ہم نہ صرف اپنی نگاہوں سے یا اپنے ایجاد شدہ آلات کے تحت آسانی سے دیکھ سکتے ہیں بلکہ اِس کی وسعت محدود ہے جسے آسانی سے طے کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جو طاقتیں اور قدرتیں اِس مختصر سی کائنات میں ودیعت شُدہ ہیں وُہی بڑے پیمانے پر افلاک کی اُس وسیع کائنات میں موجود ہیں۔ لیکن اِس کی تصدیق تبھی ممکن ہے۔ کہ پہلے ہم اپنی ذاتی کائنات کی تحقیقات کر کے اُس وسیع تر کائنات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

Marfat.com

ہم پر مادہ پرستی کا الزام ناحق تراشنے والے اِس حقیقت کو کیونکر نظر انداز کریں گے کہ اُن کا ذاتی وجود بھی محض عناصر کے مادے کی ترتیب سے قائم ہے۔ اور جب خُدا کی اِس تمام وسیع تر کائنات کی ابتدا محض مادے اور اُس پر ظہورِ قدرت (اَمر) کی مرہونِ منت ہے۔ تو نہ حیات مادے سے ماسوا اور نہ رُوح مادے سے ماورا ثابت ہوتی ہے اس لئے یقین جانیئے کہ روحانیت بھی اسی مادے کی پیداوار ہے۔ نہیں بلکہ مادے کا نچوڑ، خالص جوہر اور اُس کی انتہائی ارتقاء کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس تمام تشریح کے ثبوت میں یُوں ارشاد فرماتا ہے:۔

۵۱ : ۲۰۔ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○

(واحسرتا) کہ یقین و اطمینان رکھنے کے باوجود تم دیکھتے اور غور و فکر نہیں کرتے کہ جو اعجاز ارضی عناصر میں مستور ہیں وُہی اعجاز تمہارے نفسوں جوہروں یا ذاتی ایٹموں میں بھی موجود ہیں۔

۴۱/۵۳ - سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

یاد رکھو کہ ہم رفتہ رفتہ اُن کی تدریج ارتقاء کے مطابق اپنے حیرت انگیز اعجاز نہ صرف آفاقی کائنات میں بلکہ ویسے ہی اعجاز خُود اُن کے اپنے نفسوں، جوہروں یا ایٹموں میں بھی دکھاتے چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ بالآخر قرآن حکیم و عظیم کے تمام علمی دعوے اُن کے سامنے دو اور دو چار کی طرح سچ ثابت ہو جائیں گے۔

اندریں حالات جہاں تک ہمارا شعور کام کرتا ہے۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب نظر آتے ہیں۔ کہ جُوں جُوں انسان کی ذاتی کائنات اپنی تاریخ کے اوراق میں اضافہ کرتی جائے گی تُوں تُوں عظیم تر فلکی کائنات کے حقائق شعورِ انسانی کے سامنے بے نقاب ہوتے جائیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ علمی تجلیات اور حکمت و فطرت کے حیرت انگیز اعجاز بھی آشکار ہوتے جائیں گے۔ نیز اس تحقیق در تحقیق کے عظیم نظریے سے قرآنی حقائق بھی نئی روشنیوں کے ساتھ اُبھرتے آئیں گے۔ یہاں تک کہ نوعِ انسانی اُس سچے اور خُدائی علم سے کماحقہٗ ہمکنار ہو کر رہے گی۔ جس کے لئے اُسے پیدا کیا گیا تھا۔ اور اُسے اِس زمین میں خلیفہ اور حکمران بنایا گیا تھا۔

بہر حال ہماری یہ ادنیٰ کوشش حرفِ آخر تصوّر نہ کی جائے۔ بلکہ قرآن حکیم و عظیم میں افہام و تفہیم کی تگ و دو مسلسل اور پیہم جاری رکھ کر صحیفۂ خُدا اور صحیفۂ فطرت کو پُوری طرح سمجھنے کی کوشش جاری رکھی جائے۔ ہماری یہ ادنیٰ کوشش محض اپنی منزلِ حیات یا خُدا کے مقرر کردہ صراطِ مستقیم پر چند قدموں کے مصداق ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

اَحْقَرُ الْعِبَاد

عزیز احمد عزیز قاضی عفی عنہ

Marfat.com

ذخیرہ
جلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی ۔ لاہور پاکستان

سپاس و تشکّر!

اگرچہ کتاب حِکمۃُ القُرآن چار ابواب یا چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ لیکن دورِ حاضرہ میں طباعت و کتابت کی مشکلات اور مالی پیچیدگیوں کے باعث فی الحال کتاب کا باب اوّل یعنی مجلّد اوّل جُوں تُوں کر کے پیشِ خدمت ہے۔ میں احسان فراموش تصوّر کیا جاؤں گا۔ اگر اُن احباب اور رفقاء کا سپاس و تشکّر ادا نہ کروں جنہوں نے جلد اوّل کی اشاعت و طباعت میں میری مالی اور علمی امداد فرمائی ہے۔ میں اس ضمن میں اپنے محترم دوست خواجہ نصر اللہ خان صاحب ناصر و اُن کے برادرِ عزیز محترم قمر صاحب مالکان انصار آرٹ پریس سرگودھا جنہوں نے اس کتاب کی طباعت میں ہی نہیں بلکہ اس کے کاغذ کی فراہمی میں انتہائی مالی امداد فرمائی۔ نیز الحاج میاں عبد المجید صاحب چوہان مالک فردوس دری فیکٹری سرگودھا و محترم پرویز صاحب ملک ایڈووکیٹ سرگودھا سکنہ چک نمبر ۹۰ شمالی نے بھی انتہائی گرم جوشی سے اس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں مالی امداد فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں ان سب کا تا دمِ زیست رہینِ احسان رہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اُن کی یہ معاونت اُن کے لئے دُنیا و آخرت کی زندگی کے لئے باعثِ فلاح و برکت ہو گی۔

ان حضرات کے علاوہ میں اپنے محترم شیخ الفاضل حضرت اُستاذ حافظ نذیر حسین صاحب قبلہ خطیب جامع اُستاد الوالی خوشاب و محترم شیخ الفاضل محمّد عمر خان صاحب استاذ عربی بھالیہ ضلع گجرات نیز محترم رانا غلام رسول صاحب ایم اے عربی و ایم اے اسلامیات و دیگر احبابِ ذوق و ایڈووکیٹ حضرات سرگودھا جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل کے لئے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان کے علاوہ محترم ضیاء اللہ صاحب ثنائی ستارۂ خدمت و خان محمّد اختر خان صاحب مالکان ثنائی پریس و خالد پرنٹنگ پریس سرگودھا نے بھی کتاب کی طباعت میں بہت حد تک دستگیری فرمائی میں ان سب کا انتہائی طور پر سپاس گذار ہوں۔

میں کتاب ھٰذا کے کاتب حضرات محترم صغیر احمّد خان صاحب شروانی لالیاں۔ ملک منوّر احمّد صاحب منوّر قلم اور عبد الرحمٰن صاحب ہیڈ کاتب روزنامہ "وفاق" سرگودھا کا بھی ممنونِ احسان ہوں جنہوں نے انتہائی مصروفیت کے باوجود کتاب کو خوش اسلوبی سے مکمل کرنے میں امداد فرمائی۔ خداوند تعالےٰ ان سب حضرات کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

مخلص خاکسار محمّد نذیر احمد عزیز عفی عنہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com